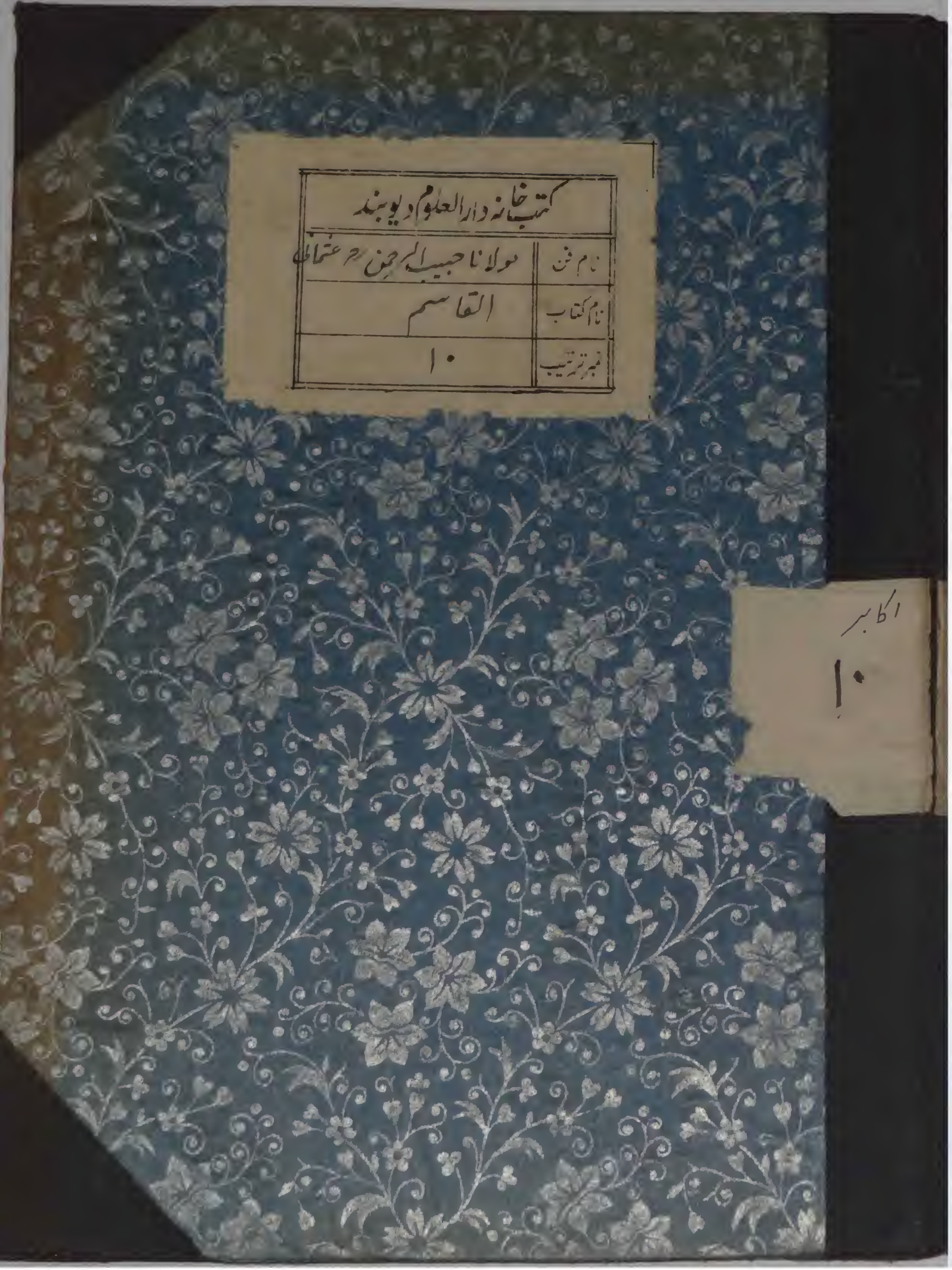


مرکز التراث الاسلامی دیوبند

نام اخبار	ماہنامہ القاسم ''دار العلوم دیوبند نمبر''	محفوظات: اخبار نمبر۴ نمبر:
نام ایڈیٹر	مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ سابق مہتمم دار العلوم دیوبند	مقام حصول: کتب خانہ دار العلوم دیوبند (اکابر دیوبند کے خانہ میں)
مقام اشاعت	مطبع قاسمی دیوبند میں چھپ کر دفتر القاسم دار العلوم دیوبند سے شائع ہوا	
تاریخ اشاعت	ماہ محرم الحرام ۱۳۴۷ھ مطابق جون ۱۹۲۸ء	کتب خانہ نمبر: ۹۹۸۸۹
مجموعی صفحات	۸۰	دستخط: [illegible] ۲۸/ شعبان ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۶ جون ۲۰۱۵ء

یادگار شیخ الہند حضرت مولانا محمد قاسم النانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۴۷۱

القاسم

سالانہ ـــــ

نمبر ـــــ

دارالعلوم دیوبند

دارالعلوم دیوبند کا علمی، مذہبی، اخلاقی، تمدنی، تاریخی ماہوار رسالہ

جلد

نمبر

نقشہ دارالحدیث دیوبند



زیر ادارت

فخر الہند حضرت مولانا محمد حبیب الرحمن صاحب مدظلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند

باہتمام

خاکسار طاہر بن احمد القاسمی کان اللہ لہ معتمد المدیر القاسم

مطبع قاسمی دیوبند میں چھپکر دفتر القاسم دارالعلوم دیوبند سے شائع ہوا

سالانہ چندہ مع محصول ڈاک ےگر

اس پرچہ کی قیمت مع محصول ڈاک ۶ر

اسمائے گرامی حضرات سرپرستان "القاسم"

(۱) حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی سرپرست دار العلوم دیوبند۔
(۲) مخدوم العلماء حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم اعلیٰ دار العلوم دیوبند۔
(۳) شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب فیض آبادی صدر مدرس دار العلوم دیوبند۔

قواعد وضوابط رسالہ "القاسم"

(۱) تاریخ روانگی رسالہ ہر قمری مہینہ کی ۱۵ ہے۔ نیا سال محرم سے شروع ہوتا ہے۔

(۲) حجم کم سے کم ۶۴ صفحہ کا ہوتا ہے اور سائز $\frac{20 \times 26}{8}$

(۳) عام قیمت سالانہ ڈھائی روپے ہے۔ امراء و والیان ریاست سے حسب حیثیت قیمت فی پرچہ ۴ ہے۔

(۴) سالانہ چندہ پیشگی بذریعہ منی آرڈر یا وی۔ پی وصول ہوتا ہے بمحصول ڈاک۔ روانگی رسالہ و پیکنگ کا صرفہ بذمہ دفتر ہے فیس رجسٹری و فیس منی آرڈر کا صرفہ بذمہ خریدار ہے۔

(۵) سالانہ چندہ جہاں تک ممکن ہو منی آرڈر سے روانہ کرنا چاہئے اس میں منگانیوالے کو کفایت اور بھیجنے والوں کو سہولت رہتی ہے۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں رسالہ کے خریدار بنتے ہیں ان کو شروع سال ہی سے خریدار سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ کل پرچے بشرط موجودگی اس سال کے بھیجے جاتے ہیں تاکہ سلسلہ مضامین نہ ٹوٹے۔

(۷) جو حضرات القاسم کے حلقہ اشاعت و فیض کے وسیع اور عام کرنے کے لئے غیر مستطیع شائقین کے نام کم قیمت میں رسالہ جاری کرانے کے لئے امدادی رقوم مرحمت فرماتے ہیں وہ القاسم کے معاونین و محسنین خاص شمار ہوتے ہیں اور ایسے مخیر حضرات کے اسماء گرامی وقتاً فوقتاً القاسم میں شائع کئے جاتے ہیں۔

(۸) جو پرچہ ڈاک خانہ یا دفتر کی غلطی سے وصول نہ ہوا ہو اس کیلئے تاریخ اشاعت سے دس روز کے اندر اندر دفتر کو اطلاع کر دینی چاہئے تاکہ دوبارہ رسالہ بھیج دیا جائے اس کے بعد قیمتاً بشرط موجودگی ارسال ہوگا

(۹) جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہئے۔

(۱۰) خط و کتابت و ترسیل زر کے وقت پتہ صاف و خوشخط ہونا چاہئے خریداری کے نمبر کا حوالہ کوپن و سرنامہ پر ضرور ہونا چاہئے۔ ورنہ عدم تعمیل کی شکایت نہ کی جائے۔

نرخ و شرح اجرت اشتہارات

(۱۱) مہذب اشتہارات کے پرچے موافق سائز رسالہ لئے جاسکتے ہیں بشرطیکہ فی صفحہ عـہ نصف صـہ ¼ صفحہ کے لئے ۳ پیشگی بھیجدئے جائیں دوامی اشتہارات میں اور بھی رعایت ممکن ہے۔

(۱۲) کوئی مضمون مخالف مسلک علمائے دیوبند شائع نہ ہوگا نیز جو مضمون انتخاب میں آکر طبع ہو جائے گا اس کا معاوضہ حسب حیثیت ادا کیا جائیگا غرض وہی مضمون شائع ہوگا جس کا معاوضہ لینے پر صاحب مضمون تیار ہونگے

(۱۳) عدم انتخاب کی صورت میں مضمون بیرنگ واپس ہوسکیگا۔

(۱۴) جملہ خط و کتابت و ترسیل زر بنام معتمد المدیر القاسم دار العلوم دیوبند ہونی چاہئے۔

(منیجر)

فہرست مضامین القاسم دار العلوم نمبر بابت ماہ محرم الحرام ۱۳۴۷ھ

مذہبی دنیا میں سب رسائل سے زیادہ شائع ہونیوالا ماہوار رسالہ

اعلان تاخیر روانگی رسالہ القاسم بابت ماہ صفر ۱۳۴۷ھ

چونکہ دار العلوم نمبر کی ترتیب وغیرہ میں کارکنان القاسم کا بہت سا وقت صرف ہوا ہے اور بعض دیگر امور کی وجہ سے پندرہ دن کی تعطیل ضروری ہے۔ اسلئے اعلان کیا جاتا ہے کہ صفر ۱۳۴۷ھ کا رسالہ بجائے ۱۵ صفر ۱۳۴۷ھ کے یکم ربیع الاول ۱۳۴۷ھ کو شائع ہوگا۔ اُمید ہے کہ ناظرین کرام اس تاخیر کو بطیب خاطر گوارہ فرمادیں گے

طاہر بن احمد قاسمی کان اللہ لہٗ



حضور نظام کے مطالبات اور مسلمانان ہند کا اہم فرض

گورمنٹ برطانیہ تک متحدہ آواز پہونچانے کی ضرورت اور اس کی صورت

مسلمانو! بڑی ہی غیرت کی بات ہے کہ سات کروڑ مسلمانوں کے بہی خواہ و محسن حضور نظام ایدہ اللہ بنصرہ گورنمنٹ برطانیہ سے اپنے واجب حقوق کا جائز طریقہ سے مطالبہ کریں۔ اور ہمارے کانوں پر جوں تک نہ رینگے۔ دنیا بھر کے لئے تو ہم لڑتے جھگڑتے ہیں مگر افسوس گھر کی بے عزتی و خرابی کی خبر تک نہیں لیتے۔ کیا مسلمانوں کے لئے یہ عزت کی بات ہے کہ برادران وطن کی متحدہ سعی سے نیپال کا راجہ تو حکومت خود اختیاری حاصل کرتے ہوئے ہز مجسٹی کا خطاب پائے اور ہماری آنکھوں کے نور دل کے سرور اسلام کی عزت کے محافظ اعلیحضرت نواب میر عثمان علی خان بہادر خلد اللہ ملکہ باوجود معاہدہ کی رُو سے آزاد ہونیکے نہ آزاد ہوں۔ نہ ہز مجسٹی کا خطاب پاسکیں۔ کیا یہ سات کروڑ مسلمانوں کے لئے باعث توہین نہیں ہے۔ آخر یہ ہماری کیسی زندگی ہے۔ جسمیں ہمیں نہ عزت کا خیال ہے نہ مذہب کا۔ خدارا تمام مصالح کو بالائے طاق رکھتے ہوئے سچا جذبہ لیکر اُٹھو اور یکجائی کے ساتھ اُٹھو۔ اتحاد و یگانگت کے ساتھ اُٹھو۔ اور نہایت سنجیدگی اور متانت مگر پُر زور طریقہ سے ویسرائے بہادر کی معرفت ملک معظم تک کسی ایک معین تاریخ میں جگہ جگہ سے یہ پیغام پہنچادو کہ مسلم رعایا کے دل ہاتھ میں لینے کی یہی صورت ہے کہ حضور نظام کی امتیازی شان کو باقی رکھتے ہوئے ہز مجسٹی کا خطاب جلد سے جلد دیکر مسلمانوں کی عزت افزائی کیجائے اور اُن کے واجبہ حقوق فوراً ادا کردیئے جائیں۔ ہمارا مقصد اس تحریک سے بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ ملک معظم اور اُن کے یار وفادار کے تعلقات میں خوشگواری و شگفتگی پیدا ہو۔ جو سات کروڑ مسلم رعایا کیلئے نتیجۃً بہت مفید ہے۔ اور مستقبل قریب میں حکومت کے لئے بھی بہت نافع ہے۔ میں مسلم رہنماؤں سے اور مسلم پریسوں سے مخلصانہ استدعا کرتا ہوں کہ وہ اس طرف جلد سے جلد متوجہ ہوں اور ایک متحدہ کوشش جلد سے جلد عمل میں لائیں۔ آخر میں حضرت اعلیٰ واقدس میر عثمان علی خان کے عمر و اقبال کی ترقی روز افزوں کی دعا کرتا ہوں۔

الٰہی تا جہاں باشد تو باشی

خاکسار حافظ ... احمد قاسمی کان اللہ لہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقالہ افتتاحیہ

حامداً و مصلیاً

امابعد ایک عرصہ سے خیال تہا خیال ہی نہین بلکہ تمنا کا دریا موجزن تہا کہ دارالعلوم دیوبند کی یادگار مین ایک مخصوص نمبر شائع کیا جائے جسمین دارالعلوم دیوبند کے برکات وحسنات خدمات وجذبات کا تفصیلاً نہ سہی تو اجمالاً ہی ذکر ہو لیکن موانعات وعوارج کچہ ایسے طرح بلائے بے درمان ہو گئے کہ اس خیال نے عملی صورت اختیار نکی۔ اس خیال کے دوران مین رفتار حوادث جس سرعت کیساتہہ بڑھی فتن نے جس گھٹا ٹوپ طریقہ سے دارالعلوم کا رخ کیا اختلافات کی خلیج جس ناقابل گمان صورت سے وسیع ہوئی اسکو دیکھتے ہوئے میرا اور دوسرے حضرات کا یہ خیال ہوا کہ جو تڑپ سینہ مین اسوقت تھی اب اس کا اظہار ضروری ہے۔ دارالعلوم نمبر کی اگر اختلافات سے پہلے اس لئے شائع کرنیکی ضرورت تھی کہ مسلمان اپنی مرکزی درسگاہ کی شہانہ روز ترقیات سے سکون وطمانیت فرحت ومسرت حاصل کرین تو اب اسلئے ضرورت ہے کہ مسلمان اس کا اندازہ کرین کہ کون ہے جس نے اسکی بڑہتی ہوئی شہرت مین روڑا اٹکایا اور کون ہے جس نے اپنے من مانی خیالات کے پورا نہونے پر دارالعلوم کو بیکار سمجھکر اس کی نیک شہرت کو داغدار کرنے کی کوشش کی اور یہ کہ مسلمانون کو ایسے وقت مین کس جماعت کا ساتہہ دینا چاہئے۔ بلاشبہ دارالعلوم دیوبند افراد واشخاص کا نام نہین ہے بلکہ دارالعلوم دیوبند اس مستحکم نظام کا نام ہے جو مخصوص اصول کے ماتحت چونسٹھ سال سے مسلمانون کے اندر دینی تعلیم کی نشر و توزیع کر رہا ہے جس نے ہر سال سیکڑون کی تعداد مین علم کے پیاسے طالبون کو چین سے اور افغانستان سے روس سے اور جاپان سے کھینچ بلایا اور اب نسلاً بعد نسل اپنے فیض سے نہ صرف بہرہ گیری حاصل کر چکا ہے بلکہ اپنی نظیر آپ بن گیا ہے۔ غرض جو جماعت بھی کہین کام کریگی وہ یہین کی خوشہ چین ہو گی۔ پس جو جماعت دارالعلوم کے فیوض وبرکات کی نشر واشاعت مین ساعی وکوشان ہے جس رفتار سے وہ چل رہا تہا اسی رفتار سے اسکو دیکھنے کی خواہشمند ہے یقیناً وہ جماعت مسلمانون کی ہمدردی اور اعانت کی مستحق ہے اور کوئی شبہہ نہین کہ اگر ایسے وقت مین سمجھدار مسلمان اس جماعت کی ہمدردی نکرین گے تو دارالعلوم کی مرکزیت کو سخت نقصان پہنچ جانے کا اندیشہ ہے حضرت شیخ الہند کو ایک عالم متقی نے اسی حال مین خواب مین دیکھا کہ حضرت مولانا دارالعلوم مین کھڑے ہین اور دارالعلوم کیطرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہین کہ سب نازست جائین گے البتہ اسپر ناز رہیگا۔ حقیقت مین جس نے بھی کوئی عزت یا شہرت حاصل کی وہ دارالعلوم کا طفیل ہے اس دارالعلوم کو

کسی سے کوئی شہرت و وقعت نہین پہنچی ہے۔ اس پاک جذبہ کے ماتحت ہم نے باوجود نقصانات اختلاف کے دارالعلوم نمبر کے شائع کرنے کا عزم کیا اور خدا تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ آج ہماری ناچیز مساعی کا ایک علمی مرقع آپ کے ہاتھون مین ہے اب قبول کرنا نکرنا ہمدردی کرنا نہ کرنا یہ آپ کا کام ہے۔

دارالعلوم نمبر کے شائع کرنے سے باللہ العظیم ہماری غرض محض یہ ہے کہ جو گمراہ کن پروپیگنڈا نادانی و کم عقلی سے یا بدنیتی اور خودغرضی سے کیا گیا یا کیا جا رہا ہے اس کا استیصال ہو جائے۔ اور اصلی حقیقت مسلمانون پر واضح ہو جائے۔ ہمین حیرت ہی نہین بلکہ حسرت بھی ہے کہ جس انتظام کو اب سے دو سال پیشتر بہترین انتظام کہا جاتا تھا اسکو اب بدترین انتظام کہلوانے مین جائز و ناجائز تمام امور سے قطع نظر کر لی گئی ہے پھر اس سے زیادہ حیرت کی یہ بات ہے کہ فتنہ اختلاف کو تو اسقدر اعلیٰ پیمانہ پر پہنچا دیا گیا لیکن آجتک کسیکو یہ معلوم نہو سکا کہ وجوہ اختلاف کیا ہین اور ہمیشہ اسی پہلو سے روگردانی کی گئی حقیقت یہ ہے کہ موجودہ مصلح جماعت کوئی بھی ایسا اعتراض پیش کرنے کے قابل نہین جسکو وہ بزمانہ صلح و آشتی خود نکر چکی ہو پس مسلمان خود اسکا اندازہ کر لین کہ اس تحریک سے دارالعلوم کو جو ضرر عظیم پہنچا اسکی مرکزیت اور نیک شہرت مین جو رخنہ ڈالا گیا اس کا بانی اور اس کا ذمہ دار کونسی جماعت اور فریق ہے یہ وہی ازہر ہند دارالعلوم دیوبند ہے کہ جب علامہ سید رشید رضا مصر سے ہندوستان تشریف لائے اور دارالعلوم کی شہرت کے چرچے کانون مین پڑے تو باوجود مختلف قسم کے رکاوٹون کے دیوبند تشریف لائے اور آپنے اپنی تقریر مین اُس کو ازہر ہند تسلیم کیا۔ کسقدر عقل کو متحیر کر دینوالی بات ہے کہ ایک طرف دارالعلوم کی مرکزیت اور اسکی جاذبیت کا بھی اعتراف کیا جاتا ہے دارالعلوم کی ترقیات کا بھی انکار نہین کیا جاتا۔ اور ساتھ ہی مین اس مبارک نظم کو بھی برا کہا جاتا ہے۔ جس کے ماتحت دارالعلوم مین یہ جاذبیت پیدا ہوئی اور اس نے یہ اعلیٰ وسعت و مرکزیت حاصل کی۔

یہ تو بعینہ ایسی ہی پُر پیچ منطق ہے جیسے کوئی خودغرضی و حسد کا مارا ہوا انسان کسی اعلیٰ کامیاب تاجر کی دوکان پر پہنچکر اس کے لاکھون کروڑون کے سامان کو دیکھکر اس کے بڑھتے ہوئے کاروبار کی تاب نہ لاکر یون کہے کہ اسمین تو شک نہین کہ آپ کے دوکان بہت بڑی دوکان ہے آپ کی تجارت کامیاب تجارت ہے اور مرکز توجہ خلائق ہے۔ مگر افسوس اس کا ہے کہ اس دوکان کا منتظم تجارت سے واقف نہین۔ کون نہین جانتا کہ اگر ریل گاڑی کا انجن خراب ہو جائے تو گو اس ریل کے ڈبے کیسی قدر نفیس اور عمدہ کیون نہ بنے ہون لیکن ایک انچ بھی نہین چلسکتے پھر حیرت ہے کہ گاڑی کا بغیر انجن کے نہ چلنا تو تسلیم ہو لیکن دارالعلوم کا نیک شہرت حاصل کر کے بام ترقی پر پہنچ جانا مہتمم صاحب اور مجلس شوریٰ کے حسن انتظام کے ساتھ تسلیم نہو۔

صاحبزادہ آفتاب احمد خانصاحب جب دیوبند تشریف لائے اور آپ نے دارالعلوم کے اساتذہ و طلبا مین کامل اتحاد دیکھا تو آپ نے حسرت کے ساتھ یہ جملے اسوقت فرمائے تھے کہ افسوس علیگڈھ مین ہم کو یہ ڈسپلن نصیب نہین ہے یعنی چھوٹے سے لیکر بڑے تک ایک ہی رنگ مین رنگا ہوا ہے سب ایک ہی سے وابستہ ہین سب ایک کے ہین اور ایک سب کا ہے۔ لیکن شیطانی حرص و آز افسوس اس ڈسپلن کو نہ دیکھ سکی دارالعلوم مین کچھ اجزاء فاسدہ ایسے داخل ہوئے جنہون نے بعض اجزاء صالحہ کو فاسد کر کے اپنا عنصر بڑھا لیا اور آخر نوبت یہانتک پہنچی کہ بعض اجزاء صالحہ اجزاء فاسدہ کے ہمرنگ و ہمزبان ہو کر دارالعلوم سے جدا ہو گئے۔ اور بعض بحالت مایوسی جدا کر دئے گئے۔

اس موقع پر پہنچکر بے اختیار حدیث شریف کا وہ الہامی استنباط یاد آجاتا ہے جو اپنے بعض بزرگون کی زبانی سنا ہے کہ قرآن مجید کے ارشاد انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون کی رو سے خداوند عالم ہی اپنے دین کا خود محافظ ہے یعنی اسباب حفاظت گو ہمارے ہی ذریعے ظہور مین آتے ہون مگر باگ حفاظت انہین کے ہاتھون مین ہے سو جب خداوند عالم دین کا محافظ ٹھیرا تو اب دو شانون کا ظہور ضروری تھا۔

پہلی شان کا ظہور تو اس طرح ہو کہ ایک رجل فاجر سے دین کی تائید و نصرت کرا کر ثابت کیا جائے کہ دین ہمارا ہے دین کے محافظ ہم ہین۔ ہم جس سے چاہین حفاظت کرائین۔ چنانچہ حدیث مین آیا ہے کہ اللہ کبھی دین کی تائید رجل فاجر سے کرا دیتا ہے۔ اور دوسری شان کا ظہور اسطرح پر ہو کہ ایک عبد صالح سے دین کی تخریب کرا دیجائے اور یہ جتلا دیا جائے کہ مدار دین تم جنکو سمجھتے تھے انکی کوئی بھی اصلیت نہین رجل فاجر سے باوجود اس کے جہنمی ہونے کے ہم وہ کام لے سکتے ہین جو عبد صالح باوجود جنتی ہونے کے نہین کر سکتا بلکہ اس کے برعکس کام کر سکتا ہے کون نہین جانتا کہ اگر شاہ صاحب اس فتنہ مین شریک نہوتے تو یہ فتنہ اسقدر نہ بڑھتا خوش نصیب ہین وہ لوگ جو دارالعلوم کی خدمت و حفاظت مین لگے ہوئے ہین۔ خیر کثیر مین شر قلیل کو نظرانداز کر کے ہردم اسکی بھلائی اور اسکی بہبودی مین مصروف ہین اور نامراد ہین وہ لوگ جنہون نے دارالعلوم جیسی عظیم الشان اسلامی درسگاہ کو اپنی حرص و آز کا محور بنانے کے لئے ایک عرصہ سے اپنا جال مختلف طریقون سے بچھایا۔ اور دارالعلوم کی شہرت کی بجائے اپنی شہرت کے درپے ہوئے۔ دارالعلوم مین دو ڈھائی برس تک خلفشار رہا اور اس سے اسکی نیک شہرت پر بڑا برا اثر پڑا۔ لیکن ناسپاسی ہوگی اگر مین ان حضرات مدرسین و اراکین دام اللہ فیوضہم کا شکریہ ادا نہ کرون جنکی فہرست ٹائیٹل کے صفحہ ۳ پر درج ہے کہ ان بزرگون اور دوستون نے یکدل ہو کر دارالعلوم کی عزت و ناموس کو ایسے وقت مین بچایا اور نہایت سعدی و استقلال سے فتنہ کا مقابلہ کیا اور دارالعلوم کے کسی اسلوب مین فرق نہ آنے دیا۔ دارالعلوم کے اس عظیم الشان اندرونی اختلاف کا انجام یہ ہوا کہ بر سر پیکار نام نہاد مصلح جماعت نے ضلع سورت کے ایک مدرسہ مین اپنی خدمات کو منتقل کر دیا۔ علمی دنیا کو اور خود ہمین جس امر کا افسوس ہے وہ صرف حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب اور مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب کی جدائی کا افسوس ہے۔ لیکن جب ہم اسپر نظر کرتے ہین کہ یہ دونون حضرات از خود جدا نہین ہوئے بلکہ اُن کے حاشیہ نشینون اور مخصوص مقربین نے اپنے تخیلات کا پابند کر کے علیحدگی پر مجبور کیا۔ اور ان حضرات کو علیحدہ کرا یا تو ہم اپنے قلب مین ایک صبر کی کیفیت محسوس کرتے ہین اور یہ سمجھتے ہین کہ دارالعلوم اللہ کا کام ہے کسی کی ذات پر موقوف نہین۔ بقول مولوی شبیر احمد صاحب کے والد ماجد مولانا فضل الرحمن صاحب مرحوم ممبر مدرسہ دارالعلوم کے ؎

ہے توکل پر مدار اس کا تو بس اس کا معین ٭ ایک گر جائیگا پیدا دوسرا ہو جائے گا

اگر ایک شخص اپنی اعانت سے ہاتھ روکیگا تو دست قدرت دوسری طرف سے بڑھے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

دارالعلوم کی موجودہ حالت کا خلاصہ یہ ہے کہ اسکے تمام شعبے بدستور قائم ہین کسی قسم کا کوئی خلفشار اب مدرسہ مین باقی نہین ہے تعلیم بدستور سابق جاری ہے طلبا برابر آرہے ہین اور تعداد داخلہ جدید پر کوئی اثر نہین پڑا ہے دیوبند مین بھی پوری طرح سکون ہے صرف ہفتہ مین ایک دن کے لئے مخالف جماعت کا اخبار مہاجر اپنی صورت دکھا دیتا ہے ہماری سمجھ مین نہین آتا کہ جب جماعت مصلحین سورت چلی گئی بر سر پیکار سے بر سر کار ہو گئی تو اس نے اپنے واحد ترجمان اخبار مہاجر کو کیون منتقل نکیا اس کا تو صاف مطلب یہ ہے کہ دارالعلوم کے خدام کو اطمینان سے کام کرنیکا موقع ندیا جائے اور اس کا منشا تو صاف یہ ہوا کہ ادھر بھی ہاتھ رکھا جائے اور اُدھر بھی تو ایسی ضد کا معلوم انجام کیا نکلیگا ہماری اگر کوئی سُنے تو ہم تو یہ کہتے ہین کہ جماعت مصلحین بسم اللہ دارالعلوم کی خطا معاف کر دے اُن کو اطمینان سے کام کرنیکا موقع دے۔ وہ بُرے ہین یا بھلے ہین جیسے کچھ بھی ہین انہین اپنے حال پر چھوڑ دے اور خود جہان گئے ہین وہان اسلام کی خدمت کرین اور اس طرز عمل سے ثابت کر دین کہ ہماری جماعت کے اختلاف سے بھی مسلمانون کو نفع ہی پہنچا نتیجہ اس کا یہ ہوگا کہ جو اجزاء صالحہ ہین وہ پھر کسی وقت اپنی اصلی حیز و مرکز کیطرف لوٹ آئینگے۔ لیکن خود غرضون کی خودغرضی کو دیکھتے ہوئے اس کی توقع نہین ہوتی کہ وہ ایسا کرین گے۔

بہر حال جو بھی کچھ ہوا یا جو کچھ آئندہ ہو مسلمانون کو دار العلوم دیوبند کا پہلے سے زیادہ خیال کرنا چاہیئے کوئی جماعت بھی کام کرے ان کو دار العلوم دیوبند سے اپنا تعلق وابستہ رکھنا چاہیئے کیونکہ یہ وہ مقبول و مرکزی درسگاہ ہے جس کو بزرگان دیوبند نے اپنی روحی انوار سے سینچا اور اخلاص سے اس کی آبیاری فرمائی۔ ہم سب کو دار العلوم کے موجودہ اکابر حضرت مولانا اشرف علی صاحب اور حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب اور حضرت مولانا حسین احمد صاحب وغیرہم کی ذوات گرامی پر کامل اعتماد رکھنا چاہیئے اور ان کی مجوزہ اصلاحات کو کافی سمجھنا چاہیئے۔ دار العلوم دیوبند اس اختلاف کے بعد اب خدا کے فضل سے اپنی قدیم اصلی حالت پر عود کر آیا ہے۔ اور جو کسر باقی ہے وہ بہت جلد پوری ہوتی ہے۔ مسلمانون کو پہلے سے زیادہ اسوقت اسکی مدد کرنی چاہیئے کسی نونہال پودے کو موسم گرما مین پانی دیا جانا جس طرح اس کی حیات کو قائم کرنے کا بڑا سبب ہے اسی طرح حوادث و فتن کے وقت مین دار العلوم کی امداد کرنا بڑے ہی اجر کی دلیل ہے اور خدا کے یہان بڑا ہی تقرب حاصل کرنے کا وقت ہے۔

”دار العلوم دیوبند کا شاندار مستقبل“

دار العلوم دیوبند کو ناگہانی صدمات و فتن سے اب کچھ اطمینان ملا ہے اسلئے جو اسکے خدام کے ارادے ہین انکو بالاجمال لکھا جاتا ہے۔

(۱) فضائے مساعد کے بعد دار العلوم کی روایات قدیمہ کے مطابق ایک عظیم الشان جلسہ مثل سابق کیا جائیگا جسمین ہزارون مسلمانون کو دار العلوم کو بچشم خود دیکھنے کا انشاء اللہ موقع ملے گا۔

(۲) دار العلوم کی ترقی و عروج کی تجاویز کیلئے خاطر خواہ انتظام کیا جائیگا اور ایک جماعت بنائی جائیگی جو ملک مین اس خاص مقصد کے لئے دورہ کرے گی۔

(۳) صنعت و حرفت کا شعبہ طلبائے علوم دینیہ کیلئے ایک طرف اگر کھولا جائیگا تو دوسری طرف تبلیغ و اشاعت کو بھی وسیع کیا جائے گا۔ اور اسمین ایک مستقل عملہ دائمی طور سے کام کرے گا اور اس کا چندہ علیحدہ کیا جائیگا۔

(۴) قدیم فلسفہ و منطق کیساتھ جدید فلسفہ و ہیئت بھی عربی مین ترجمہ کر کے ان کو داخل درس کیا جائیگا اور جدید مطبوعات سے کافی مدد لیجائیگی۔

(۵) تاریخ ادب طب ان تین فنون کے بھی مخصوص شعبہ کر کے طلبا کو ان کے اندر اعلیٰ سے اعلیٰ قابلیت پیدا کرنیکا سامان مہیا کیا جائے گا۔

(۶) دیوبند کے فضلاء و علماء مین سے دار العلوم مین چند مشہور مدرسین کا مزید اضافہ کیا جائیگا تاکہ اعلیٰ اساتذہ کی کثرت اور مجموعی تعداد کیوجہ سے دار العلوم کی مرکزیت یونانیو مستحکم ہو۔ سلسلہ تعلیم المبلغین کو اعلیٰ پیمانہ پر مستقل طور سے جاری کرنیکے لئے طلباء فارغ التحصیل یا قریب بفراغ حضرات کیلئے تحریر و تقریر و مناظرہ و وعظ کی مشق کرائی جائیگی تاکہ وقت ضرورت وہ مدافعت اسلام کیطرف سے کر سکین غرض رفتہ رفتہ انشاء اللہ وہ ساری تمنائین خیال سے عمل مین آجائینگی جو مسلمان اپنے دینی و علمی مرکز سے وابستہ کئے ہوئے ہین مسلمانونکو اس امر سے خاص طور پر مطمئن ہونا چاہیئے کہ ان خاص تجاویز کیلئے حضرات منتظمین نے کمر ہمت باندھ لی ہے لیکن مسلمانونکو ان اصلاحی تجاویز کو عملی شکل و صورت میں دیکھنے کیلئے قابل ایثار کی ضرورت ہے کیونکہ ہر ایک کام اپنے بجائے خود مستقل خدمات کو چاہتا ہے موجودہ کارکنان دار العلوم یقیناً موجودہ مشاغل و فرائض کی تعلیمی ادائیگی کے بعد معذور ہین کہ ہر کل جدید کام کیا جائے ضرورت ہے کہ ان اصلاحی تجاویز کو عملی جامہ پہنانے کیلئے جدید تقررات و خدمات حاصل کیجائین لیکن بحالت موجودہ دار العلوم کو اپنی موجودہ نظم کو باقی رکھنا بھی ضروری امر ہے اسلئے یہ اہتمون مسلمانان کا خاص طور پر امداد کیطرف متوجہ ہون اگر مسلمانون نے امداد کی اور دل کھولکر امداد کی تو ہم خدا پر بھروسہ کر کے کہتے ہین کہ ایکسال مین مسلمان اسکے عملی نتائج و ثمرات آنکھوں سے دیکھ لینگے آخر میں عرض ہے کہ خدا کے دین کی پاسداری مین اگر آپ کمربستہ رہینگے تو خدا آپکا نگہبان ہوگا۔ وما علینا الا البلاغ۔ اللھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔

آثار متبرکہ

دار العلوم دیوبند و دیگر مدارس عربیہ کے متعلق

حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے خاص دست مبارک کے لکھے ہوئے چند اصول کا قلمی عکس

وہ اصول جن پر یہ مدرسہ اور نیز اور مدارس چندہ مبنی معلوم ہوتی ہین

(۱) اصل اول یہ ہے کہ تا مقدور کارکنان مدرسہ کو ہمیشہ تکثیر چندہ پر نظر رہے آپ کوشش کریں اور وں سے کرائیں خیر اندیشان مدرسہ کو یہ بات ہمیشہ ملحوظ رہے

(۲) ابقاء طعام طلبہ بلکہ افزائش طعام طلبہ مین جس طرح ہو سکے خیر اندیشان مدرسہ ہمیشہ ساعی رہیں

(۳) مشیران مدرسہ کو ہمیشہ یہ بات ملحوظ رہے کہ مدرسہ کی خوبی اور اسلوبی ہو۔ اپنی بات کی پچ نہ کیجائے خدانخواستہ جب اسکی نوبت آئیگی کہ اہل مشورہ کو اپنی مخالفت رای اور اوروں کی رای کی موافق ہونا ناگوار ہو تو پھر اس مدرسہ کی بنیاد مین تزلزل آجائیگا القصہ تہ دل سے ہر وقت مشورہ اور نیز اوروں کی پس و پیش مین اسلوبی مدرسہ ملحوظ رہے سخن پروری نہو اور اسلئے ضروری ہے کہ اہل مشورہ اظہار رای مین کسی وجہ سے متامل نہوں اور سامعین بہ نیت نیک اوسکو سنین یعنی یہ خیال رہے کہ اگر دوسرے کی بات سمجھ مین آجائیگی تو اگرچہ ہمارے مخالف ہی کیون نہو بدل و جان قبول کرین گے اور نیز اسی وجہ سے یہ ضروری ہے کہ مہتمم امور مشورہ طلب مین اہل مشورہ سے ضرور مشورہ کیا کرے خواہ وہ لوگ ہون جو ہمیشہ مشیر مدرسہ رہتے ہین یا کوئی وارد و صادر جو علم و عقل رکھتا ہو اور مدرسون کا خیر اندیش ہو اور نیز اسی وجہ سے ضروری ہے کہ اگر اتفاق کسی وجہ سے کسی اہل مشورہ سے مشورہ کی نوبت نہ آئی اور بقدر ضرورت۔

اہل سورہ کی مقدار معتد بہ سی سورہ کیا گیا ہو تو پہر وہ شخص یا سو جہ سی ناگوار ہو کہ مجہ سی کیوں نہ پوچھا ہاں
اگر مہتمم کی طرف سے پوچھا تو پہر ہر اہل شورہ معترض ہو سکتا ہی

(۴) یہ بات بہت ضروری ہی کہ مدرسین مدرسہ باہم متفق المشرب ہوں اور مثل علماء روزگار
خود بین اور دوسروں کی درپی توہین نہوں خدا نخواستہ جب اسکی نوبت آئیگی تو پہر اس مدرسہ کی خیر نہیں

(۵) خوانندگی مقررہ اور اندازے سی جو پہلی تجویز ہو چکی ہی یا بعد میں کوئی اور انداز مشورہ سی تجویز ہو پوری
ہو جایا کری ورنہ یہ مدرسہ اول تو خوب آباد نہوگا اور اگر ہوگا تو بے فائدہ ہوگا

(۶) اس مدرسہ میں جب تک آمدنی کی کوئی سبیل یقینی نہیں جب تک یہ مدرسہ انشاء اللہ بشرط
توجہ الی اللہ اسی طرح چلیگا اور اگر کوئی آمدنی ایسی یقینی حاصل ہوگئی جیسے جاگیر یا کارخانہ
تجارت یا کسی امیر محکم القول کا وعدہ تو پہر یوں نظر آتا ہی کہ یہ خوف و رجا جو سرمایہ
رجوع الی اللہ ہی ہاتھ سی جاتا رہیگا اور امداد غیبی موقوف ہو جائیگی اور کارکنوں میں
باہم نزاع پیدا ہو جائیگا القصہ آمدنی اور تعمیر وغیرہ میں ایک نوع کی بے سروسامانی ملحوظ رہی

(۷) سرکار کی شرکت اور امرا کی شرکت بہی زیادہ مضر معلوم ہوتی ہی

(٨) تا مقدور ایسی لوگوں کا چندہ زیادہ موجب برکت معلوم ہوتا ہی جنکو اپنی چندہ سی
امید ناموری نہو بالجملہ حسن نیت اہل چندہ زیادہ پایداری کا سامان معلوم ہوتا ہے

تشریح۔ مقصد یہ ہی کہ امرا کے چندہ ان پر مدار نہ رکھا جائے حضرت مولانا رفیع الدین صاحب مرحوم مہتمم دارالعلوم نے خود دارالعلوم کے لئے چندہ آباد کی چندہ ماہوار مقرر ہونیکی سعی فرمائی۔
"نائب المدیر"

آثارِ متبرکہ

آٹھ سو برس کا لکھا ہوا نادر کلام مجید

یہ کیسی ہماری خوش بختی اور سعادت ہے کہ حضرت بانی علیہ الرحمۃ والغفران کے تحریر فرمائے ہوئے الہامی اصول کے درج کرنے کے بعد ہم آئندہ صفحہ میں ایک ایسے نادر کلام پاک کے ایک صفحہ کا قلمی عکس پیش کرنا چاہتے ہیں جو حضرات تابعین رحمہم اللہ کے قرن مسعود کا لکھا ہوا کلام اللہ ہے۔ اس نادر و مبارک کلام اللہ کا رسم الخط مکاتیب صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان مبارک کے رسم الخط سے ملتا جلتا ہے یہ کلام اللہ شاہان مغلیہ کے متعدد کتب خانوں میں رہچکا ہے چنانچہ متعدد مہریں اسلامی سلطنتوں کی اس کے آخر میں ثبت ہیں حضرت مہتمم صاحب نے اسکو بڑی سعی وکوشش سے حاصل کیا ہے جب یہ کلام پاک حاصل کیا گیا تھا تو نہایت بے غوری کی حالت میں تھا اکثر اوراق ایک دوسرے ورق سے چپکے ہوئے تھے۔ حضرت مہتمم صاحب نے اسکے ہر ورق کے درمیان ایک مہین باریک کاغذ چسپاں کراکر اسکو نہایت احتیاط سے کتب خانہ میں محفوظ کرادیا ہے۔ اس کا عکس بڑی محنت اور کوشش سے ہم نے حاصل کیا ہے اور ہم اپنے ناظرین کے حصول سعادت و برکت کیلئے آئندہ صفحہ پر درج کرتے ہیں۔ یقین ہے کہ جس گھر میں اس متبرک کلام پاک کا عکس رہیگا اسمیں حق تعالیٰ شانہ کی خاص رحمت نازل ہوگی۔

دارالعلوم میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خرقہ مبارک کا غلاف

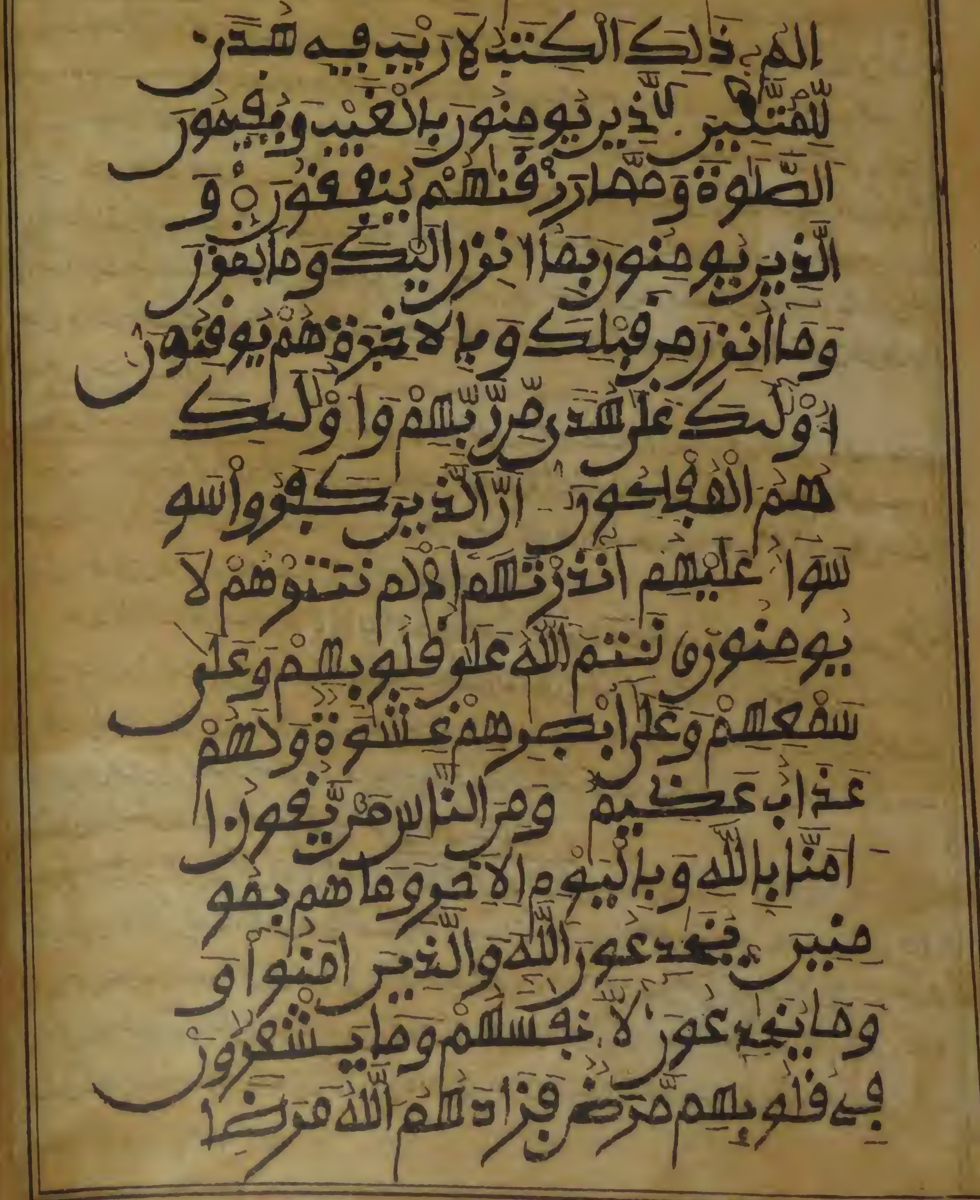
یوں تو دارالعلوم میں اور بھی بہت سے تبرکات اور نادر کتابیں موجود ہیں۔ نیز خود دارالعلوم ہی مجسم تبرک اور بزرگوں کے علمی و عملی یادگار ہے۔ لیکن ان سب سے بڑھکر جو قابل فخر و تعظیم باعث خیر و برکت تبرک خزانہ دارالعلوم میں محفوظ ہے وہ حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خرقہ مبارک کو سال بھر تک محفوظ رکھنے والا وہ مبارک غلاف ہے جو سلطان اعظم ترکی نے ہلال احمر کے چندہ کی خوشنودی میں خاص دارالعلوم کے لئے اپنے سفیر کی معرفت عطا فرمایا تھا۔

حضرت سفیر دولت عثمانیہ جب دیوبند اس بابرکت وعظمت ہدیہ سلطانی کو لیکر تشریف لائے تھے تو فرماتے تھے کہ یہ مبارک غلاف سلطان المعظم کے نزدیک بہت ہی بیش قیمت ہدیہ ہے جو سلطان المعظم نے آپکے دارالعلوم کے لئے عطا فرمایا ہے اور آپ انشاءاللہ اسکی برکات کو آنکھوں سے دیکھ لینگے۔ خرقہ مبارک کا یہ غلاف ایک نہایت ہی مہین باریک جالی دار کپڑے کا بنا ہوا ہے ہر سال خرقہ مبارک پر سے بدلا جاتا ہے اسمیں سے خرقہ مبارک نہایت صاف طور سے نظر آتا ہے سال بھر میں ایکمرتبہ حضرت سلطان المعظم معہ جملہ اراکین دولت کے نہایت اہتمام و عقیدت ادب احترام کیساتھ اس خرقہ مبارک کی زیارت فرماتے ہیں۔ اور مستعمل غلاف اسکو عطا فرماتے ہیں جسکو اس کا اہل سمجھتے ہیں۔

انسان کی فطرت نے ہمیشہ ماضی میں مستقبل کو قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے اور مستقبل میں ماضی کے چہرہ سے اسکی یاد تازہ کی ہے اسی فطری خواہش کا احساس کرکے مخصوص نمبروں کے شائع کرنیوالے آثار قدیمہ کی کھوج لگاتے ہیں اور آثار قدیمہ کے حصول کیلئے بڑی بڑی محنتیں اٹھاکر اپنے نمبر کو کامیاب بناتے ہیں۔ چنانچہ عمومی دستور سے جب ہم [illegible] ہوا تو ہمیں بھی اسکی سوچ ہوئی کہ کیا کرنا چاہیئے پھر ہماری مخصوص دارالعلوم نمبر میں "محض آثار قدیمہ" کا ذکر بھی بیجوڑ تھا [illegible] فکر بڑھ گئی۔ لیکن سنت الٰہی کے مطابق جب ہم نے اسطرف دماغ سوزی کی تو رہنمائی ہوئی اور دل میں آیا کہ دارالعلوم سے بڑھکر آثار قدیمہ کا مدلول کون ہو سکتا ہے اس خیال کے بعد پھر تو وہ سب چیزیں ذہن میں آگئیں جو آج کاغذ پر ہیں۔ اور اس لحاظ سے ان آثار قدیمہ کو جنکو اس پرچہ میں دکھلایا گیا ہے آثار متبرکہ کے نام سے یاد کرنا زیادہ قرین صواب ہے۔

حضرات تابعین رحمہم اللہ کے زمانہ کے لکھے ہوئے قرآن شریف کا قلمی عکس،

یہ متبرک قرآن شریف کتبخانہ دار العلوم میں موجود ہے۔



الم ذلك الكتب لا ريب فيه هدى
للمتقين الذين يومنون بالغيب ويقيمون
الصلوة ومما رزقنهم ينفقون و
الذين يومنون بما انزل اليك وما انزل
من قبلك وبالاخرة هم يوقنون
اولئك على هدى من ربهم واولئك
هم المفلحون ان الذين كفروا سو
سواء عليهم ءانذرتهم ام لم تنذرهم لا
يومنون ختم الله على قلوبهم وعلى
سمعهم وعلى ابصرهم غشوة ولهم
عذاب عظيم ومن الناس من يقول
امنا بالله وباليوم الاخر وما هم بمو
منين يخدعون الله والذين امنوا و
ما يخدعون الا انفسهم وما يشعرون
في قلوبهم مرض فزادهم الله مرضا



دار العلوم دیوبند کی خوشنما مسجد

دار الطلبہ جدید زیر تعمیر



سلسلہ تفسیر (۱)

نتائج القرآن

(خادم القرآن محمد طاہر صدیقی قاسمی کے قلم سے)

مقدمات ضروریہ

پہلا مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعثت سے لے کر قیامت تک کے لئے جملہ اقوام عالم کے واسطے چونکہ بشیر و نذیر، ہادی و مبلغ، داعی الی اللہ باذنہ و سراجا منیرا بنا کر بھیجے گئے ہیں اس لئے آپ پر نازل قانون بھی تمام اقوام عالم کے لئے یکساں ہے۔

آیات قرآنیہ کے مخاطب جس طرح حجازی ہیں اسی طرح افغانی اور چینی مسلمان بھی ہیں۔ تفاسیر متداولہ میں یہ چیز نہیں ہے کہ مضامین جزئیہ کو قواعد کلیہ کے تحت میں شرح طور پر واضح کیا جائے۔ مثلاً سورۃ الفیل کو عموماً مفسرین محض ایک تاریخی قصہ کی حیثیت دیتے ہیں۔ ابرہہ کی چڑھائی اور لشکر کشی کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں لیکن اس پر جو نتائج و ثمرات مرتب ہوتے ہیں اور کلی قواعد مستنبط ہوتے ہیں جو تمام ممالک کے مسلمانوں کو بلا تفریق نسل و رنگ فائدہ دینے والے ہیں ان کی طرف کامل التفات نہیں کرتے۔

دوسرا مقدمہ ربط آیات کے متعلق ہے۔ درحقیقت آیات کا باہمی ربط و تعلق سمجھ لینا ہی قرآن حکیم کی اصلی مراد سمجھ لینے کے مرادف ہے۔ روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ متعدد سورتوں کا نزول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بیک وقت شروع ہوتا تھا۔ جو حصہ قرآن حکیم کا نازل ہو لیتا تھا اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیتے تھے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں منضم کر دیا جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک سورۃ کی آیات میں کوئی خاص ارتباط ضرور ہے ورنہ کیف ما اتفق ایک مہینہ یا ایک سال میں جس قدر قرآن نازل ہوتا اسی ایک جگہ لکھ دیا جاتا۔ اس لئے اجماع امت ہے کہ ترتیب آیات توقیفی ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ترتیب دی گئی اور صحابہ کی طرف سے اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں پایا۔ تفاسیر متداولہ میں سے اکثر میں ربط آیات کا کوئی خاص اہتمام نہیں ہے اور بغیر ربط انسانی کلام نہیں ہے اور شانی کلام بھی تو عام فہم اور مختصر نہیں ہے۔

طریق فہم قرآن حکیم

تیسرا مقدمہ مفسر کا فرض ہے کہ الفاظ قرآنیہ کے معانی حقیقیہ لغویہ لے۔ ہاں اگر حقیقت متعذر ہو تو مجاز متعارف کی طرف رجوع کرے۔ جو طبقہ قرآن حکیم کے معانی حقیقیہ کو بغیر کسی عذر شرعی کے ترک نہیں کرتا ہے سمجھ لینا چاہئے کہ قرآن حکیم کا حقیقی وارث و حامل وہی طائفہ ہے۔ ہم بعون اللہ تعالی و توفیقہ بغیر کسی قوی عذر کے حقیقت کو نہ چھوڑیں گے اور جہاں چھوڑیں گے تو مجاز متعارف کو ہاتھ سے نہ جانے دیں گے۔ ہمارے طائفہ کے رئیس و تاجدار حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ میں طریقہ تشریع کے جو اصول مدون فرمائے ہیں ہمارے معروضات تفسیریہ و اعتباریہ میں اکثر انہیں کا تتبع ہوگا۔ اور یہی ہمارا امتیازی رنگ بھی ہے۔ اس حقیقت کو سامنے رکھ کر اگر مروجہ تفاسیر کو پرکھا جائے گا تو واضح ہو جائے گا کہ (لوگ) علمی کمزوریوں اور عملی بے اعتدالیوں کے سبب کس طرح اپنی رائے اور خیال کے سامنے حقیقت قرآنیہ سے منہ موڑتے ہیں اور اپنی خواہش کے مطابق قرآنی علوم کو ڈھالنا چاہتے ہیں۔ خوب سمجھ لیجئے جس نے اپنی رائے اور عقل کو قرآن میں داخل کیا وہ گمراہ ہے اور جس نے اپنی عقل و رائے کو قرآن میں محو کر دیا وہ صراط مستقیم پر ہے۔ غرض ہمارا نصب العین یہ ہے کہ قرآن کی

ایسی حقیقی تفسیر کی جائے جو نہ سلف صالحین کے خلاف ہو نہ اصول شریعت کے اور موجودہ زمانہ کی ضروریات میں قرآنی ہدایات کو اس طرح پیش کیا جائے کہ اس کا اصلی رنگ اور اس کا ممتاز خاصہ ظاہر ہو جائے تاکہ عالم میں اس کی نورانیت چمک اٹھے اور گم کردہ راہ راستہ پا جائیں۔ وہ قرآن کا اصلی رنگ کیا ہے۔ یہ ہے کہ نفرت عن الکفر والکفار والبدعۃ والمبتدعین پیدا ہو جائے۔ مرزائی صاحبان بھی قرآن پڑھاتے ہیں لیکن ان کے قرآن کا رنگ نہیں ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب تحفہ قیصریہ میں فرماتے ہیں کہ میں اور میری جماعت گورنمنٹ برطانیہ کی وفادار فوج ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کے متبعین قرآن حکیم کے اس طرز کو ہرگز پسند نہیں کریں گے جس سے تثلیث پرست عیسائیوں کی مذمت ہو لیکن تعلیم قرآنی اس کے خلاف ہے لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم ۔ لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثۃ۔

آج کل خود ساختہ دینی مسائل و احکام جس قدر تراش لئے گئے ہیں اور دین میں عملاً و قولاً جن جدید امور کا اضافہ کر دیا گیا ہے وہ اظہر من الشمس ہیں پہلے پہلے وہ چیز ہلکی معلوم ہوتی ہے اور تھوڑے عرصہ بعد ہی کے خطرناک نتائج ظاہر ہونے لگتے ہیں۔

حقیقت میں شریعت کے اوامر و نواہی اور اس کے اصول و فروع کی مثال بعینہ ایک جسم کی سی ہے جس طرح چہرہ پر ایک ہی ناک بھلی معلوم ہوتی ہے۔ اگر دوسری ناک کا اضافہ کر دیا جائے تو چہرے کا وہ حسن اور اس کی وہ زینت باقی نہیں رہ سکتی یا جس طرح جسم میں دو ہاتھ ہی لٹکتے بھلے لگتے ہیں۔ پھر وہ بھی ایک جانب کو نہیں بلکہ ایک دوسرے کے بالمقابل اگر کوئی دو ہاتھ ایک ہی طرف لٹکانے کو اچھا سمجھتا ہو۔ یا ایک ہاتھ ذرا ضرورت محض کاٹ دے تو ظاہر ہے کہ جسم کا وہ حسن اور انسان کی تقسیم شدہ قدرتی دولت کسی طرح عود نہیں کر سکتی۔ اسی طرح شریعت کے ذیلی و اصولی احکام و مسائل عبادات و معاملات میں ایک حسن و ایک تناسب رکھتے ہیں جو لوگ اپنے قصور فہم یا کم علمی و بے بضاعتی کے سبب سے دین کو اپنی عقل کے سانچے میں ڈھال لینا چاہتے ہیں ظاہر ہے کہ اس حسن و زینت تناسب و توازن کو کھو دینا ہے جب اعتقادیات میں شریعت کی اصلی صورت باقی نہ رہے گی تو عمل میں کا ہے کو رہے گی جس کے سبب اس میں قدرتی کشش و جاذبیت باقی رہتی اور جس کے اصلی صورت پر باقی رہنے سے غیر مسلم مسلمان ہونے کی طرف راغب ہوتے یا مسلم پختہ مسلمان بننے کی آرزو کرتے۔ تو گویا اہل الحاد و بدعت دین میں اختراع کی وجہ سے یصدون عن سبیل اللہ کے مصداق ہوں گے اور ایسے اشخاص سے اور ایسے محدث افعال سے جس قدر بھی کراہت و نفرت ہو کم ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو اہل بدعت سے ہوگا ہم اس کے ساتھ بدسلوکی و بدمعاملگی بھی کریں گے یا اخلاق محمدیؐ کا ان کو مکلف نہ سمجھیں گے۔ یاد رکھو یہ ہماری غرض نہیں جب کفار کے ساتھ بھی شریعت نے صلہ رحمی اور حسن اخلاق سے معاملہ کرنے کو کہا ہے تو یہ تو پھر بیچارے مسلمان ہیں کسی چیز کا قلب سے مکروہ و منکر سمجھنا اور بات ہے اور عمل میں اس کا اثر لے کر موقع بموقع اظہار اور بات ہے اور یہ حقیقت میں بزرگوں کی صحبت کی برکت ہی سے انسان میں پیدا ہوتا ہے۔

تیسرا رنگ قرآن حکیم کا یہ ہے کہ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق پیدا ہو جائے اور ان کی طرح نظر و ہمت وسیع ہو جائے وہ ایثار وہ خلوص وہ خشیۃ قلب میں پیدا ہو جائے اور جو مادہ فطری طور پر ہر انسان میں ہوتا ہے وہ ترقی کر جائے۔ گو حضرات صحابہ کی تو آج کوئی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اس لئے کہ اگر ایک طرف ان کے سامنے خدا کا علم موجیں مارتا ہوا سامنے تھا۔ تو دوسری طرف ان کے درمیان معلم پاک کا وہ نمونہ پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھا جس کے نقش قدم کی جستجو کے بغیر نجات سرمدی و حیات ابدی بھی نہیں مل سکتی مطلب یہ کہ اس ہمت و وقت نظر کے ساتھ مشابہت و مناسبت پیدا ہو جائے جو حضرات صحابہ میں اس کلام پاک کے شغل سے پیدا ہوئی تھی جو انہیں اسے کرکے دکھا دیں جو کریں اللہ اور اس کے رسول کی رضا و خوشنودی کے لئے کریں اقتصادیات و سیاسیات مدینہ میں وہ ید طولیٰ حاصل کریں اور معاملات میں خلق خدا

کی رہنمائی کے لئے وہ اہلیت پیدا کریں کہ جس سے امت محمدیہ کے علماء کاسر العلم نہ کہلائیں صحابہ نے تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے کیا کیا کیا۔ وہ چین تک تشریف لے گئے اور اسلام کی لوگوں کو دعوت دی اور آج ان کے مزارات مقدسہ ضرورت تبلیغ و اشاعت اسلام کا ہم کو زبان حال سے سبق دے رہے ہیں۔

چوتھا مقدمہ قرآن حکیم کا مکلف تو ہر ذی روح انسان ہے لیکن اس کا طالب سلیم الفطرت انسان ہیں اور سلیم الفطرت انسان سے ہماری مراد وہ انسان ہیں جن کا تعلق باللہ قائم اور درست ہو خدا کو مانتے اور جانتے ہوں۔ دہریئے اور لامذہب اور فاقد الفطرت نہ ہوں فاقد الفطرت کو پہلے سلیم الفطرت بنانا پڑے گا جس طرح انسان کی آنکھ میں اگر موتیا کا پانی اتر آئے تو آفتاب عالم تاب گو کسی قدر تیز روشنی اس پر کیوں نہ ڈالے مگر اس کو نظر نہیں آسکتا۔ اسی طرح فاقد الفطرت کو بھی اس وقت تک کلام الٰہی کا آفتاب نفع و نور نہیں پہنچا سکتا جب تک وہ اپنے قلب سے گناہوں کی سیاہی کے زنگ کو دور نہ کرے۔ قرآن حکیم اس مضمون کی تائید ان الفاظ میں فرما رہا ہے جن کا حاصل یہ کہ:-

ان ھو الا ذکر و قرآن مبین لینذر من کان حیاً و یحق القول علی الکافرین ۝	یہ تو ایک ذکر ہے اور خالص نصیحت ہے اس شخص کے لئے جو کچھ جان رکھتا ہو جوہر انسانیت جس میں کچھ باقی ہو۔

حدیث میں آیا ہے کہ:

مثل الذی یذکر ربہ والذی لا یذکر ربہ مثل الحی والمیت [illegible] مشکوٰۃ	وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اور وہ شخص جو حق سبحانہ و تعالیٰ کو یاد نہیں کرتا ان کی مثال زندہ اور مردہ کی ہے جو ذاکر

ہے وہ زندہ ہے جو غافل ہے وہ مردہ ہے۔ اگرچہ صورتاً وہ زندہ ہے کیونکہ جس کا تعلق حق و باقی سے نہیں سرچشمہ حیات ابدی سے جس کا کوئی واسطہ نہیں وہ زندہ بھی نہیں اور جس شخص کا تعلق باللہ درست اور قائم ہے سرچشمۂ حیات ابدی و نجات سرمدی سے جو بہرہ ور ہے چونکہ ہمیشہ باقی رہنے والی ذات سے اس کا واسطہ قائم ہے لہٰذا فانی کا باقی میں فنا ہو جانا اس کی بقا ہی کے لئے شہادت ہے۔

پانچواں مقدمہ تفسیر اور تاویل کے متعلق ہے اس کے متعلق بوجہ قلت صفحات ہم اس وقت کچھ لکھنے کیلئے تیار نہیں ہیں اور یہ حقیقت میں مستقل مضمون کو چاہتا ہے۔ پھر اس کو علماء ہی سمجھ بھی سکتے ہیں غیر علماء کو اس کا زیادہ تعلق نہیں ہے۔ اس لئے اس کو کسی دوسرے وقت پر ملتوی کر کے اصل سورۃ کی تفسیر و نتائج و اعتبارات شروع کر دینے کی ہی ضرورت ہم محسوس کرتے ہیں۔

سورۃ الفیل بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مکیۃ

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝

ترجمہ

کیا تو نے دیکھا کیا کیا تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا نہیں کر دیا ان کا داؤ غلط۔ بھیجے ان پر اڑتے جانور ٹکڑیاں ٹکڑیاں۔ پھینکتے تھے ان پر پتھریاں کنکر کی۔ پھر کر ڈالا ان کو جیسے بھس کھایا ہوا۔

نتیجہ یہ۔ ذوالفیل و شعائر اللہ کی تعظیم سے عزت اور ان کی توہین سے ذلت ہوتی ہے!

اس سورۃ کا نام سورۃ الفیل ہے اور اس میں پانچ آیتیں ہیں اس میں اصحاب فیل کا مشہور تاریخی قصہ ذکر کیا گیا ہے۔ اصحاب فیل نے خانہ کعبہ کو جو شعائر اللہ میں سے ایک شعار ہے مسمار کرنا چاہا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو نہایت ذلت کے ساتھ تباہ کر دیا۔

تفصیل اس واقعہ کی یہ ہے کہ ابرہہ ایک شخص تھا جو حبش کی طرف سے یمن کا گورنر بنا کر بھیجا گیا تھا اس نے بیت اللہ کی طرف خلق خدا کا رجوع دیکھ کر یہ چاہا تھا کہ اس کے مقابلہ میں ایک گرجا یمن میں بنایا جائے اور اہل عرب بجائے خانہ کعبہ میں جمع ہونے کے وہاں جمع ہوا کریں اور اس طرح انھیں اپنے دین کی طرف آہستہ آہستہ راغب کر لیا جائے

لیکن جب اس کی یہ مذموم تدبیر کارگر نہ ہوئی اور بیت اللہ شریف اس کے خلاف ظاہر ہونے لگے تو اس نے جھنجھلا کر مکہ معظمہ پر چڑھائی کی۔ مورخین اس واقعہ کے سن کی تعیین میں مختلف ہیں بعض کی یہ رائے ہے کہ یہ واقعہ اسی سال کا ہے جس سال حضرت خاتم الانبیا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم عالم نور سے اس عالم شہود میں ظہور پذیر ہوئے۔ چنانچہ ابرہہ کی ہزیمت وذلت کو ارہاصات نبوت میں سے شمار کیا گیا ہے۔ اس واقعہ سے حق تعالیٰ نے بندوں کو جتلا دیا کہ جو شخص ہمارے دین کے شعائر کو اور ہمارے دین کے کاموں کو برباد کرنا چاہے گا ہم اسی دنیا میں عزت و توقیر نہ دینگے بلکہ تباہ کردینگے۔[۱]

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ شعائر اللہ چار چیزیں[۲] ہیں بیت اللہ۔ رسول اللہ۔ کتاب اللہ۔ صلوٰۃ۔

یمن کا گورنر ابرہہ چونکہ مادی طاقت کے گھمنڈ پر ہاتھی سوار کر آیا تھا شعائر اربعہ میں سے ایک شعار بیت اللہ کی ہدم وہتک عزت کی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسے برباد کردیا

نتیجہ معلوم ہوا کہ جو شخص شعائر اللہ میں سے کسی شعار کی ہتک کرے گا اس کی دنیا و آخرت میں ذلت و رسوائی تباہی و بربادی لابد ہے اور جو جس طرح مقابلہ میں آئے گا وہ اسی تدبیر سے رسوا کیا جائے گا۔ اسی طرح یہ بھی ثابت ہوا کہ جو شخص ان کی تعظیم کرے گا وہ دنیا و عقبیٰ میں عزت و برکت پائے گا۔

اعتبار

اب ہم کو اپنے علما اور قوم کی موجودہ رفتار اور حالت کا اندازہ کرنا چاہیئے کہ آیا ہم کتاب اللہ۔ رسول اللہ۔ بیت اللہ۔ صلوٰۃ کی عزت کررہے ہیں یا توہین ؟! اور ان کی عزت کرنے کا طریقہ کیا ہے۔ سو بعد وفات نبی کریم علیہ التحیہ والتسلیم ان کی تعظیم کی واحد شکل تو یہی ہے کہ جو ان کی سنت اور ان کا اسوہ ہے اس پر چلیں اور ان کی سنتوں کو زندہ کریں۔ کیونکہ حدیث شریف میں آپ فرماتے ہیں من احیا سنتی فقد احیانی جس نے میری سنت کو زندہ کیا۔ اس نے گویا مجھے زندہ کیا۔ فی الحقیقت علما کرام وصوفیا عظام کلام اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ اور اس کے دینی مجاور ہیں پس اگر انھوں نے اپنے طریق عمل سے توہین کی تو ذلت مستلزم ہے۔

اب ہر مسلمان اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھے کہ آیا وہ نبی علیہ السلام کی تعظیم میں لگا ہوا ہے یا ان کی توہین میں ؟

جو شخص قرآن مجید کو نہایت بیش قیمت کپڑوں اور قیمتی رومالوں میں لپیٹ کر نہایت احتیاط سے ٹرنک میں بند کئے ہوئے ہے۔ نہ کبھی پڑھتا ہے نہ اس کے معانی میں غور کرتا ہے بلکہ اس کے پڑھانے اور سنانے والے جب اسے اپنی طرف بلاتے ہیں تو حیلہ بہانوں سے ٹل جاتا ہے اور دل میں کہتا ہے کہ انھیں تو دن رات معاذ اللہ یہی خبط ہوگیا ہے۔ تو خود غور کرلیا جائے کہ یہ کتاب اللہ شعائر اللہ کی عزت ہوئی یا ذلت ؟ جس طرح کسی معزز شخص کے مکتوب کی عزت یہ ہوتی ہے کہ پہلے اس کے مفہوم اور اس کی مراد کو سمجھا جاتا ہے۔ اس کے بعد اس کے موجب ہی اس کی تعمیل کی جاتی ہے۔ مثلاً کوئی دوست اپنے ایک دوست کو یہ لکھتا ہے کہ تم شب کے نو بجے فلاں اسٹیشن پر مجھ سے ملاقات کرنا اور کھانا بھی پکوا کر ساتھ لانا لیکن اس دوست نے اس تار کو پڑھ کر آنکھوں

(حاشیہ)

[۱] جس طرح قوم ثمود کو ناقۃ اللہ کی توہین کی وجہ سے برباد کردیا گیا جس طرح فرعون کو موسیٰ رسول اللہ کی توہین کی وجہ سے تباہ کردیا گیا۔ اسی طرح جنھوں نے رسول اللہ کو جھٹلایا یا ان کی سنت سے روگردانی کی وہ بھی رسوا و ذلیل کئے جائیں گے۔ ۱۲

[۲] یہ تقسیم شعائر قطعی نہیں۔ کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آیت اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ میں صفا اور مروہ کو بھی شعائر اللہ میں سے فرمایا ہے۔ اور کیا عجب ہے کہ شعائر اللہ کی حفاظت وصیانت ہی کے لئے اواخر آیت ہی کی تعمیل کے لئے اَخْرِجُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی مِنْ جَزِیْرَۃِ الْعَرَب فرمائی گئی ہو۔ کیونکہ ان دینی دشمنوں سے حفاظت دین (یعنی دین فطرت اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام) کے بارے میں کبھی اطمینان نصیب نہیں ہوسکتا تھا۔ ۱۲

سے لگایا۔ سینے پر رکھا۔ پھر اسے بوسہ دیا۔ ایک ریشمین رومال میں اس تار کو نہایت احتیاط کے ساتھ لپیٹ کر ٹرنک میں بند کرکے اپنے کاروبار میں مشغول ہوگیا۔ نہ اسٹیشن پر بروقت پہنچا۔ نہ کھانا ساتھ پکوا کر لے گیا۔ نہ کسی دوسرے ہی شخص کو اپنی طرف سے بھیجا تو جس طرح اس تار یا خط کی یہ عزت نہیں ہے اور اس دوست کی یہ محبت نہیں ہے۔ اسی طرح جو شخص کتاب اللہ ومکتوب الٰہی کو نہایت قیمتی جزدانوں میں لپیٹ کر نہایت احتیاط سے رکھتا ہے لیکن نہ کبھی تلاوت کرتا ہے نہ اس کے معانی پر غور وتامل کرتا ہے نہ مراد الٰہی کی جستجو کرتا ہے۔ احکام کی تعمیل وعدم تعمیل کا تو ذکر ہی کیا ہے تو یہ اس کی عزت ہوگی یا اہانت ؟ کام آئے گا تو وہ جو قبر میں سر کی طرف سے آکر شفاعت کرے گا اور کام آئے گی تو وہ چیز (نماز) جو داہنے جانب سے نمودار و متمثل ہوکر کہے گی کہ یہ مستحق عذاب کیسے ہوسکتا ہے اس نے تو مجھے عزیز و قرین رکھا ہے۔ آج کل جو تفاسیر ملتی ہیں باستثنائے چندان میں یا نحوی ترکیب کا حل بتلایا گیا ہے یا شان نزول کی کچھ تشریح کردی گئی ہے لیکن وہ اصول وضوابط قرآنی جن کے باعث صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین ساری دنیا پر بھاری تھے ان کی طرف توجہ نہیں کی جاتی اور ان ہی کے فقدان کے باعث وہ اخلاق فاضلہ وملکات باطنیہ ہم میں پیدا نہیں ہوتے جو پہلے قرآن دانوں میں تھے۔ ان مٹھی بھر انسانوں نے جن میں قرآنی کمالات کا ظہور ہوا تھا جن میں عادات نبویہ کا رسوخ ہوا تھا۔ بڑی بڑی منظم اور صدیوں کی حکومتوں کو زیر وزبر کرڈالا تھا۔ نہ صرف زیر و زبر ہی کیا بلکہ اپنی تعمیری نظام اور فوجی ترتیب بھی ایسی قائم کی کہ دنیا انگشت بدنداں رہ گئی۔

کیا صحابہ کرام نے قرآن اسی طرح پڑھا تھا جس طرح ہم پڑھتے ہیں۔ تیرہ سال میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ صرف سورہ بقرہ ختم کرتے ہیں اور ختم کرکے نہایت مسرور ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ اس مسرت میں ایک اونٹ ذبح کرکے اپنے احباب کی دعوت کرتے ہیں لیکن اس ایک سورۃ کو پڑھ لینے کے بعد جو فوجی نظام اپنے عہد میں انھوں نے باندھا اور فتوحات اسلامیہ کا جو سنہرا ورق صفحات تاریخ میں اضافہ کیا وہ نہ صرف ہمارے لئے ہی مسرت وفخر کا باعث ہے بلکہ زندہ قوموں کے لئے وہ زندگی کا ایک سبق ہے اور اسی لئے انھیں آج اعتراف میں کوئی باک بھی نہیں ہے۔ ہم نے معاملہ بالعکس کردیا ہے۔ ہم تیرہ سال میں تو دیگر علوم وفنون پڑھتے ہیں۔ راتوں کو جگتے اور محنت کرتے ہیں اور تیرہ مہینہ بھی نہیں صرف سوا مہینہ میں سارا قرآن حکیم جلالین شریف کے عبور کرنے کے ساتھ پڑھ لیتے ہیں ہم نے وسائل کو مقصود قرار دے رکھا ہے اور مقصود کو وسائل کے مرتبہ میں رکھ چھوڑا ہے۔ جو غذا تھی اسے تو ہم نے مصالحہ بنالیا ہے اور جو مصالحہ تھا اسے ہم نے غذا بنالی ہے۔ اور حدیث نبوی کی تحصیل بھی ہم اسی طرح کرتے ہیں کہ ایک سال میں صحاح ستہ کو پورا کرلینا فرض سمجھتے ہیں۔ جو مدرسین طلبا سے کہتے ہیں کہ بھائی کس طرح کتابیں ختم ہوں گی اور اس طریقہ سے کیا فائدہ ہے تو کہتے ہیں کہ گھر سے خط آیا ہے کہ شعبان کی ۱۵ تاریخ تک ضرور فارغ ہوکر آجاؤ شادی کا تصفیہ کرلیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے حدیث خوانوں کو حسن غریب کا بھی پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کیا چیز ہے۔ کیا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی عزت ہونی چاہیئے تھی ؟

قرآن حکیم کے پڑھنے کا ایک آسان طریقہ جب اس سورۃ کے مضامین کے نتائج سے ہم پر یہ واضح ہوگیا کہ شعائر اللہ کی عزت سے عزت وابستہ ہے اور ہمارے موجودہ حالات بھی ہمارے پیش نظر ہیں تو پھر کیوں نہ ہمیں جلد سے جلد اپنی موجودہ دینی حالت میں تغیر پیدا کرلینا چاہیئے اور کیوں نہ ہم پر نیند حرام اور دنیا ہمارے لئے تلخ ہوجائے۔ جب تک ہم کلام الٰہی اور ضروری تعلیم دین سے واقف ہونے کا سامان نہ کرلیں۔ یاد رکھو قرآن حکیم جس طرح ایک فلسفی کو ساری عمر اپنی حکمتوں اور بلاغتوں سے مصروف وتحیر رکھتا ہے اور جب اس کی قوت فکریہ قرآن حکیم کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو جدید علوم کا اکتساب انکشاف کرتی رہتی اسی طرح اس شخص کے لئے قرآن حکیم ایک آسان کتاب بھی ہے جس کا مقصد صرف رضائے باری سبحانہ وتعالیٰ ہے اور اپنے قلب کو نور الٰہی سے معمور بنانا ہے ہمارے خیال میں اس کی واحد صورت یہ ہے کہ اپنے شہر یا قصبہ کے کسی مدرسہ میں چند آدمی ایک جامع و متقی عالم سے بشرطیکہ مقلد ہو ترجمہ شروع کرلیں اور روزانہ کاروبار میں مشغول ہونے سے پہلے ایک رکوع کی تعلیم حاصل کرلیا کریں

"میں تنہا نہیں بلکہ ہم سب"

(ازمولوی یعقوب الرحمٰن صاحب عثمانی فاضل دیوبند پروفیسر عثمانیہ کالج ورنگل)

دنیا میں جس قدر مذاہب موجود ہیں ہر ایک کی عبادت اور اس کا طریقہ خاص ہے۔ اسلام درحقیقت تمام مذاہب کی تکمیل کا نام ہے اسلئے ضروری تھا کہ اس کی عبادت بھی مکمل ہو۔ اسی لئے عبادت الٰہی کے وہ طریقے جو علیحدہ علیحدہ ملل ومذاہب میں موجود ہیں مجموعی طور سے اسلام کی عبادت میں جمع ہیں۔ یا یوں سمجھئے کہ ان تمام طرق عبادت کی روح واصل ہی کا نام اسلام کی عبادت ہے۔

ذرا تامل کیجئے تو معلوم ہوگا کہ انسان اپنے تئیں تنہا نہیں ہے بلکہ اس کے اندر یا اس کے ہمراہ ایک عالم موجود ہے۔ روح کے سوا جسم اور اس کے اعضاء۔ ہاتھ۔ آنکھ۔ ناک وغیرہ درحقیقت الگ الگ ہستیاں ہیں اور گو ظاہر میں یہ اشیاء اپنے وابستہ تعلقات کے سبب جدا جدا نہ تصور ہوتی ہوں بلکہ تمام جسم اور روح ایک ہی شے معلوم ہوتی ہو۔ مگر فی الحقیقت ہر ایک شئی مستقل اور جداگانہ حیثیت رکھتی ہے۔ ہر عضو کا کام جدا وضع قطع الگ غرض اپنے اپنے تشخص کی وجہ سے ہر عضو بنفسہٖ ایک مستقل ہستی ہے۔ لہٰذا ہر انسان گویا ایک جماعت ہے جو آپس میں اس طرح مربوط کردی گئی ہے کہ جدا جدا معلوم نہیں ہوتی۔

مختلف مذاہب میں انسانی اعضاء میں سے کسی نہ کسی خاص عضو یا جزو ہی کو عبادت کے لئے مخصوص کرلیا گیا ہے۔ لیکن اسلام میں جسم و روح اعضاء۔ جوارح دل۔ دماغ۔ تمام اجزاء انسانی کی ریاضت کا نام عبادت ہے نہیں کہ صرف قلب یا ناموش روح یا اعضاء دیگر ہی عبادت الٰہی میں مصروف ہوں۔ جوگیوں کے قصے سنے ہوں گے تو معلوم ہوا ہوگا کہ کسی نے ایک ہاتھ ہی سکھا کر عبادت کی کسی نے ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر خدا سے رشتہ جوڑنا چاہا کسی نے خاموشی ہی کو عبادت کے بارے میں اپنا مسلک قرار دیا اور بعض ملل میں تو صرف زبان ہی سے کلمات حمدیہ کہہ کر خلاصی حاصل کی جاتی ہے جیسا کہ آج کل عیسائیوں کی عبادت سے واضح ہوتا ہے لیکن آپ جستجو کرکے دیکھیں گے تو سوائے اسلام کے یہ شرف کسی مذہب کو حاصل نہیں کہ خدا کی عبادت میں اس کا دل اور روح اور تمام اعضاء بلکہ لباس تک شریک ہو۔

خداوند وحدہ لاشریک کا بندہ اور رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی جب سربسجود ہوتا ہے تو تنہا سر بسجود نہیں ہوتا بلکہ ایک عالم کو ساتھ لیکر بارگاہ الٰہیہ میں جھکتا ہے اس کی روح۔ اس کا دل ودماغ۔ اس کے اعضاء وجوارح بلکہ بدن کے کپڑے تک سب ہی سربسجدہ ہوتے ہیں اور جب کہ مسلمان تنہا عبادت نہیں کرتا بلکہ ایک عالم کو لے کر نماز پڑھتا اور عبادت کرتا ہے اور بسا اوقات ملائکہ بھی اس کے ساتھ شریک ہوجاتے ہیں تو اس کا یہ کہنا کب درست ہوسکتا ہے کہ میں تنہا تیری عبادت کرتا ہوں (ایاک اعبد) بلکہ عقلاً بھی یہ ضروری ہے کہ اس کی زبان سے یہ کلمات نکلیں (ایاک نعبد) ہم سب تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور ضرور ہے کہ اس کا سینہ قبلہ کی طرف ہو تو ہاتھ پاؤں کی انگلیاں بھی متوجہ الی القبلہ ہوں پیشانی اگر سجدہ میں ہو تو اس کی آنکھ ناک بھی زمین سے لگ جائے غرض کہ آنکھ، ناک ہاتھ، پاؤں سب کے سب اس طرح قائم ہوں جس سے معلوم ہو کہ ہر ایک عضو مصروف فی العبادۃ ہے لہٰذا ضروری ہے کہ آنکھیں سجدہ کی جگہ یا دل کی جگہ دیکھیں اِدھر اُدھر اوپر نیچے نہ دیکھیں غرض نماز کی شرعی ہیئت سے ہر شخص یہ محسوس کرتا ہے کہ عبادت کرنے والے کا جسم بھی روح بلکہ ہر شئے خدائے حی وقیوم کی طرف متوجہ ہے۔

دن بھر انسان دنیا کے کاموں میں مشغول رہتا ہے وہ اپنے ارگرد عزیز واقارب۔ دوست احباب کے جھگڑے کو دیکھتا۔ اور ہاتھ۔ کان۔ آنکھ وغیرہ سے اس کی خدمت میں منہمک رہتا ہے۔ زبان سے ان تمام کے ساتھ حسب مراتب گفتگو کرتا اور تعریف و توصیف کرتا رہتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ نماز میں مخلوق سے یکسر قطع ہو جائے۔ اور اس وقت اپنے آپ بے یارو مددگار تنہا تصور کرے۔ اس کی زبان مخلوق سے الگ ہو کر خالق سے ہمکلام ہو جیسا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الصّلوٰۃ معراج المؤمنین ہاتھ اور پاؤں وغیرہ تمام متعلقین کے فرائض وامور مفوضہ سے قطع ہو کر صرف خالق کی راہ اطاعت وانقیاد میں لگ جائیں۔ قلب، روح جو دن بھر متعلقین کے متعلق غور وخوض کرتا رہا ہمہ تن خدا کی طرف متوجہ ہوجائے غرض انسان جو درحقیقت عالم اصغر ہے اور جس کے متعلق ارشاد ہے کہ من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہٗ اپنے تمام عالم اور جہان کو لے کر خداوند قدوس کی بارگاہ میں جائے۔

البتہ یہ ضرور ہے کہ جس طرح ہر جماعت کا ایک صدر اور ہر عمل کا ایک مرکز ہوتا ہے۔ اسی طرح قلب اس تمام عالم انسان کا صدر اور افعال اعمال انسانی کا مرکز ہے کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فی الجسد لمضغۃ فاذا صلح صلحت الجسد کلہ واذا فسد فسدت الجسد کلہ یعنی انسان کے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ایسا ہے کہ اگر وہ تندرست و صحیح ہوجائے تو تمام بدن صحیح ہوجائے اور وہ فاسد ہوجائے بگڑ جائے تو تمام بدن فاسد ہوجاتا ہے آپ ذرا انصاف فرمائیں کہ اگر ذرا انسان ایک عالم نہ ہوتا اور اس کا ہر عضو ایک جداگانہ ہستی نہ رکھتا تو اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ خدا کے سامنے اس کے برے بھلے اعمال کے متعلق کیونکر گواہی دیسکتے۔ جس کے آخرت ہی میں انسان کو معلوم ہوگا کہ میرے ساتھ ایک دنیا ہے اور میری ہر ایک شئی جداگانہ ہستی رکھتی ہے بلکہ وہاں تو اعمال بھی مجسم ومتشکل ہوجائیں گے۔ لہٰذا کیسے ممکن تھا کہ ہم کو خداوند تعالے ایاک اعبد میں تنہا تیری عبادت کرتا ہوں کہنے کا حکم فرماتے بلکہ ایاک نعبد فرما کر اس حکمت واصول سے مطلع کردیا گیا کہ "تو تنہا نہیں بلکہ ایک عالم ہے"۔ اور نماز اس طریقہ سے پڑھنی چاہئیے کہ ہر عضو مشغول فی العبادۃ اور منقطع عن المخلوق ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

خطاب بہ مصطفیٰ کمال

مذہب وحکومت

(ازمولوی یعقوب الرحمٰن صاحب عثمانی پروفیسر عثمانیہ کالج ورنگل)

شہید نازشِ تہذیبِ یورپ ۔۔۔ قتیلِ شیوۂ تجدیدِ یورپ

بترس از لغزشِ سترِ سیاست ۔۔۔ بترس از خندۂ تجدیدِ یورپ

مشو آزاد از حبلِ الٰہی ۔۔۔ اسیرِ رشتۂ تقلیدِ یورپ

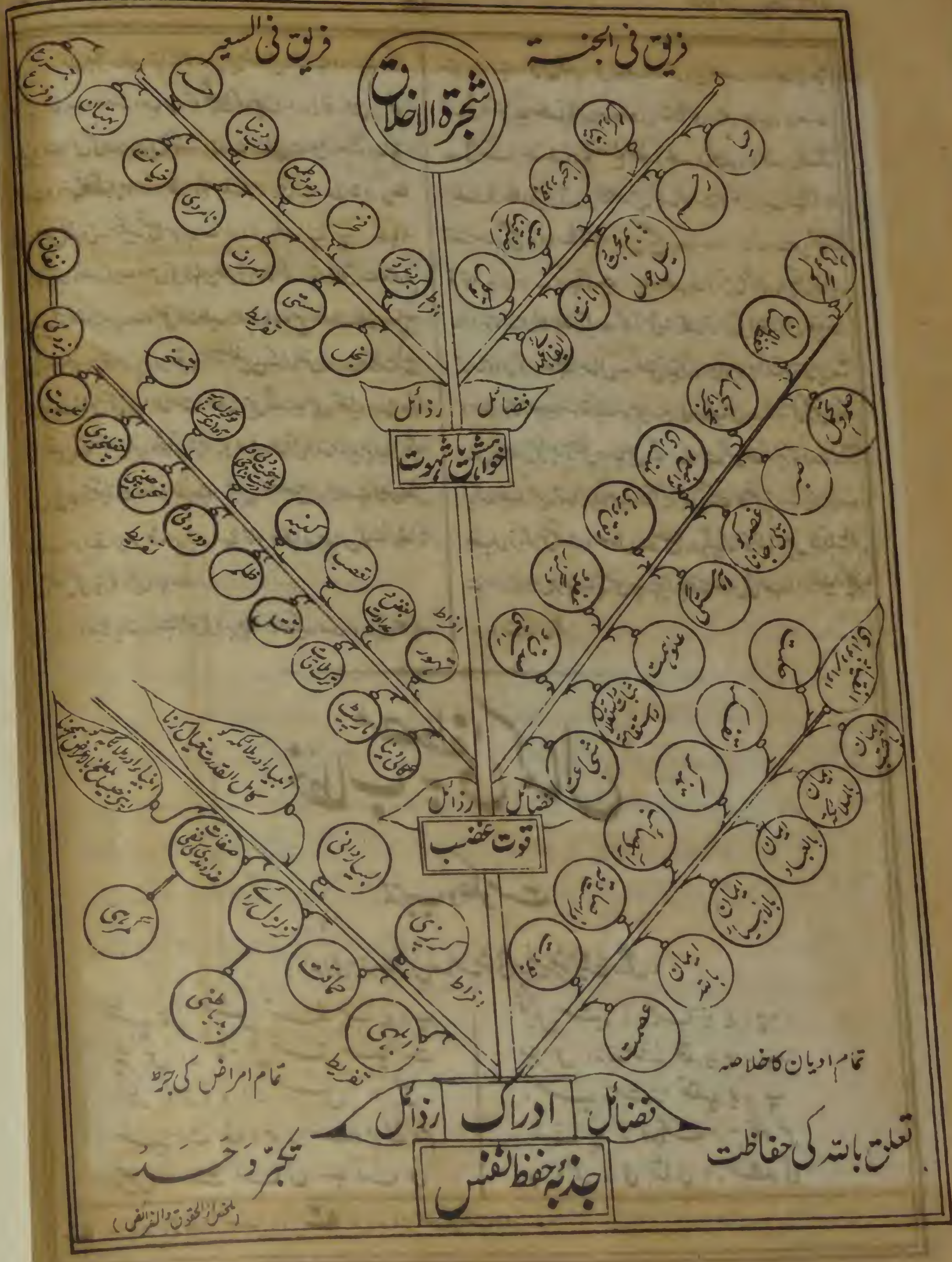
سیاست خادم[1] و اسلام مخدوم ۔۔۔ نشاید کردن مخدوم محکوم

ہمیں است کمالِ بے کمالی ۔۔۔ جدا گردی جمالی[2] از جلالی

[1] مراد از مذہب ۱۲ [2] مراد از حکومت ۱۲



نمونۂ دارالعلوم [illegible]



تحسین دارالعلوم

(از حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہٗ سرپرست دارالعلوم دیوبند)

کارپردازان القاسم کی بڑی ہی سعادت ہے کہ القاسم کے سرپرست اعلیحضرت حکیم الامت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ العالی القاسم کا خصوصیت سے خیال فرماتے ہیں۔ جب خدام نے یہ استدعا پیش کی کہ دارالعلوم نمبر کے لئے حضرت اقدس چاہے مختصر ہی مضمون عطا فرمائیں لیکن بطور تبرک ضرور شرکت فرمائیں تو حضرت اقدس نے بہت ہی جلد اپنے مضمون گہربار سے خدام کی عزت افزائی فرمائی ہمارے پاس کیا ہے کہ ہم اس سے اس احسان کا معاوضہ پیش کریں۔ بجز اس کے کہ خلاق عالم کی درگاہ میں یہ دعا کریں کہ وہ ہماری جماعت کے سرتاج و سرخیل کارواں کی عمر اور مدارج میں ترقی عطا فرمائے اور ہمارے لئے اس سایۂ رحمت کو تا دیر مسند ارشاد پر قائم رکھتے ہوئے زندہ سلامت رکھے آمین۔　(نائب المدیر)

بعد الحمد والصلوٰۃ یہ تحریر محترم عزیز نائب مدیر القاسم کی ایک فرمائش کا امتثال ہے جس میں ظاہر کیا گیا ہے کہ القاسم کا ایک خصوصی نمبر شائع کرنے کا ارادہ ہے اور یہ کہ میرا مقصود اس نمبر کے شائع کرنے سے محض دارالعلوم کی چونسٹھ سالہ خدمات اور اس کے اکابر و بانیان کی اسوۂ حسنہ کا قوم کے سامنے پیش کرنا ہے نہایت امید و توقع کے ساتھ یہ عریضہ ارسال کر رہا ہے کہ چند صفحوں کا مضمون ضرور ارسال فرمائیں گے۔ اہ ملخصاً

چونکہ میرے پاس نہ خارج میں نہ ذہن میں اس کا کافی مادہ موجود تھا اور جو کچھ تھا بھی وہ بوجہ استغناء باہل المشاہدہ کے مستحضر نہ ہوتا تھا۔ اس لئے اس فرمائش کے امتثال کی کوئی صورت میرے خیال میں نہ آئی۔ قریب تھا کہ عذر کرکے سبکدوش ہو جاؤں کہ یکایک شان وھو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا کا ظہور ہوا اور بے ساختہ قلب میں وارد ہوا کہ فرمائش کے دو جزو ہیں (۱) ذکر خدمات دارالعلوم (۲) ذکر اکابر دارالعلوم۔ اگر ذہن جزو اول کو محیط نہیں تو جزو ثانی سے محاط تو ہے اور گو محاط کو محیط کا ادراک تام نہیں ہوتا لیکن شرکت کی برکت حاصل کرنے کے لئے ادراک غیر تام بھی کافی ہے۔ کما قال العارف الرومی رحمہ اللہ ؎

قدر تو بگذشت از درک عقول　　عقل در شرح شما شد بوالفضول
گرچہ عاجز آمد ایں عقل از بیاں　　عاجزانہ جنبشے باید دراں
ان شیئا کلہ لا یدرک　　اعلموا ان کلہ لا یترک
گرچہ نتواں خورد طوفان سحاب　　کے تواں کردن بترک خورد آب
آب دریا را اگر نتواں کشید　　ہم بقدر تشنگی باید چشید
آب جیحوں را اگر نتواں کشید　　ہم ز قدر تشنگی نتواں برید

اور ادراک تام اس جزو کا تفصیل تھی اسوۂ حسنہ کی اور ادراک غیر تام اظہار ہے محض فہرست کا اس لئے صرف اس جزو ثانی کے درجۂ اجمال پر اکتفا کیا گیا۔ نیز بنا بر قاعدہ عقلیہ ثبوت الشئی للشئی فرع ثبوت المثبت لہ جزو اول فرع ہے جزو ثانی کی۔ پھر جزو ثانی میں بھی درجہ اول اصل و اساس ہے درجہ مابعد کی۔ اس لئے اس مقام پر صرف درجہ اول کے حضرات اکابر کی مختصر فہرست کو اختیار کیا گیا اور چونکہ اقتباساً من حدیث اصحابی کالنجوم یہ حضرات بمنزلہ نجوم اور ان کے فیوض بمنزلہ انوار نجوم کے ہیں۔ اس لئے نجوم کے خاص اس وصف وارد فی النص ولقد زینا السماء الدنیا بمصابیح کے اعتبار سے اس تحریر کا لقب تحسین دارالعلوم بتزیین انوار النجوم (باضافۃ التزیین الی الفاعل) تجویز کیا گیا۔ اور نجوم کے دوسرے اوصاف واردہ فی النصوص وجدانا

رجوم الشیاطین وھو الذی جعل لکم النجوم لتھتدوا بہا فی ظلمات البر والبحر کے اعتبار سے مع الحاق کے سمیتہ بنظیرہ السابق الملقب بتحصین دار العلوم من تسخین نار السموم کمل لقب اس کا یہ قرار دیا گیا تحصین دار العلوم بتزیین انوار النجوم من الذین ھم للخلفاء رماۃ رجوم۔ ولتبلغہ[2] ھداۃ فی اللیالی الحسوم[3] ضمیمۃ تحصین دار العلوم من تسخین نار السموم۔ اب وقت ہے کہ اس فہرست کو پیش کروں اور چونکہ اس مضمون کی ترتیب کے وقت مجکو یاد آگیا کہ اپنے زمانہ طالب علمی میں جو کہ مبارک عہد تھا اس دور اول کا اپنے رسالہ زیر و بم میں کہ اسی زمانہ کا لکھا ہوا ہے جبکہ میری عمر اٹھارہ سال کی تھی میں ایک مضمون کی تبعیت میں اس فہرست کو قید نظم میں لا چکا ہوں۔ مناسب اور سہل معلوم ہوا کہ اسی نظم کو یہاں نقل کر دوں اور گو اس نظم میں تبعاً بعض دوسرے خدام مدرسہ کا بھی ذکر ہے اور نیز مقصود دوسرے معاصر اکابر کا بھی جن میں بعض اہل سلسلہ کے ہیں اور بعض دوسرے سلسلہ کے اور خصوصیت موضوع اس کو مقتضی تھی کہ تلخیص کے بعد وہ نظم نقل کی جاتی۔ مگر چونکہ اس دور کا پورا نقشہ یعنی مدرسہ کا بھی اور ماحول کا بھی دکھلانا بوجہ اس کے کہ جذبات مقصودہ کا محرک تھا نیز منجملہ مقاصد ہے اس لئے اس نظم کو بلا تلخیص بعینہ مع مضمون متبوع و مع حواشی نقل کر دینا اصلح و انفع معلوم ہوا۔ چنانچہ ذیل میں نقل کرتا ہوں اور اس وقت اس سے زیادہ پڑا ہے کو تو ذہن میں پاتا۔ ولعل اللہ یحدث[4] بعد ذالک امرا

۱ ابھی مسودہ کی حالت میں ہے ۱۲ ۲ الطالبین الحق من حدیث یا باغی الخیر اقبل ۱۲ ۳ فی القاموس اللیالی الحسوم التی تحسم الخیر من اہلہا ۱۲ منہ ۴ اشارۃ الی احتمال ضبط ما یتفق احیاناً من سرد بعض من حکایات ھؤلاء الاکابر فی غیرہ فکانت المدرسۃ بعد ھذا الذکر الواقع والمتوقع کشجرۃ طیبۃ والمذکور منہا بھذا النحو کاصلہا الثابت وما لعلہ یجی ذکرہ من غیرہ کفرعہا فی السماء وما یفید کلا الذکرین کالثمرۃ التی تؤتیہا کل حین باذن ربہا ونظیرہ الامثال کما یضرب اللہ الامثال لعلہم یتذکرون ۱۲ منہ

الابیات الموعودۃ من مثنوی زیر و بم وھی تسعون بیتا

اے بسا عاقل بہ نزدیک خدا — مردماں دانند پس احمق ورا
عقل دنیا را ہمی گویند عقل — برخلاف مقتضائے عقل و نقل
عقل گفتن عقل جزوی را خطا — عقل کلی عقل دین است اے فتا
عقل کلی را بگفتہ مصطفیٰ — عقل[5] اول ما خلق رب العلیٰ
عقل کلی از صفات انبیاء — عقل کلی مے رساند تا خدا
عقل جزوی گر رسد کافی درین — پس دلی گشتے رئیس الملحدین
لیک حال مردماں معکوس شد — عقل در رائے شاں ہمہ منکوس شد
گر کسے باشد منافق پر دغا — مردماں دانند پس عاقل ورا
بے خبر باشد کسے گر زیں جہاں — پس شمارندش ز جملہ احمقاں
خلق گوید غافلاں را عاقلاں — عاقلاں را می شمارد ابلہاں
جاہلاں را می شمارد عالماں — گمرہاں را مے شمارد ہادیاں
عالمان و ہادیاں گشتند گم — اتخذتم جاہلین[6] رأسکم
فوت گشتند آں ہمہ مردان پاک — اے کجا رفتند اندر زیر خاک
اے کجا رفتند آں مردان راہ — اے کجا رفتند مقبولان شاہ
اے کجا رفتند پاکان خدا — اے کجا رفتند شاہان ہدیٰ
اے کجا رفتند سلطانان دیں — اے کجا رفتند آں اہل یقیں
اے کجا رفتند دیں را حاملاں — اے کجا رفتند جمع کاملاں
اے کجا رفتند آں خوشبوئے گل غنی — یعنی مولانا[7] شہ عبد الغنی
بود او ہند و عرب را پیشوا — نیز روم و شام را بُد رہنما

۵ در حدیث است اول ما خلق اللہ العقل اے پیشتریں ہر چہ آفرید خداوندگار خرد است ۱۲ منہ مدظلہ
۶ گرفتید شما جاہلان را رہنمائے خود ۱۲ منہ
۷ مولانا شاہ عبد الغنی صاحب علیہ الرحمۃ اصلش از دہلی است پیش از ارادۂ ہجرت بسوئے مدینہ منورہ شتافت و بہ پنجم محرم ۱۲۹۵ھ ایں سپنجی سرا گذاشت ۱۲ منہ

ہر کسے کو مے نمودے یک نگاہ — مے رسیدے واصل بدرگاہ الٰہ
دستگیر مستفیدان طریق — طالباں را در حقیقت بُد رفیق
بود کامل ہم بعلم ظاہری — نور مشیخت در احادیث نبی
اے کجا رفت آں تقی و آں نقی — مولوی شیخ محمد تھانوی
بود دریائے بعلم ظاہری — بحر مواج بعلم باطنی
ہور تمثش چوں خضر و شیر چوں ملک — ہمت او بود عالی از فلک
در کلامش آں چناں تاثیر بود — مردماں را ہوش و صبرے می ربود
قطب کامل بود و مقبول خدا — یا الٰہی پوشش در رحمت ورا
ہست او را یک خلیفہ اے ہمام — قاضی اسمٰعیل منگلوری ست نام
پرتو مرشد درو جلوہ گر است — رتبۂ او از فلک بالاتر است
یا الٰہی دار او را بالدوام — بر سر طلاب و جملہ خاص و عام
اے کجا رفت آں بعلم دیں امیر — مولوی احمد علی[1] بے نظیر
در سہارنپور بود او را وطن — بُد محدث ہم فقیہ اندر زمن
منبع فیض و عطا بود آنجناب — بود جاری فیض او چوں آفتاب
بود عابد متقی و پارسا — معدن جود و سخا کان عطا
صد ہزاراں اند شاگردان او — بامروت بود و باخلق نکو
اے کجا رفت آں مدار اہتدا — آل محمد قاسم[3] مولائے ما
آیتے بودہ ز آیات خدا — منبع جود و سخا کان عطا
بود در اخلاص نیکو بے سہیم — سابق[4] الاقران بالخلق العظیم
منبع علم لدنی بود آں — وقت تقریرش بُدے گوہر نشاں

حامی اسلام و دین احمدی — ردکن جملہ ہنود و پادری
مرشد متوصل برائے طالباں — ہادی کامل برائے گمرہاں
داشت صرف علم دیں ہمت بلند — مدرسہ کردہ بنا در دیوبند[5]
مہتمم جملہ مدرس بے نظیر — فیض شان لامع چوں خورشید منیر
آنکہ سازد مدرسہ را اہتمام ہمام — ہست مولانا رفیع الدین[6] بنام
عقل کامل دارد و رائے صواب — عقل اول ہست شاگرد جناب
خلق چوں خلق عظیم انبیاء — طالب راہ خدا را پیشوا
رہنمائے غاویان و گمرہاں — ہادی راہ خدائے مستعاں
ہم شریک مشورہ او نور عین — ہست حضرت حاجی عابد حسین
عالم کامل ولی مرد خدا — پائے او بر پائے فخر انبیا
ہم جمالی ہم جلالی شان او — کان حلم و مخزن خلق نکو
نقش تقریرش مثال نقش[7] [illegible] — فیض او بر خاص و عامی[8] مثل بدر
مشتمل مدرس ہست اندر مدرسہ — ہر یکے استاد کامل آمدہ
مولوی یعقوب[9] صاحب ادیب — عالم جملہ فن دنیا و دیں
ہم بہ علم باطنی دارد کمال — ہست مقبول خدائے ذوالجلال
مرشد کامل ولی بے بدل — عابد و زاہد نقی و بے خلل
اوست بحر کامل و استاد کل — اوست جز اکمل استاد اجل
دو دگر نیز آں مسالک شرع نبی — مولوی سید احمد[10] دہلوی
وصف ذہن او اگر سازم رقم — ختم نبود بشکند صد ہا قلم

۱ تلامذہ از مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب تاریخ وفات ۱۲۹۶ھ ۱۲ منہ
۲ شاگرد رشید جناب مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب محدث دہلوی وطناً مکی مہاجراً تاریخ وفات ۱۲۹۷ھ ۔ مادہ تاریخ اختر ناہم ۱۲ منہ
۳ وطن حضرت قصبہ نانوتہ است بفتح بر دو نون در ضلع سہارنپور قیام بہ دیوبند مے بود۔ مزار شریف ہم در آن است مادۂ تاریخ وفات "مرد فخر علما اے ہائے" ۱۲۹۷ھ ۱۲ منہ
۴ سبقت بردہ بود بر ہمعصران خود در خلق بزرگ ۱۲ منہ

۵ دیوبند قصبہ الیست در ضلع سہارنپور آنجا مدرسہ الیست بزرگ تعمیر مدرسہ قابل دید است جناب مولانا استاد نا مولوی محمد یعقوب صاحب تاریخ تعمیر "شرف عمارت" ۱۲۹۲ یافتہ اند ۱۲ منہ
۶ وقت نظم کتاب ہذا بقید حیات بودند ۱۲ منہ
۷ باشتہ ز التحریک اندازہ و حکم خدا ۱۲ منہ
۸ عامی در اصل بہ تشدید میم است منسوب بہ عامہ فارسیاں تخفیف شدہ در اکثر مخفف سازند ۱۲ منہ ۹ وقت نظم این کتاب ازیں دار فانی تشریف بردہ داشتند ۱۲ منہ ۱۰ وقت تصنیف این کتاب زندہ بودند ۱۲ منہ

خاتم معقول و علم فلسفه ہم ریاضی[1] و علوم مشکله
پارسا و متقی۔ کم گو۔ حلیم ہم سخی و ہم جواد و ہم کریم
نسبتی آں متقی نامور مولوی محمود[2] صاحب خوش سیر
در حدیث و فقه و تفسیر و اصول شہرتے کامل بدارد در نحول
المعی و لوذعی دریائے علم منبع خلق و تواضع کان حلم
برز بانش ہست مضمون کتاب ہست تقریرش چو بارنده سحاب
چاریمیں آں صاحب ذہن و ذکا شیخ محمود حسن مولائے ما
ذہن کامل دارد و فکر سلیم فطرت عالی و طبع مستقیم
عالم معقول و منقول ست آں نزد اہل فضل مقبول ست آں
فہم ثاقب دارد و عقل رسا متقی و صالح است و پارسا
پنجمیں استاد درس فارسی مولوی منفعت صاحب تقی
آں ششم از بہر قرآن مجید یعنی حافظ نام دار خاں سعید
ہست یک منشی ایناں را امام مرد دیں منشی سراج الحق[3] بنام
یاخدا ایں مدرسه قائم بدار فیض او جاری شود لیل و نہار
فیض عام مدرسه تا دائم ست داں ز مولانا محمد قاسم ست
چونکه مولانا ازیں دار الفنا کرد رحلت سوئے آں دار البقا
مدرسه را شد مربی سرپرست آنکه نور فیض او چوں خور ست
یعنی مولانا رشید احمد ولی آنکه ہندست از فیوضش ممتلی
متقی و حافظ خیر الکلام مرشد کامل ولی دین را امام
ہم محدث ہم فقیه و ہم وجیه صوفی صافی مفسر ہم نبیه
ہم خلیفه خاص آں کامل ولی حاجی امداد[4] اللہ تھانوی

آنکه فیضش ہست مثل آفتاب گر نه بینی ہست بر قلبت حجاب
سرگروه اولیاء کاملین اعظم الاقطاب کہف العارفین
چوں ہوس کردم که مدح او کنم قول جامی کرد جان را روشنم
آنکه چوں در مدحش اندیشد خیال ناطقه حیراں بماند نطق لال
کے بسر گردد ایں سر شگرف جلوه دادن در لباس صوت و حرف
ہیچ به ازاں نیست کیں امر خطیر واگذارم ہم بآں صافی ضمیر
تا کند از فضل احسان و کرم مدح خود ہم در عرب ہم در عجم
مدح خورشید ار نه گوید ہوشمند فیض نور او بود مدحش بسند
در بمدح مشک نکشاید نفس مشک را اوصاف بوئے مشک بس
چوں بمدح کس ندارد افتقار بر دعا اولی نمایم اختصار

باد دائم باخدائے مستعان
سایه افگن بر رؤس طالباں

اب اس مضموں کو ایک عظیم اور مقدس بشارت و علامت مقبولیت مدرسه پر ختم کرتا ہوں اور وہ بشارت حضرت سیدی و مرشدی الحاج الحافظ الشاہ محمد امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ کا ایک ملفوظ ہے جو مجموعۂ[5] مکتوبات کے مکتوب ہیجدہم بنام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب و حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہما کا ایک جزو ہے جو ابتدائے مدرسه کے وقت صادر ہوا ہے ملفوظ از اجراء مدرسه علم دین بسعی آں عزیزان و عزیزم حافظ عابد حسین صاحب چه خوشی ہا رو نمود که بر بیان نمے آید۔ خدا تعالیٰ ایں امر را مدام جاری دارد و ساعیان و باعثان ایں را جزائے خیر دہاد اھ

اس دعا کے بعد حسب ارشاد عارف رومی ؎

---

[1] اگرچه ریاضی ہم از اقسام علم فلسفه ہست لیکن وجه تخصیص اینکه جناب مولانا بالخصوص در فن ریاضیه ید طولی می داشتند و بکمال مہارت این فنون مشہور و معروف ۱۲

[2] ہنگام تصنیف ایں کتاب زنده بودند ۱۲ منه مدظله

[3] ہر دو وقت تصنیف کتاب زنده بودند ۱۲ منه مدظلہم

[4] حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ اصل شان از قصبۂ تھانه بھون ست بایام غدر بعزم ہجرت بمکه معظمه شتافتند و از فیوض خویش ہمه عالمیاں را از نافـ... زمین به اقطار عالم سیراب نمودند تا اینکه ہمیں سال در سیزدہم ماه جمادی الثانی ۱۳۱۷ھ وقت اذان صبح واصل بحق شدند رضی اللہ عنه و قدس سرہٗ۔ مزار شریف به جنت المعلیٰ است بجنب جناب مولانا رحمۃ اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیه قریب نماز ظہر مدفون شدند انا للہ و انا الیه راجعون ۱۲ منه

[5] انشاء اللہ عنقریب طبع ہونے والا ہے۔

تو چنیں خواہی خدا خواہد چنیں می دہد حق آرزوئے متقیں

اللہ تعالیٰ سے غالب امید ہے که مدرسه دار العلوم انشاء اللہ تعالیٰ ہمیشه ہمیشه مہبط رجال و محط رحال اور ہر طالب مشتاق وہاں پہنچ کر سکر و سرور سے متبسم و مترنم بدیں حال و قال رہے گا ؎

آز مودم[1] صد ہزاراں بار بیش بے تو شیریں می نه بینم کار خویش
غن لی یا منیتی لحن النشور ابرکی یا ناقتی تم السرور
ابلعی یا ارض دمعی قد کفی اشربی یا نفس وردا قد صفا
عدت یا عیدی الینا مرحبا نعم ما روحت یا ریح الصبا
سکن یار ست و شہر شاه من پیش عاشق ایں بود حب الوطن
جانش خنداں شد ازاں روضۂ جاں از نسیم یوسف مصر خیاں
قلت یا حادی انخ لی ناقتی جاء اسعادی و طارت فاقتی
ابرکی یا ناقتی طاب الامور ان دیدن[2] ذا منا جات الصدور
اسرحی یا ناقتی حول الریاض ان دیدن[3] ذالتانعه المفاض
ساربانان بار بکشا ز اشتراں شہر دیمن[4] ہست و کوی گلستاں

اللہم اجعل دار العلوم دائمة قائمة و فیوضہا و برکاتہا نامیة عامة

ع ایں دعا از من و از جمله جہاں آمین باد ولنختم الکلام علیٰ آمین وصلی اللہ تعالیٰ علی النبی الامین۔ ابد الآبدین و دہر الداہرین

کتبه اشرف علی عفی عنه قریبًا من اٰخر سنة ۱۳۴۶ھ

---

[1] ہذه عشرة اشعار من المقامین وفی کل منہما لطیفة من کون الطرفین فارسیا والثلثة المتوسطة عربیا ۱۲

[2-3-4] مخفف من دیوبند لضرورة الوزن وهو جار علی الالسنة بکثرة وکان فی الاصل ان تبریراو تبزیر است فبه لة لخصوصیة المقام وزدت کلمة ذا و حرف الہاء فی اول بیت لاستقامة الوزن ۱۲ منه

انسان کب انسان بنتا ہے؟

(از افادات جناب مولانا احمد علی صاحب لاہوری)

(۱)

اے انسان! ابتداء تیری یہ ہے کہ تو ماں کے پیٹ میں ایک نطفہ تھا نہ تجھ میں کوئی حس و حرکت تھی۔ نہ شکل و صورت۔ خون کا ایک منجمد لوتھڑا تھا۔ خدا کی گلکاریوں اور قدرت کی صناعیوں سے نو ماہ اور چند دن میں تو ایک جیتی جاگتی زندہ تصویر ہو گیا جب دنیا میں تو نے قدم رکھا تو سرنگوں تھا۔ مادرزاد ننگا تھا۔ نہ تجھے کھانے کا ہوش تھا نہ پینے کی خبر تھی۔ نجاست اور پاکیزگی میں امتیاز تھا۔ نہ مراتب انسانیت کا لحاظ تھا اس طرح سے تو نے رفتہ رفتہ ہوش سنبھالا عقل کی روشنی میں دنیا کی سیر کی خدائی خدام کی دستگیری و تربیت سے آخر تو جاہ، خدم، تزک و احتشام والا ہوا۔ اور انا خیر منہ کا مدعی بن گیا۔ خدائی خدام (والدین) کی دل آزاری کرنے لگا انتہا تیری یہ ہے کہ ایک دن مرکر بے جان ہو جائے گا۔ انسانیت کی مشین چلتے چلتے رک جائے گی۔ روح جسم سے پرواز کر جائے گی۔ جیسا پہلے بے حس و حرکت تھا ایسے ہی مرکر ہو جائے گا اور اپنے بے جان جسم سے تو سرتاپا خدا کی ہستی کا ایک کھلا ہوا ثبوت بن جائے گا۔

یا تو تیری حالت یہ تھی کہ کوئی تجھے نظر بھر کر بھی دیکھ نہ سکتا تھا جانور پر بھی نہیں مار سکتا تھا۔ یا مرنے کے بعد تیری حالت یہ ہو جاتی ہے کہ اگر کوئی روبرو گالیاں دے، تو کچھ کر نہیں سکتا۔ تو دو من مٹی کے ڈھیر کے نیچے دبا دیجئے تو فریاد نہیں کر سکتا جسم کو جلا دیجئے تو اُف نہیں کر سکتا مانڈوں کے پڑے ہوئے جسم کو اگر جانور تکا بوٹی کر دیں تو ناک بھوں نہیں چڑھا سکتا۔ دس جوتے کوئی لگا دے تو چوں نہیں کر سکتا۔ کیا مرنے کے بعد انسان کے اعزہ و اقرباء اس کی لاش کو جلد سے جلد گھر سے نکالنے کے متمنی نہیں ہوتے۔ کیا جس کو نفیس سے نفیس مکانوں میں رکھتے تھے اسکو جنگل میں یکہ و تنہا چھوڑ کر چلے نہیں آتے۔

پس اے انسان جبکہ تیری ابتداء وہ تھی اور انتہا یہ ہے اور عجز و بے کسی کا تو ایک مجسم پتلا ہے تو کیا اس سرگزشت سے یہ باور نہیں ہو جاتا کہ تو خود اپنا بنانے والا نہیں بلکہ تیرا بنانے والا خالق کوئی اور ہے تو خود اپنا مالک نہیں بلکہ کوئی اور ہی تیرا مالک ہے۔ اگر تو اپنا بنانے والا خود ہوتا تو شاید بجائے نطفہ کے عطر معطر سے اپنے کو بناتا اور بجائے ماں کے رحم کی تنگ و تاریک کوٹھڑی کے صناعان یورپ سے نفیس اصیل قیمتی دھاتوں کے سانچے اپنے لئے ڈھلواتا۔ ایک فٹ مربع میں تربیت پانے کے بجائے کسی وسیع پُر فضا مقام کو اپنے لئے مخصوص کرتا۔ غذا کے لئے غلیظ و ناپاک خون کے بجائے اعلیٰ قسم کے کیک مکھن بسکٹ اور طرح طرح کے الوان و نعمت اپنے لئے مہیا کرتا پس جبکہ تو اپنا بنانے والا خود نہیں۔ تیرے اختیار میں کوئی چیز نہیں۔ تیرا پیدا کرنے والا کوئی اور ہے اور اس نے جس طرح چاہا اپنی قدرت سے تجھے بنایا تو اب اس پر غور کر کہ آخر دنیا میں ہزاروں اشیاء کے ہوتے ہوئے تیری کیا ضرورت تھی۔ تیرے پیدا کرنے سے تیرے مالک کا منشاء کیا ہے۔ یہ زمین کس کے لئے دن رات قسم قسم کے میوے اور طرح طرح کی غذائیں ڈھال ڈھال کر پہنچا رہی ہے یہ آسمان کس کے لئے سایہ کئے ہوئے ہے کس لئے رحمت کی تقسیم ہمیشہ کرتا رہتا ہے۔ یہ اندھیرا روشنی کے بعد کیوں آتا ہے اور روشنی اس اندھیرے کو پھر کیوں ہویدا کر دیتی ہے پھر ایسے مقررہ اصول پر کہ کچھ سے کچھ ہو جائے مگر ان کے اوقات میں فرق نہیں ہوتا۔ دنیا ادھر سے اُدھر ہو جائے پر اُن کے معینہ نظام میں ایک رائی کا بل نہیں آتا۔

اے انسان اگر تو نے تھوڑا سا بھی غور کیا ہے تو تجھے معلوم ہو جائیگا کہ یہ سب چیزیں تیرے وجود کے لئے معین و مددگار اور ذریعہ حیات ہیں یہ سب چیزیں تیرے کارآمد ہیں مگر تو ان میں سے کسی کے کام کا نہیں ہے اگر ہوا ایک منٹ کو نہ چلے تو تو زندہ نہیں رہ سکتا۔ اگر دنیا میں قدرتی روشنی ہی کا دور دورہ ہے تو تو آرام نہیں پا سکتا۔ اگر آفتاب نہ نکلے تو تو مارے خنکی کے جی نہیں سکتا۔ برخلاف اس کے ہزاروں انسان پیدا ہو کر فنا ہو گئے لیکن سورج میں اور چاند میں۔ ہوا میں اور پانی میں۔ دن میں اور رات میں خشکی میں اور تری میں کسی قسم کا کوئی فرق نہیں آیا۔ پس جبکہ تو ان میں سے کسی کے بھی کام کا نہیں ہے تو قدرت کی صناعیوں اور بالغ حکمتوں کو دیکھتے ہوئے لامحالہ یہی کہنا پڑتا ہے کہ تو خدا کے لئے پیدا ہوا ہے۔ دنیا تیرے لئے ہے اور تو خدا کے لئے۔ غرض جبکہ تو خود اپنے کو بنانے والا بھی نہیں اور دنیا کی جملہ اشیاء کے تو کارآمد بھی نہیں بلکہ اپنے مالک و خالق کے لئے پیدا ہوا ہے تو کیا تیرا فرض نہیں ہے کہ تو اپنے بنانے والے کے سامنے شرم و حیا سے آنکھیں نیچی رکھے اور اس کے جملہ احکام کی پابندی کرے۔ ہر نقل و حرکت نشست و برخاست وضع قطع میں اپنے کو پابند سمجھتے ہوئے وہی بات اختیار کرے جو تیرے مالک اور تیرے بنانے والے کو پسند آئے۔ اپنی مرضی کو اس کی مرضی کے تابع کر دے۔ اپنے اعمال کو اس کی خوشنودی کے لئے وقف کر دے۔ اس کی رضا حاصل کرنے کیلئے اس کی طرف بڑھے اور جھکے۔ اگر تو نے ایسا کیا ہے تو بیشک تو فرمانبردار مسلمان۔ باحیا شریف۔ بھلا مانس۔ نیک بخت انسان ہے اور دنیا میں تجھ سے اعلیٰ و اشرف کوئی چیز نہیں لیکن اگر تو نے مطلق العنانی کی ہے جس نے تجھے بنایا تو نے اسی کو بھلایا ہے جس کا کھایا ہے۔ اسی کو گھورا ہے جس نے اپنی عظمت و جبروت کے لئے تجھے موجود کیا تو نے اسی کی خدائی میں انا ربکم الاعلیٰ کا دعویٰ کیا ہے۔ فرض منصبی کے پورا کرنے کے بجائے نافرمانی پر تُل گیا ہے جو کہا گیا ہے اسی کے خلاف عمل کرتا گیا ہے تو بلاشبہ تیرے لئے ان الفاظ کے خلاف جو لغظاً بھی استعمال کئے جائیں بجا ہیں اور تجھے کافر نعمت اگر کہا جائے تو درست ہے اور ایسی حالت میں تو بے شعور حیوانات سے بھی بشہادت قرآن مجید بدتر ہے۔

مسلمات انسانی سے استدلال اے انسان کیا تیرے اندر روح اور جسم دو چیزیں نہیں ہیں؟ کیا روح کی خواہشات اور جسم کی خواہشات علیحدہ علیحدہ نہیں ہیں؟ اگر خواہشات روحانی اور احساسات جسمانی جدا جدا ہیں تو کیا دونوں مساوی حیثیت رکھتے ہیں؟ یا ایک دوسرے پر ترجیح رکھتے ہیں؟

کون نہیں جانتا کہ روح انسان کا جزو اشرف اور اعلیٰ ہے اور جسم انسان کا جزو ثانی اور جزو سافل ہے۔ ایک تابع ہے ایک متبوع ہے۔ ایک حاکم ہے دوسرا محکوم ہے۔ لہٰذا اگر بہیمیت و جسمانیت کا تقاضا ہے کہ لذیذ و نفیس غذائیں کھائے۔ لباس ہائے فاخرہ پہنے اور لہو و لعب میں مصروف ہو اور روحانیت و ملکیت چاہتی ہے کہ ذکر الٰہی کا شغل ہو اور عالم روحانیت کا دور دورہ ہے۔ عالم اسباب سے تعلق بھی ہو تو کامل نہ ہو بلکہ مسبب الاسباب پر نظر رہے تو کیا ہم کو خواہشات روحانی کو مقدم نہیں رکھنا چاہئیے۔ دانا انسان اُسے سمجھو جو بہیمی اور ملکی خواہشات کو خط اعتدال پر لے آئے اور جب ملکیت و بہیمیت کی خواہشات میں تضاد واقع ہو تو ملکی خواہشات کو مقدم رکھے۔ دنیا کی مستعار زندگی کو جو دو عدموں کے درمیان ایک نقطہ وجود کی طرح سے واقع ہوئی ہے۔ اگر کسی نے اس میں بہیمی خواہشات کا تو پورا خیال کیا لیکن ملکی خواہشات کو پس پشت ڈال دیا تو سمجھ لو کہ وہ بیمار ہے۔ اس کا تعلق خدا سے اطمینان بخش نہیں ہے زندہ رہتے ہوئے وہ مردہ ہے۔ کیونکہ ایک جزو (ملکیت) کو اس نے بیکار کر دیا ہے۔ اے انسان جبکہ تو نے ملکی خواہشات کو پامال کر دیا اس کی غذا کو حسب خواہش مہیا نہ کیا تو کیا تیری قدرتی ملکیت ضعیف ہوتی ہوتی مُردہ نہ ہو جائے گی۔ کیا تیرا علاقہ عالم ملکوت سے منقطع نہ ہو جائیگا اور چونکہ عالم ملکوت کا عالم اسباب سے بالیقین گہرا تعلق ہے۔ ایک دوسرے کا ربط و تعلق باہم بمنزلہ دماغ اور دیگر اعضاء کے ہے تو کیا ایسی حالت میں تیرا تعلق عالم اسباب سے بھی درست رہ سکتا ہے۔ ہرگز نہیں خسر الدنیا والآخرۃ ذلک هو الخسران المبین ایسے ہی

موقع میں چسپاں ہوتا ہے۔ خداوندعالم فرماتا ہے کہ:-

ومن یتبع غیر سبیل المؤمنین
نولی ما تولی ونصلہ
جہنم وساءت مصیرا

الحاصل جبکہ گزشتہ مضمون کے سلسلہ میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ انسان اسی وقت انسان کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے جبکہ وہ اپنے اندر ملکیت وروحانیت کو بہیمیت ونفسانیت پر غالب رکھے تو اب یہ بات بھی سمجھ لینے کی ہے کہ ملکیت کو بڑھانے اور اس کو زندہ رکھنے والی کیا چیز ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جو چیز عالم اسباب میں ملکیت کے بڑھانے کے لئے تیار کی جائے گی وہ بوجہ روح کے لطیف ہونے اور عالم بالا سے تعلق رکھنے کے ناقص وغیر مکمل ہوگی پس عقلاً واستدلالاً عرفاً وشرعاً ہم کو یہی ماننا پڑے گا کہ ملکیت کو قائم اور زندہ وسلامت رکھنے کے لئے عالم بالا ہی سے بذریعہ الہام ووحی الفاظ کے سانچوں میں ایک نور اتارا جانا چاہیئے تھا جو انسان کے مختلف مراحل میں اس کی رہنمائی فرمائے۔ اصلاح بنی آدم کیلئے ضرورت تھی کہ خدائی ٹیلیفون کا کرنٹ حضرات ملائکہ کی وساطت سے انبیاء علیہم السلام کے قلوب مطہرہ میں قائم کیا جائے۔ چنانچہ فاوحی الی عبدہ ما اوحی کا جب ظہور ہوا۔ فاران کی چوٹیوں پر جب نور قرآن چمکا تو پھر وہ غیر مہذب اور وحشی قوم جس کے یہاں ستم کرم تھا اور سفاکی رحم تھی وہ قوم متمدن مہذب بنی بچھڑے ہوئے بندوں کا خدا سے رشتہ جڑا۔ غلامی سے سرداری پر اور انسانیت سے ملکیت کے منصب پر فائز ہوئے۔

عزیز دوستو! نظام عالم میں ہر ایک چیز منظم ومرتب ہے۔ کوئی کام بے سلیقہ نہیں ہو رہا ہے۔ جب انسان اپنے کاموں میں بدنظمی اور بے ترتیبی کو پسند نہیں کرتا تو خالق عز برہانہ جو انسان کا اور تمام عالم کا پیدا کرنے والا ہے وہ کب اس کو گوارا کر سکتا ہے۔

جس طرح دنیا کی ہر ایک گورنمنٹ اپنی رعایا کے تحفظ کے لئے چیدہ دماغ وتجربہ رکھنے والوں سے قانون بنوا کر شائع کرتی ہے اور اشاعت الفاظ کے ساتھ اس امر کی کوشش بھی کرتی ہے کہ اس قانون کا مطلب صحیح سمجھا جائے، ایسے پروفیسر تیار کرتی ہے جو اس قانون کا صحیح مطلب رعایا کے کانوں تک پہنچائیں۔ ایسے کالج بناتی ہے جہاں رعایا کے چیدہ دماغ آئیں اور مصالح قانون سے پورے آشنا ہوں تاکہ دنیا میں بد امنی کے بجائے امن واطمینان، رنج وغم کے بجائے راحت ومسرت، بے آرامی کے بجائے چین اور سکھ کا دور دورہ ہو جائے۔ اسی طرح خداوندعالم نے دنیا وعقبیٰ کی دائمی راحت وسکون کے لئے روح وجسم کے تعلق کے بقاء واستحکام وعروج کے لئے ایک مکمل غیر متبدل قانون حضرت معلم کتاب وحکمت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہم تک پہنچایا۔

جس طرح گورنمنٹ اپنے قانون کی حفاظت خود کرتی ہے اور ایک مخصوص جماعت اس کی تشریح وتوضیح کے لئے کام کرتی ہے۔ ہر کس وناکس کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ قانون کے جو چاہے معنی لے کر عمل درآمد کرے۔ اسی طرح حسب وعدہ الٰہی قرآن مجید کی حفاظت براہ راست حق تعالیٰ ہی سے متعلق رہے گی اور حسب ارشاد رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم لایزال طائفۃ من امتی منصورین علی الحق ایک جماعت امت محمدیہ میں ہمیشہ ایسی باقی رہے گی اور اس کو زمانہ کی بادہائے مخالف سے کوئی گزند نہ پہنچے گا جس کے بتلائے ہوئے معنی صحیح ہوں گے۔

(۲)

تعلیم الٰہی ہونے کا معیار۔ چونکہ دنیا میں ہر مذہب اپنی حقانیت کا مدعی ہے اور اپنی تعلیم کو الٰہی تعلیم کہتا ہے اس لئے ضرورت ہے کہ ایک ایسا معیار قائم کیا جائے جس کے بعد یہ واضح ہو جائے کہ کونسی تعلیم تعلیم الٰہی کہلانے کی سب سے زیادہ مستحق ہے۔

(۱) خداتعالیٰ نے ایک ہی چیز یعنی مٹی سے ایک ہی طریقہ پر سب انسانوں کو پیدا کیا ہے بحیثیت خالق ہونے کے اس کو سب انسانوں سے یکساں تعلق ہے۔ لہٰذا تعلیم الٰہی کا پہلا خاصہ یہ ہوگا کہ سب انسانوں کو یکساں بنائے، کالے اور گورے۔ رومی اور حبشی۔ چینی وہندی۔ افغانی وحجازی ترکی وایرانی کی تمیز اٹھا دے۔ البتہ اگر ان میں سے ایک شخص اللہ تعالیٰ سے زیادہ ربط ضبط قائم رکھتا ہے اور دوسرا پیدا ہو کر نافرمانی کرتا ہے اور حق

ہو گیا ہے تو ان دونوں میں سے البتہ پہلے کو دوسرے پر یقینی ترجیح ہوگی۔
اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ ۝ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ
معلوم ہوا کہ متاع تقویٰ ہی آخرت اور دنیا میں کارآمد ہے اور جو مذہب اسلام خشیتہ الٰہی کی زیادہ تلقین کرتا ہے یہی مذہب حقانی ہے۔

دوسرا خاصہ یہ ہے کہ تمام انسانوں کو ایک خدائے واحد کا غلام بنائے اور غیراللہ کا رعب دل سے نکال دے۔

تیسرا خاصہ اس تعلیم پاک کا یہ ہے کہ ایثار وما دہ قربانی انسان میں پیدا ہو جائے یعنی وہ سمجھنے لگے کہ مر کر انسان زندہ ہوتا ہے۔ اور زندہ مرنے کے لئے ہوتا ہے اور مرنا اس لئے محبوب ہو کر وصال رب العالمین میسر ہو۔

چوتھا خاصہ یہ ہے کہ دنیا ومافیہا کی مملکت اور اس کے لوازمات اس کی نظر میں رضائے الٰہی کے مقابلہ پر پشہ کی برابر بھی حیثیت نہ رکھتی ہوں

تمام کتب وصحائف سماویہ جن کو تعلیم الٰہی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے مثلاً توراۃ وانجیل۔ زبور، صحف ابراہیم وموسیٰ۔ ان تمام کتابوں اور صحیفوں کے ماننے والوں کا ایمان ہے کہ یہ سب الہامی اور منزل من اللہ ہیں لیکن معیار مذکور کے لحاظ سے اگر کسی کتاب کے اندر بدرجہ اتم یہ خوبیاں موجود ہیں تو وہ قرآن مجید ہے۔ اسی تعلیم نے سابقہ مذہبی جماعتوں میں جو شرک پسندی۔ مادہ پرستی۔ دہریت۔ لامذہبی آگئی تھی اس کو کھو دیا۔ اور اسی تعلیم کی بدولت تمام دنیا ایک کلمہ توحید کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو سکے گی۔

قرآن مجید نے اپنے متبعین میں کیا انقلاب کیا حقیقت میں بات تو یہ ہے کہ اس موضوع پر قلم اٹھانے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ دوست اور دشمن سب جانتے ہیں کہ عرب کی اسلام سے پہلے خصوصاً اور تمام دنیا کی حالت عموماً کیا تھی۔ اور بعد از قبول اسلام انھیں لوگوں میں کیا جوہر پیدا ہو گئے لیکن خوابیدہ مسلمانوں کو اپنے اسلاف کا نقشہ دکھلانے کے لئے کچھ عرض کیا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ ہمارا اسلام اس سانچہ میں ڈھلا ہوا اصلی اسلام نہیں ہے جو پہلوں کا تھا ہمارا اسلام نقلی اسلام ہے۔ نافہ آہو اگر اصلی کسی کو مل جاتا ہے تو اس کا سارا گھر خوشبو سے مہکنے لگتا ہے لیکن اگر نقلی نافہ کسی کو ملے گا تو کوئی بھی خوشبو اس میں نہ ملے گی۔

حقیقی مسلمانوں کا تعلق باللہ یہ تھا کہ:-

(۱) وہ تمام سے کٹ کر ایک خدائے قدوس سے جڑ گئے تھے۔ سب سے منہ موڑ کر اس کے غلام بن گئے تھے۔ قرآن کا ان میں یہ اثر تھا

(۲) قرآن مجید نے غیراللہ کا رعب دلوں سے نکال دیا تھا۔ فقط ایک خدائے قہار کا خوف وخشیت قائم کر دیا تھا۔

(۳) ہر لمحہ زندگی میں رضائے مولیٰ از ہمہ اولیٰ سمجھتے تھے۔

(۴) شعائراللہ (کتاب اللہ۔ رسول اللہ۔ بیت اللہ۔ صلوٰۃ وغیرہ) کی عزت اپنی زندگی سے زیادہ ضروری سمجھتے تھے۔

حقیقی مسلمانوں کا آپس میں معاملہ یہ تھا۔

(۵) تربیت مجازی چونکہ حق تعالیٰ نے ہر انسان کی اس کے والدین کے اوپر عائد کر دی ہے۔ اس لئے خداتعالیٰ کے بعد والدین کی اطاعت فرض سمجھتے تھے۔

(۶) والدین کے متعلقین (دادیہال نانیہال) کی عزت کو بھی اپنا فریضہ سمجھتے تھے۔

(۷) مساوات وایثار۔ رافت ورحمت نصرت حق واعراض عن الباطل بھی ان کا مایہ ناز تھا۔

(۸) مظلوم کی مدد ان کا شیوہ تھا۔

(۹) حاکم بن کر محکوم کی خدمت کو اپنی بندگی کے لئے مکمل ومتمم سمجھتے تھے۔

صحابہ کا طرز معاشرت

(۱) سادگی ان کا شعار تھا۔

(۲) سپاہ گری ان کا فن تھا۔

(۳) سخاوت ان کا لباس تھا۔

(۴) شجاعت ان کا دل تھا۔
(۵) تواضع ان کا تاج تھا۔
(۶) غیرت ان کا طغرائے امتیاز تھا۔
(۷) ہمت ان کی لونڈی تھی۔
(۸) حمیت اسلامی ان کا ممتاز خاصہ تھا۔
(۹) اس لئے امداد الٰہی بھی ان کے ساتھ ہر آن شامل حال تھی۔

مسلمانوں کی موجودہ بے چینی کے اصلی اسباب

مسلمانوں نے جہاں حمیت و انسانیت کو خیرباد کہا وہیں انھوں نے خدا اور اس کی منزل من اللہ تعلیم سے بھی منہ موڑا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ جن اصول کو وہ صحیح جانتے اور مانتے ہیں انھیں پر عمل کی توفیق چھوٹ گئی۔

اگر مسلمان خداوند عالم سے جُڑ جائیں تو بس پھر تو جدھر رب اُدھر سب کے قاعدہ سے ساری دنیا ان کی ہو جائیگی مسلمانو. جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ قرآن اس لئے حاصل کرو کہ ترقی ہوگی یا قرآن کا درس اس لئے حاصل کرو کہ تجارت میں زیادتی ہوگی وہ حقیقت میں قرآن مجید کے استعمال میں ایک معنی سے خود غرضی کر رہے ہیں۔ قرآن مجید کو اس لئے پڑھو کہ حق تعالیٰ کا کلام ہے اسے اس لئے حاصل کرو کہ وہ ہم سے راضی ہو جائے۔ چاہے دنیا ملے یا نہ ملے۔ تجارت میں ترقی ہو یا نہ ہو +

عورتوں کے حقوق شریعت اسلام میں

(از خامہ جناب مولانا غلام مرشد صاحب لاہور بھاٹی دروازہ)

ہمارے واجب الاحترام بزرگ مولانا غلام مرشد صاحب مدظلہ نے ہماری مخلصانہ استدعا پر جو نہایت اہم اور ضروری مضمون عورتوں کی موجودہ حالت کے متعلق عطا فرمایا ہے اس سے نہ صرف ہماری عزت افزائی ہی ہوئی ہے بلکہ انصاف اور حق کے جملہ متلاشیوں پر مولانا نے بڑا احسان فرمایا ہے اس لئے ہماری شکرگزاری میں ان سب ناظرین کو شریک سمجھنا چاہئے جو اس نافع مضمون کا مطالعہ فرمائیں گے۔ حق تعالیٰ مولانا کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے اور جملہ اعذار و تکالیف سے محفوظ رکھے آمین۔

امید ہے کہ ناظرین القاسم کو مولانا موصوف اپنے بلند پایہ مضامین سے گاہے ماہے ضرور محظوظ فرماتے رہیں گے" نائب المدیر۔

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا تمسکوھن ضرارا ان (عورتوں) کو دکھ دینے کے لئے نہ روک رکھو۔

تاریخ شاہد ہے کہ آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے انسان جہالت کی بے انتہا تاریکیوں میں گھرا ہوا تھا اور تمدن و معاشرت کے ابتدائی قوانین سے ناواقف محض تھا۔ خدا تعالیٰ کے فرستادوں کے جلائے ہوئے چراغ بجھ چکے تھے۔ وحی الٰہی کے صاف چشمے تحریف کی گندگیوں سے پُر آلودہ بن چکے تھے۔ تمام ممالک کے باشندے علم کی روشنی سے معرا ہو چکے تھے حضرت قتادہ رضی اللہ تعالے عنہ فرماتے ہیں کہ خدائے قدوس نے سورۂ روم کی آیت ۴۱ میں انسان کی اسی حالت زار کو بیان فرمایا ہے (تفسیر طبری ص ۲۹ ج ۲۱) انسان کی اس ناگفتہ بہ حالت میں جس کا نام قرآن پاک نے "زمانہ جاہلیت" رکھا ہے۔ جہاں اور ہزاروں قسم کی اعتقادی تمدنی معاشرتی برائیوں کا دور دورہ تھا۔ وہاں صنف نازک پر بھی طرح طرح کے ظلم و ستم ہو رہے تھے

سنگدل باپ چیختی چلاتی ہوئی لخت جگر کو تنگ و تاریک گڑھے میں دھکا دے کر اور اس پر منوں مٹی ڈال کر اپنی جہنمی قساوت کا ثبوت دیتا تھا۔ بدخلق وارث بے کس بیوہ کو اس کی مرضی کے خلاف اپنے نکاح میں لا کر یا کسی دوسرے کے نکاح میں دے کر اپنی جہالت کو نمایاں کرتا تھا۔ اوباش سردار دوسری قوموں کی گرفتار کردہ عورتوں سے زناکاری کرا کر اس حرام کاری کی کمائی کو حلال مال سمجھ کر اپنی بے حیائی پر مہر ثبت کرتا تھا۔ ظالم خاوند مسکین بیوی کو بلا قصور سیکڑوں مرتبہ طلاق دیتا تھا۔ اور ہر بار اختتام عدت کے قریب اس کو اپنی بیوی کہہ کر عورت کی آزادی میں مانع ہوتا تھا۔ سفاک خاوند کی جب مظلوم بیوی سے طبیعت سیر ہو جاتی تھی اور اپنے اغراض شہوانی پورے کر لیتا تھا اور اس کے حسن کی بہار جاتی رہتی تھی اور اس کو آزاد کرنا بھی حمیت جاہلیت کے خلاف جانتا تھا تو جدید محبوبہ کو یقین دلانے کے لئے قسم کھا لیتا تھا کہ میں اس کے قریب نہیں جاؤں گا۔ اس طرح وہ عورت نہ خاوند والی ہوتی۔ نہ دوسری جگہ نکاح کر سکتی۔ عرب والے اپنے عرف میں اس قسم کی بے تعلقی کو ایلا کہتے تھے بعض دفعہ قدیم منکوحہ کو ایذا پہنچانے کی غرض سے اور جدید منکوحہ کو اطمینان دلانے کے لئے منکوحہ قدیم کو ماں کہہ کر اسی طرح معلقہ چھوڑ دیا جاتا تھا کہ نہ وہ مطلقہ کے حکم میں ہوتی تھی نہ منکوحہ کے اس کو وہ اپنی اصطلاح میں ظہار کہتے تھے۔ ان تمام طریقوں سے عورت ایک ایسی مظلومانہ حالت میں ہو جاتی تھی جس سے نکلنے کے لئے اس کے پاس کوئی علاج نہ ہوتا تھا

یہ اور اسی قسم کے تمام مظالم کی خدائے قدوس نے آیت مذکورہ بالا میں مردوں کو ممانعت فرمائی اور علی الاعلان فیصلہ فرمایا کہ جن ذرائع سے عورتوں کو محض دکھ دینے کے لئے روکا جاتا ہے وہ تمام حرام ہیں اور اس حکم کی خلاف ورزی کرنے والا ظالم ہے۔ پروردگار عالم کے احکام کی استہزا کرنے والا ہے۔

ان رسوم باطلہ اور افعال ظالمانہ کی اصلاح اس رنگ میں فرمائی کہ تین طلاق کے بعد منکوحہ عورت خاوند کے نکاح سے ہمیشہ کے لئے نکل جائے گی۔ اس پر جبر کرنے کا خاوند کو کوئی حق نہیں رہے گا۔ بلکہ بغیر حلالہ جدیدہ کے اگر عورت کی رضامندی حاصل بھی کر لی جائے تو بھی عورت کو نکاح میں نہیں لا سکتا۔ وہ عفت و پاکدامنی کی خاطر اگر دوسرے خاوند سے نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے اور مطلقہ کے رشتہ داروں کو اپنی عزت و آبرو کی خاطر مظلوم عورت کے نکاح کا فکر لازم ہے۔ سابق خاوند کی زخمی غیرت کا عذر تین طلاقیں دینے کے بعد قابل پذیرائی نہیں کیونکہ طلاق دینے کے وقت مرد کے پاس اگر کوئی معقول وجہ تھی تو طلاق دینا غیرت کے خلاف تھا۔ ورنہ اب اس کا روکنا اور اپنے حرم میں رکھنا غیرت کے خلاف ہے۔ بے شک ایک یا دو طلاقیں دے کر عدت کے اندر اس کو اپنی بیوی بنا سکتا ہے بشرطیکہ اس رجعت اور علاقہ زناشوئی سے اس کا مقصد اصلاح ہو۔ اور آئندہ دستور شرعی کے مطابق تعلقات قائم رکھنے کا ارادہ ہو۔ ایسی حالت میں عورت کی عارضی ناپسندیدگی کا بھی کوئی خیال نہ ہوگا۔ اس امر کو خدائے قدوس نے ان الفاظ میں فرمایا۔ وبعولتھن احق بردھن فی ذلک ان ارادوا اصلاحا ط اور اس (اثنا) میں ان کے خاوندان کو واپس لینے کے زیادہ حقدار ہیں اگر وہ اصلاح چاہیں۔

اور اگر عدت گزرنے کے بعد خیال پیدا ہو کہ اس کو بیوی بنا لوں تو اب عورت کی رضامندی حاصل کئے بغیر خاوند نکاح میں نہیں لا سکتا اور نہ اب اس کا کوئی حیلہ عدالت اسلامیہ میں قابل شنوائی ہے۔ اس کا ادعائے نکاح زائد المیعاد سمجھ کر لغو متصور ہوگا۔

اور اگر مرد عورت میں ناقابل برداشت شرعی عیوب دیکھ کر یہ عہد کرے کہ اب اس سے تعلقات زوجیت قائم نہیں رکھ سکتا اور اس عہد کو اللہ جل جلالہ کی قسم سے مضبوط بھی کر لے اور چار ماہ تک عورت کے حالات میں کوئی معتدبہ تبدیلی رونما نہ ہوئی ہو اور نہ مرد نے اس عرصہ میں اس کو بیوی بنانے کا خیال کیا ہو تو چار ماہ گزرنے کے بعد عورت خاوند کی قید نکاح سے آزاد ہو جائے گی اور اس مدت مقررہ کے بعد اس پر مرد کو جبر کرنے کا کوئی حق نہ ہوگا۔ البتہ عورت کی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے اور اگر ایلا کرنے کے لئے معقول وجوہ موجود نہ ہوں اور بلا وجہ

اس نے یہ عہد باندھا ہے تو مرد کو لازم ہے کہ وہ اس ناپسندیدہ قسم کو توڑ دے اور چار ماہ کے اندر اس سے زناشوئی کے تعلقات بدستور قائم کرلے۔ کیونکہ خدائے قدوس کی رضامندی ایسی مذموم قسموں کے توڑنے میں مضمر ہے اور قسم کا کفارہ جس کا حکم سورۂ مائدہ کے رکوع ۱۲ میں موجود ہے ادا کرے۔ تاکہ آیندہ ایسی مذموم قسمیں کھانے کی جرأت نہ ہو خداوند جل وعلا نے اس حکم کو بقرہ کے رکوع ۲۸ میں بالفاظ ذیل ذکر فرمایا الذین یولون من نسائھم تربص اربعۃ اشھر ان لوگوں کو جو اپنی عورتوں کو حق نہ دینے کی قسم کھا لیتے ہیں چار ماہ کا انتظار ہے۔

سورہ مجادلہ کے رکوع اول میں صاف اور صریح الفاظ میں فرمایا کہ ظہار کا عذر لنگ ہمارے دربار میں قابل پذیرائی نہیں ہے۔ کیونکہ عورت ماں کہنے سے ماں نہیں ہو جاتی اور نہ یہ بیہودہ قول ایسا محکم ہے کہ قابل تردید نہ ہو اور نہ علی الدوام مرد سے عورت کو جدا کر سکتا ہے بلکہ اگر تم اس سے بدستور قدیم تعلقات قائم کرنا چاہو اور دستور شرعی کے مطابق معاشرت کے حقوق ادا کرنے کا ارادہ ہو تو تم اس جرم کا کفارہ مقررہ ادا کرنے کے بعد اس کو اپنی بیوی بنا سکتے ہو اور اس قسم کے بیہودہ جرائم کو غفور الرحیم معاف کر دے گا۔

افسوس آج ہندوستان میں طلاق کے مسئلہ میں جو ظلم عورتوں پر ہو رہا ہے وہ یہ ہے کہ عورتوں کے ان حقوق سے جو قرآن شریف اور حدیث شریف نے ان کو دیئے ہیں بے پروائی کی جاتی ہے اور ان سے ان کو محروم کیا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ لاکھوں مصائب میں قید ہیں اور وہ ایسی حالت میں زندگی گزار رہی ہیں جن کو نہ خاوند والیاں کہا جا سکتا ہے نہ رانڈ۔ اور ان کے سفاک خاوند نہ ان کو آباد کرتے ہیں نہ طلاق دیتے ہیں۔ ان ظالموں کے عذاب سے اگر ان کو کوئی صورت نجات کی نظر آتی ہے تو یہ ہے کہ عیسائی مذہب میں داخل ہوں یا آریہ آشرم میں زندگی بسر کریں۔ یا کوئی اور مذہب مذاہب باطلہ میں سے اختیار کریں۔ کیونکہ جب فقہاء امت نے مرتد کی سزا قتل ٹھیرائی اور اس پر یہ تفریع کیا کہ اس کے سارے حقوق زائل ہو جاتے ہیں تو یہ بھی تفریعاً حکم دیا تھا کہ اس کا نکاح بھی باقی نہیں رہتا۔ انگریزی عدالتوں نے باقی فتوے کو حالات ملکی کے لحاظ سے قبول نہیں کیا مگر نکاح فسخ ہونے کا فتویٰ قبول کر لیا۔ مظلوم عورتوں کو مردوں کے مظالم و مصائب سے نجات پانے کی اگر کوئی اور صورت نظر آتی تو کبھی اس ملعونہ حرکت کی مرتکب نہ ہوتیں اور ترک اسلام کی یہ بدترین رسم بند ہو جاتی۔

ہزارہا عورتیں خاوندوں کے گونہ گونہ مظالم سے تنگ آکر غیر مسلم ہو جاتی ہیں اور اسلام کی بدنامی کا موجب بن جاتی ہیں۔ اگر مسلمان ان احکام کی پابندی فرماتے جو خدائے قدوس نے ان کے لئے مقرر فرمائے ہیں تو یہ روز بد ان کو دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔

اور نیز یہ سلسلہ خلع کے ذریعہ بند ہو سکتا ہے اور تعلیق سے بھی بند ہو سکتا ہے۔ ہر دو مباحث دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں راستوں میں سے دوسرے راستہ میں زیادہ دقت پیش نہیں آئیگی کاش علمائے ربانی خصوصاً وہ علماء جن کا تعلق حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ سے ہے جن کے اسم گرامی سے اس رسالہ (القاسم) کو معنون کیا گیا ہے اس طرف توجہ مبذول فرمائیں۔ والسلام

(فقیر غلام مرشد کان اللہ لہٗ)

استفتاء

مسلمان مردوں اور عورتوں کی تعلیم کا مسئلہ

کیا عربی زبان کا سیکھنا ہر مسلمان کیلئے فرض ہے

(از خامہ جناب مولانا سید مناظر احسن گیلانی، استاد حدیث جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن)

اللہ تعالیٰ کے اولیاء۔ امت کے علماء۔ دین کے فقہاء۔ مذہب کے علماء سے ایک بے بضاعت ظلوم وجہول کے چند سوالات ہیں۔ اسلامی اخبار و رسائل اگر ان سوالوں کو اپنے جرائد میں شائع فرمائیں گے تو عند اللہ ان شاء اللہ ماجور ہوں گے۔ علم کے بعد جواب نہ دینے کے عواقب سے تو علماء اسلام واقف ہی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ قرآن پاک کی آیت۔

یا ایہا الذین امنوا لا تقربوا اے ایمان والو نشہ کے حال میں نماز کے قریب الصلوٰۃ وانتم سکاری حتی تعلموا اسوقت تک نہ جاؤ جب تک کہ جو کچھ بولتے ہو ما تقولون۔ (نساء) اسے جان نہ لوگے

سے ایک شخص یہ استدلال کرتا ہے کہ ہر وہ شخص (مرد ہو یا عورت) جس پر نماز فرض ہے اس پر یہ بھی فرض ہے کہ جو کچھ نماز میں پڑھ رہا ہو اسے جانتا بھی ہو۔ اور نماز میں جو چیزیں پڑھی جاتی ہیں چونکہ وہ عربی میں ہیں اسلئے عربی زبان کا جاننا ہر بالغ مرد و عورت پر فرض ہے کہ تقولون کا علم بغیر اس کے ناممکن ہے۔ اسکے بعد حسب ذیل سوالات تنقیح طلب ہیں۔

(۱) کیا یہ صحیح ہے کہ الفاظ کا تلفظ الفاظ کے علم کے مرادف نہیں ہے کیا تلفظ محض صرف محاکاۃ یا نقل صوت ہے۔ مثلاً جو انگریزی نہیں جانتا ہے، اگر انگریزی زبان کے الفاظ یا جملے یا کسی شعر کو بطور نقل کے ادا کرے تو کیا اس کا یہ دعویٰ صحیح ہوگا، کہ میں جو کچھ بول رہا ہوں، اسے جانتا بھی ہوں۔ ایسے شخص کو انگریزی دان یا عالم باللسان الانگریزی کہہ سکتے ہیں۔

(۲) فقہاء امت نے عربی زبان کے سیکھنے کی فرضیت کی تصریح کی ہے یا نہیں۔ اگر نہیں کی ہے تو کیا انہوں نے عربی الفاظ کی محض صوتی نقل کی مشق کو اپنی کتابوں میں کہیں فرض یا واجب یا مسنون و مستحب وغیرہ قرار دیا ہے۔ اگر نہیں دیا ہے تو کیا مسلمان مرد و عورت پر، عربی زبان کا سیکھنا، اور عربی الفاظ کے نقل کی مشق دونوں ضروری نہیں ہیں۔ اگر ضروری نہیں ہیں، تو پھر کیا کوئی مسلمان محض اسلئے کہ نماز کے قرآنی اجزاء کے وجوب سے مستثنیٰ ہو سکتا ہے کہ فقہاء رحمہم اللہ نے عربی الفاظ کے نقل کی مشق کو فرض عین نہیں قرار دیا ہے۔ یہ کہنا کہ اس مشق کا فرض ہونا تو بدیہی تھا، اسلئے تصریح کی ضرورت نہ تھی، اسپر سوال یہ ہے کہ یہی بات کیا وہ بھی کہہ سکتا ہے، جو عربی زبان کے سیکھنے کی فرضیت کا قائل ہے کہ بدیہی ہونیکی وجہ سے اسکی تصریح کی ضرورت فقہ میں نہیں تھی۔

(۳) تاریخ سے یہ تو ثابت ہے کہ بہت سے مسلمان نمازہی کے پابند نہ تھے بلکہ اوامر شرعیہ کے تارک، اور نواہی کے مرتکب بھی تھے۔ لیکن کیا کسی تاریخ سے یہ بھی ثابت ہے، کہ ایام گذشتہ میں کوئی ایسا مسلمان بھی گذرا ہے جو نماز کا تو پابند ہو، لیکن عربی زبان نہ جانتا ہو، یعنی علم ما تقولون سے محروم ہو۔

(۴) اسکی کیا وجہ ہے کہ جن جن ممالک کو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے فتح کیا انکی مقامی زبان فنا ہوگئی، اور ادنیٰ طبقہ سے لیکر اعلیٰ طبقوں تک مرد و عورت بچے بوڑھے عربی زبان بولنے لگے۔ کیا آسانی کیساتھ کوئی قوم اپنی مادری زبان کو ترک کرسکتی ہے۔ آج ہندوستان میں انگریزی حکومت سو برس سے زیادہ مدت سے قائم ہے۔ گاؤن گاؤن، قریہ قریہ میں انگریزی اسکولوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ نہ صرف ملازمت بلکہ تجارت صنعت حرفت انگریزی دانی پر موقوف کردی گئی ہے۔ جو انگریزی نہیں جانتے ہیں وہ انسانیت کے ہر قسم کے حقوق سے باوجود انسان ہونے کے محروم کردیے گئے ہیں۔ یہی قانون ہے، قانون کے پیچھے ساٹھ کروڑ روپیہ کے سالانہ مصارف کی فوجی قوت ہے۔ پھر اخبار و رسائل، مطابع، پریس اور ازین قبیل لاکھوں ذرائع اسکی اشاعت کے موجود ہیں لیکن کہا جاتا ہے کہ ہندوستان میں انگریزی زبان کے بولنے والے نہیں بلکہ صرف جاننے والے دس فیصدی سے زیادہ نہیں ہیں، یا اس سے بھی کم۔ لیکن اسکے مقابلہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس سے کم مدت میں آخر کس ذریعہ سے ان ممالک کی زبان میں انقلاب عظیم پیدا کردیا۔ کیا تاریخوں میں یہ لکھا ہوا ہے کہ انہوں نے کرامت کی قوتوں سے کام لیا۔ اگر یہ نہیں ہے تو براہ کرم بتایا جائے کہ آخر وہ کیا ذرائع تھے۔ ایک شخص اس کے جواب میں یہ کہتا ہے کہ اس کا سبب فقط یہی تھا کہ علم ما تقولون (جو کچھ بولتے ہو اس کا جاننا) چونکہ نماز کیلئے ایک قرآنی فرض تھا۔ اسلئے انہوں نے عربی زبان کا سیکھنا ہر مسلمان مرد و عورت کیلئے فرض قرار دیدیا تھا اور اسی بنیاد پر ان ممالک میں عربی کی اشاعت اس سرعت کیساتھ ہوگئی۔ کیا اس شخص کا بیان صحیح سمجھا جا سکتا ہے، کوئی تاریخی۔ حدیثی۔ فقہی ثبوت اسکے منافی تو نہیں ہے۔

(۵) اسکی کیا وجہ ہے کہ دنیا میں عربی کے سوا، مسلمان عموماً جن زبانوں کو استعمال کرتے ہیں، ان میں کثرت سے عربی خصوصاً قرآن و حدیث کے الفاظ مفردہ پیوست ہوگئے ہیں۔ مثلاً فارسی۔ اردو۔ ترکی مسلمانوں کے زبان پر اگر وہ نہیں رہی ہے۔ جو اسلام سے پیشتر اس ملک میں تھی بلکہ افعال و روابط کے سوا، عموماً اسمائے مفردہ زیادہ تر عربی ہیں۔ اور افعال و حروف کا بھی ایک بڑا ذخیرہ کسی نہ کسی صورت میں ان زبانوں میں کسی طرح منتقل ہوگیا۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح ہے کہ کسی زمانہ میں ہر مسلمان پر عربی زبان کا سیکھنا فرض عین تھا اسلئے نہ صرف مرد، بلکہ عورتوں کی زبان پر بھی عربی الفاظ بکثرت چڑھ گئے۔

(۶) کیا یہ صحیح ہے کہ مسلمانوں کی ہزاروں نہیں، اور لاکھوں، بلکہ کروڑوں افراد ایسے ہیں جو عربی زبان تو کیا نماز ہی کو نہیں جانتے کہ کیا چیز ہے؟۔ بلکہ صرف ہندوستان میں ایسے ہزاروں دیہات مل سکتے ہیں جہاں کے مسلمان غالباً کلمہ طیبہ سے بھی واقف نہیں ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ان غریبوں کا حشر کیا ہوگا؟ اور انکی ذمہ داری خود ان پر عائد ہوتی ہے یا مسلمانوں کے کسی اور طبقہ پر۔ اور جس طرح یہ سوال ان مسلمانوں کے لئے کیا جاتا ہے، یہی سوال کیا ان مسلمانوں کے متعلق بھی ہوسکتا ہے جنہوں نے ادھر چند صدیوں سے ما تقولون کے علم کے بغیر نمازیں پڑھی ہیں؟ کیا جہل عذر ہوسکتا ہے، آخر ان غریب دیہاتی مسلمانوں کی نجات کی راہ علماء نے کیا نکالی ہے جو نماز کے لفظ سے بھی ناواقف ہے۔ اگر ان کی مغفرت کی امید کیجا سکتی ہے، تو یہ اگر ان مسلمانوں کے مغفور ہونے کی کوئی توقع کیسے جو ترجمہ جہل کے بغیر جانے ہوئے۔ ہر نماز میں قرآن پڑھتے رہے تو اس کی یہ امید صحیح ہوسکتی ہے؟ کیا محض اسلئے کسی فرض کی فرضیت کو چھپانا جائز ہے کہ بہت سے مسلمانوں نے اس فرض کو اب تک ادا نہیں کیا یا ادا کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے ہیں۔ یا اسے فرض نہ سمجھتے تھے۔

(۷) کیا عربی زبان کا سیکھنا تکلیف مالایطاق ہے؟ کیا عربی انسانوں کی نہیں بلکہ جنوں یا فرشتوں کی زبان ہے، کہ انسان کے پاس اسکے سیکھنے کا کوئی ذریعہ نہیں۔ کیا انسان انسان کی زبانیں کثرت سے نہیں سیکھتے ہیں جب شمالی برٹن کے ایک معمولی اور اجنبی جزیرے کی زبان انگریزی یہی انسان ابدی زندگی اور لامحدود زندگی کی درستگی کے لئے نہیں۔ بلکہ صرف دس بیس سال گھٹ گھٹ کر، ڈر ڈر کر، جل جل کر، محض نمائشی آرام کے لئے سیکھ سکتا ہے، سیکھتا ہو، سیکھ رہا ہو۔ اور یہ سہولت

سیکھ رہا ہے۔ کروڑوں روپیہ خرچ کرکے سیکھ رہا ہے، حالانکہ اس زبان کے اسماء، افعال، حروف سے قطعاً ناآشنا ہوتا ہے۔ اسکے الفاظ نہ باپ سے سنتا ہے۔ نہ ماں سے سنتا ہے۔ نہ نوکروں سے سنتا ہے، نہ محلہ والوں سے سنتا ہے لیکن اس شدید اجنبیت کے باوجود روزانہ صرف تین چار گھنٹوں کی محنت سے چند برسوں میں مہارت تامہ حاصل کرتا ہے۔ حتیٰ کہ بعض دفعہ تو اس میں خواب بھی دیکھنے لگتا ہے۔ پھر کیسے کہا جائے کہ وہ عربی جو قرآن پاک کی عربی ہے جس کے اکثر الفاظ وہ نہ صرف ماں باپ بلکہ اپنے ہمجولیوں سے اسی وقت سے سننا شروع کرتا ہے، جس وقت سے وہ زبان سمجھنے لگتا ہے۔ اور اسی وقت سے ان الفاظ کو بولتا ہے۔ جس وقت سے وہ بولنے لگتا ہے، کیا کوئی اللہ کا بندہ اس زمین پر ایسا بے انصاف ہے جو اسکو تکلیف مالایطاق کہے۔ یہی سورہ فاتحہ ہے حمد، رب عالم، رحمن رحیم، مالک یوم الدین۔ عبادت استعانت ہدایت صراط، مستقیم غیر غضب، ضلالت۔ آخر بتاؤ تو کہ اس پوری سورۃ میں کونسا لفظ ہے جسے ہندوستان کے اردو بولنے والے، ایران و کابل کے فارسی بولنے والے، قسطنطنیہ اور بخارا کے ترکی بولنے والے نہیں جانتے ہیں۔ کیا ایاک اور نا کے سوا اور بھی کوئی لفظ ایسا ہے، جسے نہ صرف عربی بولنے والے مسلمان بلکہ دوسری اسلامی زبانیں بولنے والے نہیں جانتے، کیا جس کتاب کی زبان کے الفاظ مادری زبان میں اس طرح گھلے ملے ہوں۔ اسی زبان کا سیکھنا وسعت سے زیادہ تکلیف ہے۔ اگر یہ تکلیف مالایطاق ہے تو دن بھر بھوکا پیاسا رہنا اپنی کمائی ہوئی دولت کا چالیسواں حصہ لٹا دینا، ہزاروں روپیہ صرف کرکے ریگستان عرب کی جھلس دینے والی باد سموم میں مارے پھرنا، یقیناً اس سے زیادہ گراں اور سخت ہے۔

پس صرف استفتا یہی ہے، کہ کیا یہ واقعی تکلیف مالایطاق ہے کہ بجائے گپ مارنے۔ تھیٹر دیکھنے، حقہ پینے، کے صرف تیس چالیس منٹ اپنے گھر میں سایہ میں گدے اور فرش پر بیٹھکر میز و کرسی کے سامنے نحو و صرف کے چند قواعد کا سیکھنا طاقت بشری سے خارج ہے۔ اگر یہ خارج ہے تو پھر بتایا جائے کہ اس میں داخل کیا ہے۔ کیا اس سے بھی زیادہ آسان کام کوئی اور ہوسکتا ہے۔ کیا کبڈی اور ٹینس۔ فٹ بال ہاکی سے بھی زیادہ پر دشوار اور غیر اہم ہے۔

(۸) کیا علماء امت یہ فرما سکتے ہیں کہ نحو و صرف کے اتنے قواعد جس سے علم بما تقولون یعنی نماز میں جو کچھ پڑھا جائے جانکر پڑھا جائے اسکا درجہ حاصل ہوجائے۔ یعنی سیدھا سادہ قرآن پاک کا ترجمہ سمجھ میں آنے لگے، اتنے قواعد سیکھنے کے لئے، کیا واقعی چھ سال کی ضرورت ہے تاکہ شرح جامی بحث فعل تک مع تحریر سنبٹ۔ و عبد الغفور، و عبد الحکیم و حاشیہ عبد الرحمن ہو جائے اور اسکے بعد کچھ نہ آئے ضمائر اسماء اشارہ، اسماء موصول، حروف مشبہ بہ فعل وغیرہ ان چند چیزوں کے بعد، صیغوں کی صورتوں کے علاوہ اور کیا رہجاتا ہے جو ایک اردو بولنے والے کو قرآن کی معانی سمجھنے میں مانع ہوسکے کیا ان چند چیزوں کے لئے اگر روزانہ کوئی شخص چالیس منٹ دیا کرے۔ تو پانچ چھ مہینہ میں ان کو نہیں سیکھ سکتا۔ کیا ترجمہ کیساتھ قرآن پڑھنا زیادہ آسان ہے یا ان قواعد کو سیکھکر خود بخود ترجمہ پر قادر ہوجانا اس سے بھی زیادہ سہل ہے۔

(۹) آخر اسکی کیا وجہ ہے کہ جب نبوت محمدیہ کے ذریعہ سے آسمانی آواز حرا سے بلند ہوئی تو بجائے صلوا، صوموا، حجوا، نماز پڑھو، روزہ رکھو، حج کرو، وغیرہ کے، اقراء (پڑھو) کا حکم کیوں نازل ہوا؟ کیا قرأت اور نطق تکلم میں کچھ فرق ہے، غیر مکتوب چیز کو کتاب کہنا، یا اسکے نطق کو قرأت سے تعبیر کرنا کیا درست ہے؟ بولنے اور پڑھنے میں کچھ فرق ہے یا نہیں۔ کیا اقراء کا امر وجوب پر دلالت کرتا ہے؟ نبی جس امر کا مامور ہو، کیا اسکا وجوب، صرف اسی کی ذات تک محدود رہتا ہے۔ یا امت بھی اسمیں مخاطب ہوتی ہے۔ کیا خصوصیت بالنبوت کی کوئی دلیل ہے۔ کیا صحابہ میں سے کوئی بھی ایسی ذات گرامی تھی جس نے اس اقراء کی تعمیل نہیں کی تھی، پھر کیا کسی مسلمان کو اسکا حق ہے کہ اپنے رسول، اپنے آقا و سردار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے صحابہ کے طرز عمل کو اس لاپروائی کیساتھ ٹالے جس طرح ٹال رہے ہیں۔ قرآن سنت نبوی آثار صحابہ، اعمال مسلمین نہیں ہے کسی اس عمل کی توثیق ہوتی ہے جس سے مسلمان راضی ہیں۔

غریب مستفسر یہ پوچھتا ہے کہ خاتم الملل و الادیان اسلام کی بنیاد، بجائے نماز روزہ صدق و عدل وغیرہ کے قرأت (پڑھنے) اور علم بالقلم (کتابت) پر کیوں رکھی گئی

میرا خالق سب سے پہلے ہماری راہنمائی اسی اصول کیطرف کیون فرماتا ہی۔ کیا اسلام کا خدا سب سے پہلے تعلیم مانگتا ہی لا، پھر اس کے بعد دوسری چیزون کا مطالبہ کرتا ہی۔ پھر جس نے پہلے مطالبہ کو ٹھکرا دیا، کیا وہ اس سے خوش ہی کہ مین اسکی دوسری باتون کی تعمیل تو کر رہا ہون، افسوس! جس نے پہلی بات نہین سنی، وہ آگے کیون سنتا ہی۔ دیوار کی کجی پر تم ماتم کیون کرتے ہو، معمارون کو دیکھو! کہ انہون نے پہلی اینٹ غلط رکھدی تھی۔

یہی سوال پھر ہے، کہ ایوان ایمان، قصر اسلام کی پہلی خشت کیا ہے؟ "تعلیم" اور "اسلام" کیا لازم و ملزوم ہین؟ اے زکوٰۃ دینے والے تاجرو! اے حج کرنے والے رئیسو! اے نمازین پڑھنے والے غریبو! سوچو! کہ تمنے قرآن کے ساتھہ کیا معاملہ کیا۔

(۱۰) یہ سوال صرف رسالت اور رسالت سے ہی کہ اگر امت اسلامیہ ایک امت ہی تو اس ایک امت کی مشترک زبان، جس کے جاننے والے اور سمجھنے والے جس طرح مراکو کے پہاڑون مین بین، اسی طرح بنام تیرا، کے ساحل اور دیوار چین کے نیچے بھی ہین، پھر خدارا بتائیے کہ وہ زبان کونسی ہے؟ کیا انگریزی کیا فارسی کیا اردو اور کیا ایسی وحدت بغیر لسانی وحدت کے ممکن ہے؟ ارے خدا کا حکم اگر کوئی نہین سنتا، تو اپنی روٹیون کی آواز سے کیون بھرا ہی؟ دوزخ کی آگ سے جو نہین ڈرتا، کیا اپنے پیٹ کے دوزخ سے بے پروا رہسکتا ہی؟۔

(۱۱) چونکہ انگریز انگریزی پوجتے ہین اور جرمن والے جرمنی کو الی غیر ذلک اسلئے، ہم مین سے بعضون نے کہا کیون نہین، ہم بھی ان ہی کی طرح اپنے لئے دیوتا بنالین، جیسا کہ انہون نے بنایا۔ آؤ! ہم بھی اپنی زبانون کو پوجین، ترکون نے کہا کہ ترکی پوجو، اور ایرانیون نے فارسی کو الہ بنایا، پھر دولت والے ہین، قوت والے ہین، ہمت والے ہین۔ اونچے اونچے منبر بنالینا ان کیلئے کیا مشکل ہی، لیکن ان ہی مین بے زر و زور والے بھی تھے۔ جنہون نے اردو کے سامنے قشقہ لگا کر دھونی رما دی چپ رہے ہین کہ تیرا جلال ہو۔ تیرا اقبال ہو، خدا کرے کہ ایسا ہو۔ لیکن ان پوجاریون سے سوال ہی کیا تمہاری اردو اسوقت تک درست ہو سکتی ہی جو وقت تک اس کے جوڑ بند، اور اعضاء رئیسہ کے علاج، معالجہ شکست و ریخت کا فن نہ سیکھو گے، تمہارا بت کتنا بھونڈا ہوگا، اگر کسی نے اسکی ناک چپٹی کردی یا اسکی توند بڑھا دی، جو عربی کے ابتدائی صرف، و نحو اور اشتقاق کی معمولی اصول سے نا آشنا ہی، کیا وہ اطمینان کے ساتھہ املا صحیح لکھ سکتا ہی الفاظ کے مادے سے واقف ہوسکتا ہی؟ نئے اور جدید الفاظ تراش سکتا ہے؟ کیا کروگے عزیزو! تمہین بت ہی اس قسم کا ملا ہی۔ جس کے نہ صرف حسن و خوبی، بلکہ تخلیق، و ترتیب کی زیادہ تر بنیاد اسی زبان پر ہی، جس سے تمہارے دلون مین جلال پیدا ہوگیا ہی۔ اللہ سے روٹھے ہو تو اپنی دیوتا کی خوشی کے لئے تو کچھ کرلو، اور کچھ تو تم کو کرنا ہی پڑیگا اپنے اللہ کو نہین مناؤگے، تو اپنے دیوتاؤن کے سامنے پر تمہین مجبور ہونا پڑیگا، خواہ وہ دیوتا قوم ہو، ملک ہو، وطن ہو، نسل ہو، زبان ہو، اُردو ہو، ہندی ہو، کوئی ہو۔

(۱۲) آخر مین مجھے علماء کی اس جماعت سے جن کو اسپر اصرار ہی کہ اور کچھ ہو یا نہو، لیکن جمعہ کا خطبہ تو عربی مین ہوگا، ان سے یہ دریافت کرنا ہے، کہ ذکر و تذکیر کے دقائق علمیہ سے تھوڑی دیر ذرا نیچے ہوکر کیا مسلمانون ہی کو اسپر آمادہ کرسکتے ہین؟ کہ وہ اتنی عربی سیکھ لین جس کے ذریعہ سے نماز علم بامنقولون (جو کچھ کہین اسے سمجھین) کے قرآنی شرط کے ساتھہ ادا ہوجائے، اور خطبہ سے بھی ذکر و تذکیر کی نزاع جاتی رہی۔ ذکر تذکیر بن جائے اور تذکیر ذکر بن جائے کیا جھگڑے کے ختم کرنے کی یہ سبیل ہوسکتی ہی؟۔

(۱۳) صوفیہ کرام تو مریدون سے ریاضت شاقہ کراتے ہین پھر شغل و ذکر کے اسی سلسلہ مین من شغلہ القران عن ذکری و مسئلتی اعطیتہ افضل ما اعطی السائلین (قرآن کے پڑھنے نے، جسکو اللہ کی یاد اور اس سے مانگنے سے باز رکھا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ مین مانگنے والون کو اسے زیادہ دیتا ہون) کے لئے عربی زبان کی تعلیم کا شغل اپنی ریاضتون مین کیون شریک نہین کرتے۔ مین چاہتا تھا کہ سوالات کے ذیل مین فقہ اربعہ کے ان جزئیات کو بھی غور کے لئے علماء کے سامنے پیش کردون۔ جن سے اس مسئلہ کے متعلق راہنمائی حاصل ہوسکتی ہی۔ لیکن ابھی مجھے دارالعلوم دیوبند کے ہزار ہا علماء، کے جواب کا انتظار ہے۔ اور

اگر کسی ایماندار اور نمازی اخبار نویس یا رسالہ نگار نے ان سوالات کی اشاعت کر کے دین کی کوئی خدمت انجام دی۔ تو پھر علماء ہند کی فتاوی اور جوابونکا مجھے انتظار رہیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ کسی وقت علماء اسلام کی رائین بھی اس مسئلہ کے متعلق درج کیجائین گی۔

میرا خطاب ان ہی لوگون سے ہی جو واقعی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کبری کیساتھہ اپنی دین و دنیا، ظاہر و باطن کو وابستہ کرچکے ہین۔ اسی پر مرنا چاہتے ہین، اور اسی پر جینا چاہتے۔ اللہ کرے کہ ہر مسلمان کو رب رحیم اسکی توفیق عطا فرمائے، کہ خدا کے کلمون کو سننے اور لاپروائی کیساتھہ اسے نہ ٹالے۔ دیکھو!

اے آدم کے بچو! دیکھو! سنو! سنو! تمہارا خدا تم سے بول رہا ہی۔ تمہارا مالک تم سے براہ راست گفتگو کرنا چاہتا ہی۔ اور اس کی آواز، مشرق و مغرب کے ہر گوشہ مین گونج رہی ہی۔ تیرہ سو برس سے گونج رہی ہے پھر زبان کی جہالت کی ڈاٹ کانون مین لوگون نے کیون ٹھونسی، سب کی تقریرون کے سننے کا تمہین شوق ہی۔ سب کی کتابون کے پڑھنے کیلئے تم روپیہ برباد کر رہی ہو اور وقت دے رہے ہو، آنکھون سے تیل ٹپکا رہی ہو، لیکن اللہ کا وقار دلون سے کیون نکل گیا۔ کیا خدا کی آواز کی اتنی وقعت بھی نہین جتنی میر، امیر، غالب، دمن، عرفی، شکسپیر کا تم احترام کرتے ہو۔ ہا! مالکم کیف تحکمون!

ان لکم ولما تعبدون

اگر کوئی صاحب اس مسئلہ کے متعلق مجھ سے خط و کتابت کرنا چاہتے ہین تو ذیل کے پتہ سے کرسکتے ہین۔

حیدرآباد دکن۔ کلیہ جامعہ عثمانیہ

(مناظر احسن گیلانی معلم)

نظم ارمغان مدرسہ

از جناب مولانا فضل الرحمن صاحب مبر مجلس شوریٰ دارالعلوم

دارالعلوم دیوبند کے خلفشار ۱۳۱۳ھ کے متعلق حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب مہتمم و مولوی شبیر احمد صاحب بانی تحریک انقلاب کے والد ماجد جناب مولانا فضل الرحمن صاحب ممبر مجلس شوریٰ نے جو دلچسپ نظم لکھی تھی ذیل مین ہم اس کے چند اشعار شائع کرتے ہین۔ امید ہے کہ، موجودہ حضرات مصلحین ضرور غور سے پڑھین گے،

علم دین سے جو ذرا بھی آشنا ہو جائیگا — جان و دل سے خیرخواہ مدرسہ ہو جائیگا
شور بے علمونکا اسکے گوش عقل و ہوش مین — وسعت ہمت سے ناقوس کی صدا ہو جائیگا
کہتے ہین گر یون نہو یگا تو یہ ہو جائیگا — مانا گر یہ ہی ہوا آخر تو کیا ہو جائیگا
کیا سمجھتے ہین خدانخواستہ اس بزم کا — بادافواہ حسد سے گل دیا ہو جائیگا
جلے گا اطفاء نور حق کوئی تو بالضرور — آیت ان یطفئوا کا ماجرا ہو جائیگا
چشم بد اسکو لگے بھی کچھ تو یہ مدرسہ ملنا جان — رحمت حق سے دین چنگا بھلا ہو جائیگا
کچھ سموم فتنہ سے کملایا بھی گر یہ چمن — آبیاری سے خدا کے پھر ہرا ہو جائیگا
اور جو خاک اندر وہان شان ہی وقت اسکا اگر — کون ہی جو مانع حکم قضا ہو جائیگا
فرق ہی کچھ آگے پیچھے کے بحکم کل من — جو زمین پر ہی وہ اک دن سب فنا ہو جائیگا

نیک اتقی الناس ٹھہرگیا ہی جسکا سبب — بند یہ سرچشمۂ علم و ہدیٰ ہو جائیگا
فیض دنیا مین رہیگا اسکا بطنا بعد بطن — تا قیامت متصل پہ سلسلہ ہو جائیگا
ابتداء کو اسکی دیکھو تو کہ کیا تھا یہ نہال — کون کہتا تھا درخت اتنا بڑا ہو جائیگا
اسمین تھا پندرہ روپیہ کا ایک ملا و استاد — یہ مدرسہ کیا خبر تھی استادون کا جتھا ہو جائیگا
اسکے بانی کی وصیت ہی کہ جب اسکے لئے — ہرگز کوئی سرمایہ بھروسہ کا ذرا ہو جائیگا
پھر یہ قندیل تعلق اور توکل کا چراغ — یہ سمجھ لینا کہ بے نور و ضیا ہو جائیگا
ہی توکل پر بنا اسکی تو بس اسکا معین — ایک اگر جائیگا پیدا دوسرا ہو جائیگا
ایک رستہ روکدیگا کوئی چندہ کو اگر — دوسرا بر لطف حق تیار وہ ہو جائیگا
کہتے ہین اس شور سے اصلاح ہی مد نظر — اس سبب سے انتظام مدرسہ ہو جائیگا

یعلم المفسد من المصلح ہی وصف ذات حق
پس بروز حشر اسکا فیصلہ ہو جائیگا

راز سربستہ کھلینگے حشر کے میدان میں جب
مفسدونکو تب یقین بسیار ہو جائیگا

یوم تبیض من اللہ ہوگی جب جلوہ گر
راز تسود وجوہ برملا ہو جائیگا

اہل شوریٰ پر لگاتے ہیں جو جھوٹی تہمتیں
ان کا اس بیہودگی سے کیا برا ہو جائیگا

بیٹھو کچھ صبر و سکون سے دیکھو تو ہوتا ہے کیا
رد شبہات لچر ہو جائیگا ہو جائیگا

جھوٹے الزاموں کا بھی ہو جائیگا بیجا جواب
رفتہ رفتہ یہ بھی بے چون و چرا ہو جائیگا

آج کہنے سے تمہارے کچھ جو ہوگا ازدیاد
کل کو اوروں کو بھی یہی حوصلہ ہو جائیگا

ہوگا گر عزل و نصب کوئی تو ایسا ہی گروہ
پیشۂ شخص معطل کی کھسوٹا ہو جائیگا

اہل شوریٰ کو نہ ہوگا حکم سے اسکے مفر
شور ہوگا گر خلاف اسکے ذرا بھی جائیگا

الغرض یہ ہی تماشے اسمیں ہو دینگے
قومی کشتی کا اکھاڑہ مدرسہ ہو جائیگا

یہ بھی مانا اہل شوریٰ اور مدرس ہوں جدید
اس سے اک تازہ سماں اور جھگڑا ہو جائیگا

ہو دیگی بن بن کے لڑائی جمع اسمیں آکے جب
تب مخالف ایک مدرس ایک کا ہو جائیگا

دوستو یہ جو مدرس ہم عقیدہ ہیں تمام
کون انسے بڑھ کے یار باوفا ہو جائیگا

ایسے اہل علم کا کب ہے پذیری۔ یہ راہ
جو چلے گا گمرہ ہر دوسرا ہو جائیگا

یا الٰہی دست ہو دین مدرسہ پر مہربان
دشمنوں کا ورنہ پورا ادعا ہو جائیگا

ہوگا سوہان رگ جان دشمنوں کو یہ کلام
دوستوں کو ارمغان جانفزا ہو جائیگا

انصاف پسند طبقوں نے اس نظم کو پڑھکر اس کا اندازہ یقیناً کر لیا ہوگا کہ موجودہ مصلح جماعت کوئی نیا حربہ استعمال کر رہی ہے بلکہ جن چیزوں کو سامنے رکھکر پہلے فساد اٹھایا گیا تھا انہیں حربوں سے اب کام لیا گیا ہے جس طرح کچھ لوگ اس وقت مدرسہ سے بدظن ہو گئے تھے آج بھی دیکھا جا رہا ہے لیکن ۔ واقعہ تو یہی ہے کہ اصلاح کا یہ طرز نہیں ہے ۔

قصیدہ مشتمل بر حالات دار العلوم دیوبند

جسکو حضرت مولانا شیخ الہند مرحوم نے جلسہ منعقدہ ۲۰ صفر المظفر سنہ ۲۴ھ میں سنا کر حضار مجلس کو مضطر و بیقرار بنا دیا تھا

ہیں منن اور محن دونوں جہان میں توام
حکمت حق کا ہے دونوں میں نرالا عالم

رحمت و فضل خدا جب ہے غضب پر سابق
کیونکہ پھر قہر کو اسکے کہیں ہم لطف و کرم

اسکی آغوش غضب میں ہیں ہزاروں رحمت
اسکے ہر لطف میں ہیں سیکڑوں الطاف و کرم

فضل سے اسکے کسی وقت نہ ہونا مایوس
خواہ پیش آئے مسرت تجھے اور خواہ الم

رحمت حق کی ہے تمہید سمجھ او نادان
پیش دنیا میں جو کچھ آتا ہے اندوہ و الم

انقلابات جہاں واعظ رب ہیں سن!
ہر تغیر سے صدا آتی ہے فافہم فافہم

للہ الحمد میری جان اور ان شاء اللہ
مرغ ایمان کی ہیں تاباز دین دو مستحکم

دور اندیش وہی ہے کہ مصائب کے عوض
ہو کے خوش مرضی مولیٰ کی کرے بیع سلم

جزر و مد بحر حوادث کا بچشم حق بین
طرۂ شاہد تغیر کا ہے پیچ و خم

گردش دہر دکھاتی ہے ہمیں آنکھوں سے
کل یوم ہو فی شان کا نقشہ ہر دم

کل کی ہے بات کہ تھی جہل کی گھن گھور گھٹا
جس طرف آنکھ اٹھاتے تھے محیط عالم

آب حیوان کیطرح علم ہوا تھا مخفی
ظلمت جہل سے مخلوق تھی اعمیٰ و اصم

رحمت حق ہوئی حامی تو یکایک اٹھے
چند مردان خدا باندھ کے ہمت ٹھوک کے خم

یوسف علم شریعت کے خریدار بنے
جمع کر کے سر اخلاص سے معدود درم

سلسلہ ڈالا فقیرانہ بنام ایزد
گوشۂ میں کہ جہاں بیٹھے ہیں ارباب ہمم

شوق کہتا تھا بڑھو ضعف کہے تھا ٹھہرو
ناتوانوں کا تھا کیا کہئے عجب ضیق میں دم

اتنے میں دیکھتے بس کیا ہیں کہ اک مرد خدا
آرہا تیز روی سے ہے لئے ساتھ حشم

بے نیازی و توکل رخ روشن سے نمود
قطع منزل کے لئے دونوں قدم تیغ دو دم

کس بلا کی تھی نظر پڑتے ہی جسکی فی الفور
پڑ گئی جان میں جان آ ہی گیا دم میں دم

ناتوانوں کو ملا اسکی حمایت سے یہ زور
زینۂ بام ترقی پہ بڑھا سب کا قدم

تھی نرالی ہی کچھ اس مرد صفا کی سج دھج
تھے عجائب ہی کچھ اس شیر خدا کے دم خم

گاڑ کر اسنے علم ایک ندا کی ایسی
یک بیک چونک پڑی اہل ملل خیم

اس کی آواز تھی یا بانگ خلیل اللّٰہی
کہہ کے لبیک چلے اہل عرب اہل عجم

عقل و انصاف کا جس سر میں ذرا بھی تھا اثر
ذوق علمی کا تھا جس سینہ میں تھوڑا سا بھی دم

دین کا ذرہ بھی تھا قلب میں جسکے مودع
خیر کا شمہ بھی تھا جسکے مقدر میں رقم

باندھ کر چست کمر کہتے ہوئے نحن معک
جس جگہ اُس کریم رحمت کا پڑا نقش قدم

اس مربی دل و جان کی مسیحائی سے
علم دین زندہ ہوا جہل نے لی راہ عدم

ابر علم و عمل و فضل کا بادل برسا
جس جگہ اس کریم رحمت کا پڑا نقش قدم

جہل کے جب سبھی کہنے لگے اخسأ اخسأ
چلدیا پاؤں دبے چپکے سے با بخت دژم

علم کو لا کے ثریا سے ثریٰ پر رکھا
آنکھوں سے دیکھ لیا علّمہ ما لم یعلم

دولت علم سے سیراب کیا عالم کو
قاسم علم بھلا کیون نہ ہو پھر اُس کا علم

اسکی آواز تھی بیشک قم عیسیٰ کی صدا
جس کے صدقہ میں لیا علم نے دوبارہ جنم

طائر علم شریعت کے لئے یہ دیمن
برکت حضرت قاسم سے ہی مانوس حرم

سلسلے علم کے امصار و قریٰ تک جاری
اسکی ہمت سے ہوئے بل بے ترا فیض اعم

جملہ ایمان کے اکابر تھے جلو میں اس کی
اسکی شوکت کو پہنچتی تھی کہاں شوکت جم

یک بیک حکمت باری نے جو پلٹی کھائی
چلدیئے چھوڑ کے یہاں سبکو سوئے باغ ارم

رہ گئے تک پتے حضرت یعقوب رفیع
خون آنکھوں سے بہاتے تھے رشید عالم

دیکھکر حضرت امداد کی زاری کو ملک
پر سمیٹے ہوئے کہتے تھے الٰہی ارحم

اہل علم اہل ورع خاص و عوام عالم
سب نے تقسیم کیا پر نہ ہوا کم یہ ستم

فرق درجات کا قصہ تو جدا ہے لیکن
عام تھا عالم اجسام میں اسکا ماتم

متزلزل ہوئے سب مدرسہ کے رکن رکین
لگنے ہائے غضب سلسلہ خیر کے تھم

علم آتا تھا نظر ایک یتیم بے بس
اہل علم آہ تھے مایوس بچشم پرنم

قاسم علم چلے علم بھی لو ساتھ چلا
کسکو تھا ہوش کہو پکڑ لے کس کس کے قدم

ایک کا کرنا سفر دوسرے کا عزم سفر
جان عالم کیلئے دونوں تھے سوہان الم

ہوگیا سب کو یقین باندھ لیا سب نے خیال
سلسلہ علم کا بس ہوگیا درہم برہم

اسی مایوسی و مجبوری و حیرانی میں
مجتمع ہو کے اکابر نے بچشم پرنم

حضرت مرشد عالم سے تمنا یہ کی
آپ اب اپنے تصرف میں لیں یہ کار اہم

فایق خلق سے فرمایا نکما ہوں میں
باقی ہر حال میں ہوں ساتھ تمہارے منضم

چند کلمے کہے نرمی سے تسلی آمیز
ہوگئے زخم رسیدونکے جگر کو مرہم

ہائے وہ نیچی نظر ہائے وہ شیریں الفاظ
کس غضب کے تھے کہ سب دور ہوئی اٹھی ستم

آپ کی پاک توجہ سے ہوا سب کو سکون
علم کے اکھڑے ہوئے جمگئے واللہ قدم

کام اس مدرسہ کا فضل و کرم سے اسکے
الغرض رو بترقی ہی رہا ہر ہر دم

مذہبی جتنے سلاسل تھے رہے سب جاری
کام کوئی نہ رکا سہل تھا وہ یا مہتم

بعد چندے ہوا تیز نگئے قدرت کا ظہور
یعنی یعقوب رفیع رو و وزیر اعظم

ہو کے مشتاق لقا پہنچے کے بعد دگر
خدمت قاسم خیرات میں شاد و خرم

دست و پا بھی لو چلے سر تو تھا پہلے ہی گیا
قلب بس باقی رہا یعنی رشید عالم

وہ بھی مجروح ستم دیدہ ہجر احباب
جرعہ نوش ستم و درد کش ساغر غم

اسی اندوہ و غم و یاس میں سبحان اللہ
رحمت حق ہوئی مبذول بحال عالم

بھر دیا قلب مقدس میں تمام عالم کا
درد و غم خیر و صلاح خوب ملاکر باہم

خاص کر ترکۂ قاسم کی محبت واللہ
بے طرح اس دل اقدس میں ہوئی مستحکم

سب کی الفت پہ تھی اسکی ہی محبت غالب
سب غموں پر جو تھا ممتاز یہی تھا وہ غم

پھر تو کیا تھا دی خدا نے وہ ترقی اسکو
دیکھ لیں آپ کہیں اپنی زبان سے کیا ہم

پوچھتے کیا ہو دعا گونکا ہمارے احوال
ہم غریبوں کا زمین پر نہیں پڑتا تھا قدم

نہ رکا پر نہ رکا پر نہ رکا پر نہ رکا
اُسکا جو حکم تھا تھا سیف قضائے مبرم

نہ چلا کوئی فساد ایسا کہ پاؤں نہ کٹے
فتنہ نے سر نہ اٹھایا کہ ہوا ہو نہ قلم

کلفتیں جھیلیں سبھی پر نہوا چیں بجبیں
دقتیں دیکھیں ٹلا اپنی جگہ سے نہ قدم

دشمن و دوست کے چہرے میں تفاوت ہی عیاں
سر سے بھولی تھی دہان سننے کا تھا نہ

سب مریضوں کے لئے ایک وہی تھا آکا
سیکڑوں زہر تھے تریاق تھا بس اُسکا دم

قاسم و حضرت امداد کو مرنے نہ دیا
بلکہ زندہ ہی رکھا سب کو علی وجہ اتم

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم

ہائے غم ہائے ستم ہائے غضب ہائے الم
آج اُس سے بھی ہوا دیکھ لو خالی عالم

آگے کہنے کی ہے کچھ بات نہ سننے کی تاب
لب تلک آتا ہے لیکن یہ مقولہ پیہم

رحم بر بیکسیم ہیچ نکردی رفتی
ایکہ کفش کف پائے تو بود تاج سرم

آج تو قاسم و امداد بھی مرتے ہیں
اسکا کیا ذکر ہے برباد ہوئے تم یا ہم

منتظر بیٹھے ہیں اب ہم یہ گذرتا کیا ہے
تو رحیم و ملک و بار ہے سلطان سلم

قہر کا خوف ہے پر ساتھ ہی امید کرم
ہم جہول اور زبان کار ہیں ارحم ارحم
بے شک ہیں مرے اشعار مگر تلخ نہیں

اے اسیران غم قاسم خیر و برکات
پیروی کرتے رہو سعی کو ہاتھوں سے نہ دو
خالی از درد نہیں گرچہ ہیں شستم شستم

دی نیفران سبر کوئی رشید جانم
ہدمے یا درمے یا قدمے یا بقلم

روانیٔ اسلام

نظم جناب مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

روانیٔ اسلام مولانا محمد طیب صاحب سلمہ کی وہ مقبول مشہور قدیم نظم ہے جو صاحب ممدوح نے آج سے قریباً دس بارہ سال پیشتر حضرت لسان العصر اکبر الہ آبادی کے نقش قدم پر لکھی تھی اس نظم کو صاحب موصوف نے جب حضرت لسان العصر مرحوم کی خدمت میں بھیجا تو اس کا جواب بواسطہ حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب کے ایک خط میں ان الفاظ کے ساتھ دیا تھا کہ مولانا محمد طیب صاحب کی نظم روانیٔ اسلام نظر سے گذری سبحان اللہ اصل علی، جزاک اللہ، نقاش نقش ثانی بہتر کشد ز اولی خاکسار اکبر، یہ نظم القاسم دور قدیم میں شائع بھی ہو چکی ہے لیکن دارالعلوم نمبر میں دوبارہ اس نظم کو شائع کرکے ہم نیا ذوق اسلامی پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

(نائب المدیر)

اندرون عرب

چلا ارض بطحا سے ایک بحر ذاخر — کہ تھا جس کی موجوں کا اول نہ آخر
وہ توحید کی نے بجاتا ہوا — سرود حجازی میں گاتا ہوا
وہ جنگل میں منگل بناتا ہوا — وہ شہروں میں شادی رچاتا ہوا
پہاڑوں پہ نعرے لگاتا ہوا — سمندر میں طوفان اٹھاتا ہوا
ضلالت کے بیڑوں کو ڈھاتا ہوا — زمانہ میں اودھم مچاتا ہوا
محیط زمین پر وہ چھاتا ہوا — خباثت کی گھاتیں مٹاتا ہوا
صداقت کے جھنڈے اڑاتا ہوا — وہ باطل کو نیچا دکھاتا ہوا
بتوں سے وہ رشتے تڑاتا ہوا — خدا سے ہر اک کو ملاتا ہوا
اسی کی عبادت سکھاتا ہوا — حضور اس کے سب کو جھکاتا ہوا
جہالت کی رسمیں مٹاتا ہوا — معارف کے ایوان اٹھاتا ہوا
وہ فرضی تیوہار اڑاتا ہوا — مظالم کو ڈانٹیں بتاتا ہوا
اذانیں زمین پر دلاتا ہوا — شیاطین کو دھکے دلاتا ہوا
معاصی کو آنکھیں دکھاتا ہوا — گناہوں کی گردن دباتا ہوا
وہ نیکوں کو مژدے سناتا ہوا — شریروں کو ہر سو ڈراتا ہوا
وہ گرتوں کو بڑھ کر اٹھاتا ہوا — کہیں ڈوبتوں کو تراتا ہوا
کہیں بسملوں کو جلاتا ہوا — انہیں آب حیوان پلاتا ہوا
بلاؤں کو سر سے ٹلاتا ہوا — وہ رستوں سے کانٹے ہٹاتا ہوا
وہ غیروں کو اپنے بناتا ہوا — لگن اک نئی سی لگاتا ہوا
وہ آنکھوں سے آنکھیں لڑاتا ہوا — دلوں میں ہر اک کے سماتا ہوا

بیرون عرب

وہ ایوان کسریٰ ہلاتا ہوا — علم رومیوں کے گراتا ہوا
چراغ ہدایت جلاتا ہوا — اور آتشکدوں کو بجھاتا ہوا
دوئی سے ہر اک کو بچاتا ہوا — سوائے ذات واحد بلاتا ہوا
سماوی ترانے سناتا ہوا — اسی لے پہ سب کو لٹاتا ہوا

حکومت

وہ فتنوں کو ہر سو دباتا ہوا — وہ بچھڑوں کو باہم ملاتا ہوا
سریر عدالت بچھاتا ہوا — حقوق اپنے سب کو دلاتا ہوا

برکات

تمدن کی بیخیں جماتا ہوا — مہذب جہان کو بناتا ہوا
دلوں کو وہ ہمت دلاتا ہوا — وہ روحوں کی قوت بڑھاتا ہوا
وہ درس حقائق پڑھاتا ہوا — خرافات یونان بھلاتا ہوا
صد فہائے علمی بہاتا ہوا — گہرہائے عرفان لٹاتا ہوا

زمانہ استقبال

چلا جائیگا یونہی چڑھتا ہوا — اسی طرح دنیا میں بڑھتا ہوا

دلیل

کہ جو نور حق بہر اتمام ہے — جو ہر فرد انسان کو پیغام ہے
زمانہ کا جس پر کہ انجام ہے — اسی کا تو مظہر یہ اسلام ہے
نمانم چنان جزر آید درو — کہ حفظ خدا گشت چون مد او

مقبولیت عالم اور دارالعلوم دیوبند

از جناب مولانا محمد مظہر الدین صاحب اڈیٹر "الامان"

دارالعلوم دیوبند کی مقبولیت کا اندازہ ہندوستان میں بیٹھکر نہیں بلکہ ہندوستان کے باہر رہنے سے ہو سکتا ہے بہت کم اسلامی ممالک روئے زمین پر ایسے ہیں جہاں سے طلبہ اپنی علمی پیاس بجھانے کے لئے ہندوستان کے اس چھوٹے سے قصبہ میں نہیں آئے جس کا نام دیوبند ہے۔ لنکا۔ جاوا۔ سماٹرا۔ سنگاپور۔ جزائر شرق الہند کے علاوہ چین۔ منگولیا۔ تاتار۔ بخارا۔ افغانستان۔ قازان۔ بصرہ۔ شام۔ یمن۔ حجاز۔ حتی کہ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ سے طلبہ یہاں پڑھنے کے لئے آئے۔ ہندوستان بت پرستوں کا ملک تھا لیکن کیا یہ کچھ کم اعجاز ہے کہ اسے دارالعلوم دیوبند نے تمام عالم کے توحید پرستوں کی مذہبی تعلیم کا ماویٰ و ملجا بنا دیا۔

دوسرا اعجاز ایک عرصہ ہوا کہ اسلامی سلطنت کا چراغ گل ہو گیا لیکن چند درویشوں کا چراغ خدا کے فضل سے آج تک روشن ہے اور اس کی ضو و روشنی کی وسعت روز بروز زیادہ ہو رہی ہے جب دہلی کی سلطنت کے ساتھ دہلی کی درسگاہیں مٹ رہی تھیں اور علمی خانوادوں کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر تباہ و برباد کیا جا رہا تھا تو قدرت نے دارالعلوم دیوبند کے محترم بانی (علیہ الرحمۃ) کے ہاتھ پر یہ اعجاز ظاہر کیا کہ اس نے ایک ایسے گمنام قصبہ میں جس کو اس سے قبل کوئی علمی لگاؤ نہ تھا اس درسگاہ کو قائم کیا۔ قیام کی ابتدائی حالت آپ کو اس نمبر کے دیگر مضامین سے معلوم ہو گئی ہوگی۔ اس ابتدا کو دیکھو اور موجودہ حالت سے مقابلہ کرو تو کیا یہ اعجاز نہیں کہ جو درسگاہ چند غرباء کے چندہ سے قائم ہوئی وہ آج مذہبی تعلیمات میں مصر کے جامعہ ازہر اور دیگر شاہی درسگاہوں سے کہیں زیادہ فائق ہے۔

تیسرا اعجاز افغانستان۔ ایران اور ٹرکی آزاد اسلامی سلطنتیں ہیں ان پر مسلمان جس قدر فخر کریں کم ہے لیکن اس بارہ میں وہ غلام ہندوستان کے تابع ہیں کہ وہاں کوئی ایسی مذہبی درسگاہ نہیں جو دارالعلوم دیوبند کی مذہبی خصوصیات کی حامل ہو۔ یہی سبب ہے کہ ان ممالک کے طلباء دور دراز کا سفر کرکے ہندوستان آتے ہیں اور اس مذہبی سرچشمہ سے اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔ ایک زمانہ تھا کہ آزاد افغانستان کا شیخ الاسلام دارالعلوم دیوبند کا طالب علم تھا۔

چوتھا اعجاز میری ناقص معلومات میں یہ سعادت بھی کسی اور درسگاہ کے حصہ میں نہیں آئی کہ اس کے کسی طالب العلم نے مسجد نبوی میں بیٹھ کر حدیث کا درس دیا ہو اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے سجادۂ درس کو آباد کرنے کا شرف اس کو حاصل ہوا ہو لیکن ہم سب خدام و فرزندان دارالعلوم کے لئے یہ کس قدر تحدیث نعمت و فضل ربانی کے اظہار کا مقام ہے کہ حضرت مولانا حسین احمد صاحب اسیر مالٹا جانشین حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اس درسگاہ کے فارغ التحصیل ہیں جو تقریباً دس سال تک مسجد نبوی میں حدیث نبوی کا درس دیتے رہے اور جن کے درس کی شہرت یمن و حجاز کے علاوہ عراق و مصر و شام تک پہنچ گئی تھی کہ ایک موقع پر عباس حلمی پاشا سابق خدیو مصر مولانائے ممدوح کے درس میں شریک ہوئے اور رخصت ہوتے وقت جو الفاظ فرمائے وہ دارالعلوم کے ہر ہمدرد اور ہر چندہ دینے والے کے لئے مسرت و انبساط کی ایک معتبر سند ہے۔

دارالعلوم دیوبند کی مقبولیت عامہ کے یہ چند آثار و علائم ہیں یہاں حقائق و واقعات کی تفصیل کا یہ موقع نہیں لیکن اگر بعض آثار و علائم ہی خصائص لازمہ ہوتے ہیں تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایسے مذہبی سرچشمہ کو بند کرانا جو روئے زمین پر بعض خصوصیات کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہو کتنا بڑا مذہبی گناہ ہے لیکن افسوس کہ بعض عاقبت نااندیشوں نے کچھ خیال نہ کیا اور ذاتی انتقام کے نشہ میں چور ہو کر وہ سب کچھ کیا جو کوئی کافر حربی بھی نہ کرتا

موجودہ ادارۂ اہتمام موجودہ ادارۂ اہتمام کو میں معصوم نہیں سمجھتا اور نہ کوئی صحیح العقیدہ اہل سنت جو عصمت کو صرف انبیاء میں منحصر سمجھتا ہے اس امر کا دعویٰ کرسکتا ہے لیکن میں ادارۂ اہتمام کو ان اتہامات والزامات اور اس ناقابلیت کا مرتکب بھی خیال نہیں کرتا جو اس سے منسوب کی گئیں اور جن کو شائع کرکے دارالعلوم کی ترقی بمقبولیت پر کاری ضرب لگانے کی سعی کی گئی ہے

اس وقت میں فرداً فرداً الزامات کی تردید کرنا نہیں چاہتا اور نہ یہ میرا منصب ہے بلکہ میں ایک اصول پیش کرنے کے بعد دارالعلوم دیوبند کو اس نقصان سے بچانا اپنی سعادت خیال کرتا ہوں جو گمراہ کن پروپگنڈا سے پہنچ چکا ہے

ایک ناقابل تردید اصول کسی جماعت کی قابلیت واستعداد اور دیانت کا فیصلہ کرنے کے لئے یہ اصول یقیناً ہر شخص کو تسلیم ہوگا کہ اسکی ابتداء وانتہاء کا موازنہ کیا جائے یعنی یہ دیکھا جائے کہ جب اس نے دارالعلوم کی عنان اہتمام وانتظام ہاتھ میں لی تو اس کی کیا حالت تھی اور اب کیا کیفیت ہے۔ اگر اس میں کوئی نمایاں ترقی ہوئی تو کوئی شخص ایسی جماعت کو ناقابل ونااہل کہنے کے لئے تیار نہ ہوگا پس آؤ۔ آج ہم اس معیار پر ادارۂ اہتمام کی جانچ کریں۔

دارالعلوم کی آمدنی دارالعلوم کے چند شعبوں میں سے ایک آمدنی کا شعبہ ہے جس پر تمام ترقیوں کا دارومدار ہے۔ جب ۱۳۱۲ھ میں موجودہ ادارۂ اہتمام نے عنان اہتمام ہاتھ میں لی تو سالانہ مطبوعہ رپوٹیں مظہر ہیں کہ سالانہ آمدنی پانچہزار پانسو گیارہ روپے نو آنے تھی لیکن ۱۳۴۳ھ میں جیسا کہ آخری شائع شدہ سالانہ رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے یہ آمدنی بیاسی ہزار آٹھ سو نواسی روپیہ تیرہ آنہ گیارہ پائی تک ترقی کرگئی۔ کیا ناقابل وبد دیانت جماعت کے کاموں میں خدا ایسی قدر محیر العقول ترقی عطا کرتا ہی؟

دارالعلوم کی عمارت دارالعلوم کا دوسرا شعبہ دارالعلوم کی تعمیرات ہیں ۱۳۱۲ھ میں دارالعلوم کی کل عمارتیں چھتیس ہزار دو سو تراسی روپیہ ۶ر کی تھیں لیکن ۱۳۴۳ھ میں تین لاکھ سات ہزار ایک سو چھیاسٹھ روپیہ بارہ آنہ پانچ پائی کی ہوگئیں۔ ان اعداد کو بار بار پڑھو اور خدا کو حاضر و ناظر جان کر اپنے ضمیر سے دریافت کرو کہ جو لوگ مذہبی امانت اور بزرگوں کی نیابت میں خیانت کریں انہیں ایسی ترقی عطا کی جاتی ہے۔

طلبہ کی تعداد تیسرا شعبہ طلبہ کی تعداد ہے۔ کیونکہ بعض نکتہ چیں یہ بھی کہتے ہیں کہ قوم کا روپیہ عمارات اور ظاہری شان وشکوہ پر زیادہ صرف کیا گیا لیکن طلبہ کا کچھ خیال نہیں رکھا گیا۔ آؤ ہم اس شعبہ کا بھی ذرا موازنہ کریں ۱۳۱۲ھ میں جب موجودہ ادارۂ اہتمام نے اپنا کام شروع کیا تو طلبہ کی تعداد ۱۹۳ تھی جن میں صرف سولہ طالب علم وظیفہ پانے والے تھے مگر ۱۳۴۳ھ میں یہ تعداد ترقی کرکے ۸۳۰ تک پہنچ گئی جن میں وظیفہ پانے والے طلبہ ۴۰۴ ہیں۔ اس لحاظ سے اگر عمارت میں ترقی ۱۳۱۲ھ کی بہ نسبت ۱۳۴۳ھ میں تقریباً دس گنی ہوئی تو وظیفہ پانے والے طلبہ میں تقریباً پچیس گنی ہوئی۔ اب نکتہ چیں فیصلہ کریں کہ روپیہ عمارات پر نسبتاً زیادہ صرف ہوا یا طلبہ پر؟!

کتب خانہ دارالعلوم کا ایک شعبہ کتب خانہ دارالعلوم ہی ۱۳۱۲ھ میں جملہ کتابوں کی تعداد پانچہزار دو سو اکسٹھ تھی لیکن ۱۳۴۳ھ میں یہ تعداد انتالیس ہزار ایک سو چھیاسی تک ترقی کرگئی۔ اس کے علاوہ اور کوئی قابل ذکر شعبہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کیونکہ دارالعلوم درحقیقت انہی چار شعبوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ باقی مدرسین وملازمین کی تعداد وہ سب ضمناً ان میں داخل ہے۔ پس ذرا انصاف کرو کہ جس ادارۂ اہتمام ومجلس شوریٰ کے سایہ میں دارالعلوم نے اس قدر ترقی کی ہو کیا وہ اسی سلوک کا مستحق ہے جو دارالعلوم کے بعض نادان دوستوں اور بعض انتقام پسند دشمنوں نے اس کے ساتھ روا رکھا؟

احقر

محمد مظہر الدین غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند کی ارواح مقدسہ

(از حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب استاد حدیث دارالعلوم دیوبند)

خداوند جل وعلی شانہٗ ایجاد واعدام خلق اور احیاء واماتۂ اقوام میں کسی واسطہ اور ذریعہ کے محتاج نہیں لیکن عادۃ اللہ اس طرح جاری ہے کہ وسائط وذرائع سے کام لیا جائے تاکہ ان ذرائع واسباب کو بھی سعادت تعمیلِ ارشاد خداوندی کی اور اجر وثواب مفتاح خیر ہونیکا حاصل ہوجائے۔ چنانچہ علمائے محققین نے اپنے کشف وشہود اور ملاحظۂ معاملۃ الرب مع العباد کے بعد ارشاد فرمایا ہے کہ خداوند تعالیٰ کو جب کسی قوم کی ہدایت اور احیاء منظور ہوتی ہے تو ایک نظر خاص اور تجلیٔ مخصوص سے بعض عباد صالحین کو نواز دیا جاتا ہے اور انہیں اولیاء مقربین کے قلب سے ایک خاص رابطہ اس جماعت کے قلوب کے لئے پیدا فرما دیا جاتا ہے جن کی حیات حقیقی یعنی ہدایت مقصود ومنظور حق ہوتی ہے (جس طرح کہ ان مخصوص ومقبول مقربین کو ایک رابطۂ خاصہ مع اللہ تعالیٰ حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے حاصل ہوا ہے)

اب یہ مقبول ومخصوص اولیاء اللہ اس جماعت عظیمہ کے مجموعی جسم کے لئے بمنزلہ ایک روح لطیف کے ہوجاتے ہیں۔

دارالعلوم دیوبند اور اس کے منتسبین کی جماعت عظیمہ منتشرہ فی الآفاق اور اس کے بزرگان قدیم کے حالات پر نظر کی جائے تو بلا اشتباہ یہی ذہن میں آتا ہے کہ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ اور حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد قاسم صاحب اور مخدوم العلماء حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس اللہ اسرارہما ایسے منتخب بزرگ اولیاء مقربین ہیں کہ حق تعالیٰ نے ان کے قلوب کو نظر خاص اور انوار مخصوصہ سے منور ومزین کرکے دارالعلوم دیوبند اور اس کے متوسلین کے مجموعی جسم کی تربیت ان کے سپرد فرمائی ہے اور اس جسم کی روح معنوی ان کو بنایا ہے اور اس تربیت معنوی میں ان ارواح مقدسہ کے اخلاف صالحہ مثل حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب وحضرت مولانا شیخ الہند وحضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہم اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب ادام اللہ برکاتہم ان بزرگوں کے معین یا نائب ہوتے رہے ہیں اور ثمرہ اس رابطہ معنویہ اور تعلق باطنیہ کا یہ ہے کہ تمام جماعت منتسبین باوجود بُعد مساکن واختلاف اماکن کے اتحاد عقائد صحیحہ اور موافقت اعمال صالحہ میں مشہور رہے۔

حضرات ممدوحین کی تربیت روحانی اصحاب حال واہل نظر کے نزدیک محتاج دلیل نہیں ہے۔ ان حضرات کا عظیم تعلق اور تربیت ظاہری دارالعلوم اور اس کے متعلقین کی ظاہر قرینہ اور دلیل تربیت کافی ہے خاص شرف اس امر کا کہ یہ سب فیوض اس مخصوص نظر رحمت پروردگار اور حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے برکات کے بحر ذخار سے حاصل ہوئے ہیں اور باوجود بُعد زمانی ومکانی اور کثرت وسائل ووسائط کیفیت کیف ان برکات کا بدستور وبجنسہ باقی ہے حضرت مولانا محب الدین صاحب مہاجر خلیفہ حضرت مولانا حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہما کے کلام معتبر وقابل وثوق سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے تشریف آوریٔ ہندوستان کے وقت متعدد مرتبہ فرمایا اور بعد واپسی کے بھی حرم محترم میں یہی ذکر فرمایا کہ "حالت صلوٰۃ میں جو کیف ولذت مجکو حرمین شریفین میں حاصل ہوتی ہے وہی مدرسۂ دیوبند کی مسجد کی جماعت میں حاصل ہوتی تھی"!

اس وقت اتنے ہی مضمون پر بس کرکے آیندہ کے لئے قوت وہمت پر اپنے مضمون کو محوّل کرتا ہوں +

(رقمہٗ فقیر سید اصغر حسین عفا اللہ عنہ)

دارالعلوم دیوبند کی تعلیمی حالت

(از حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند)

جماعت انما نحن مصلحون کے واحد ترجمان اخبار مہاجر اور جمعیۃ ایجنٹوں نے جب سے مولانا انور شاہ صاحب اور مولوی شبیر احمد صاحب مع اسٹرائکی طلباء وغیرہ کے ڈابھیل چلے گئے ہیں ایک نیا شور مچا رکھا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس جماعت کے چلے جانے سے (خدانخواستہ) جسم دارالعلوم سے علمی روح نکل گئی ہے دارالعلوم میں طلباء ... نہیں رہے ہیں خاکش بدہن گویا دارالعلوم ٹوٹ گیا ہے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ دارالعلوم مستغنی ... مدرسین و اسٹرائکی طلباء کے قیام دیوبند کے وقت میں جس طرح چل رہا تھا۔ اب بھی اسی رفتار سے چل رہا ہے۔ نہایت استقلال و سکون سے کام ہو رہا ہے۔ وہی چہل پہل ہے۔ البتہ فسادی جلسوں کی چہل پہل ضرور بند ہو گئی ہے مستغنی ... مدرسین میں علمی حیثیت سے شاہ صاحب کا وجود بیشک ایسا تھا کہ ان کے متعلق جو کہا جائے بجا ہے۔ لیکن جب کہ ان کی جگہ پر جانشین شیخ الہند حضرت مولانا حسین احمد صاحب کو ضیا پاشی کرتے ہوئے دیکھا جائے تو یہ کمی پھر زیادتی معلوم ہوتی ہے اور نئی علمی روح کے داخل ہونے پر جس قدر بھی فخر و شکر کیا جائے کم ہے۔

مولوی شبیر احمد صاحب چونکہ ایک عرصہ سے تعلیمی سلسلہ سے جدا ہیں اس لئے ان کا ہونا نہ ہونا تعلیمی حیثیت سے برابر تھا بقیہ مدرسین و معین المدرسین کے چلے جانے سے مدرسہ کی تعلیم پر کیا اثر پڑ سکتا تھا بلکہ سچ پوچھو تو دارالعلوم کا ان پر یہ احسان تھا کہ ان کے اندر تعلیمی سلیقہ ... کرنے کے لئے انہیں چند اسباق دے دئے گئے تھے۔ دارالعلوم میں اس وقت بحمد اللہ وہی ممتاز اساتذہ کام کر رہے ہیں جو بیس پچیس برس سے برابر پڑھا رہے تھے اور جن کی علمی قابلیت و مہارت فن مسلمہ موافق و مخالف ہے مستغنی ... مدرسین کے چلے جانے سے رتی برابر دارالعلوم کی تعلیمی حالت پر کوئی اثر نہیں پڑا ہے موجودہ فہرست موجودہ مدرسین ٹائٹل کے صفحہ ۳ پر ملاحظہ فرمائی جائے۔

ذیل میں ہم طلبائے قدیم و جدید کا سالانہ موازنہ دکھاتے ہیں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ دارالعلوم کی کسی حالت میں کوئی لائق تذکرہ فرق نہیں ہے۔ اس وقت ۶۱۔ اسباق داخل و خارج اوقات میں پڑھائے جا رہے ہیں اور اس سے پہلے سال میں ۴۵ اور اس سے پہلے سال میں ۵۲ اسباق تھے۔ تعداد طلباء نقشہ ذیل سے معلوم ہو گی۔

نقشہ موازنہ طلبائے قدیم وجدید - درجۂ عربی

سنہ	طلبائے قدیم	طلبائے جدید	کل تعداد درجہ عربی	وہ طلباء جو بوجہ فراغت علم یا دیگر اسباب اگلی سال نہیں آئے
۱۳۴۰ھ	۲۵۸	۱۱۵	۳۷۳	۱۰۶
۱۳۴۱ھ	۲۶۷	۱۲۶	۳۹۳	۱۰۸
۱۳۴۲ھ	۲۸۵	۱۸۷	۴۷۲	۱۴۴
۱۳۴۳ھ	۳۲۸	۱۸۱	۵۰۹	۱۳۲
۱۳۴۴ھ	۳۷۷	۲۰۳	۵۸۰	۱۷۲
۱۳۴۵ھ	۴۰۸	۱۹۱	۵۹۹	۲۴۳
۱۳۴۶ھ	۳۵۶	۱۸۵	۵۱۴	۲۴۶
۱۳۴۷ھ	۲۰۶	۲۰۹	۴۱۸	

نوٹ ا۔ رجب ۱۳۴۶ھ میں منجملہ ۵۱۴ طلباء کے ۲۴۶ طلباء وہ ہیں جو بوجہ اسٹرائک و دیگر جرائم کے مدرسہ سے خارج کئے گئے اور بعض بوجہ اپنی ضروریات کے مدرسہ سے رخصت ہو کر شریک امتحان سالانہ نہیں ہوئے ہیں ۱۳۴۶ھ میں کل ۲۶۸ طلباء شریک امتحان ہوئے انہیں سے ۱۳۴۷ھ میں ۲۰۶ طلباء آئے اور ۶۲ طلبا نہیں آئے جو تعداد بہ نسبت سنین سابقہ کے بہت کم ہے +

عالم میں فساد اور اس کا انسداد

(اثر خامہ فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب مدیر القاسم مدظلہ)

فخر الہند حضرت مولانا الحاج المولوی محمد حبیب الرحمن صاحب دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم دیوبند و مدیر القاسم کے بلند پایہ علمی قصائد اور مضامین سے ناظرین القاسم دور قدیم بخوبی واقف ہیں۔ ایک عرصہ سے ہم کو اور ناظرین القاسم دور جدید کو اس کی آرزو تھی کہ حضرت مولانا گاہے ماہے "القاسم" میں مضامین عطا فرمایا کریں لیکن حضرت موصوف کو دارالعلوم کے معاملات میں جس قدر مشغولی دائمی رہتی ہے وہی اب تک حائل رہی القاسم کے مخصوص نمبر کے لئے ہمارے متواتر اصرار پر حضرت العلام نے ہمیں جو عالی مضمون عطا فرمایا ہے اسے ہم بصد مسرت و ابتہاج پیش کرتے ہیں اور اس مضمون کو مستقبل کے لئے فال نیک سمجھتے ہوئے متوقع ہیں کہ آئندہ کے لئے بھی ان شاء اللہ حضرت قبلہ کے عالی مضامین سے اوراق القاسم مزین ہوتے رہیں گے۔ (طاہر بن احمد القاسمی کان اللہ لہ)

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ۔ والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ وصفیہ عبدہ ورسولہ خیر خلقہ وصفوۃ عبادہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ حاملی ملتہ وناشری شریعتہ اجمعین ۔

سارا عالم باجزائہ اختلاف کا مجموعہ ہے۔ اس کے ہر جزو کو دیکھئے تو طبعی میلان و اقتضاءات میں دوسرے سے مخالف ہے۔ عناصر کو دیکھئے تو ان میں سے ایک اگر اپنے مرکز کی تلاش میں بالطبع زمین کے اندر گھسا جاتا ہے تو دوسرا آسمان کی طرف پرواز کرتا نظر آتا ہے۔ اسی طرح تمام اجناس اور ان کے انواع و افراد پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک نوع کے اندر اگر وحشیانہ حرکات درندگی و خونخواری۔ ایذا و تکلیف رسانی خلقۃً ودیعت رکھی گئی ہے تو دوسری نوع بالطبع مسکنت۔ سلامت۔ نرمی اور اطاعت کی طرف مائل ہے۔

انسان اشرف المخلوقات اور خلیفہ خالق کائنات ہے۔ اس کو خیال کرتے ہیں تو ان تمام اختلافات و تنوعات کا جو عالم کے اجزاء میں جدا جدا پائے جاتے ہیں مجموعہ نظر آتا ہے۔ ان میں سے ایک اگر رحم مجسم۔ اخلاق کی تصویر تواضع و مسکنت۔ ہمدردی بنی نوع کا مجسمہ ہے تو دوسرا اس کا رقیق بلکہ حقیقی بھائی وحشت و خونخواری غیظ و غضب کا سرچشمہ معلوم ہوتا ہے جس میں ہمدردی کا پتہ نہیں ہے جو دوسروں کو فنا کر دینا اپنی بقاء کی علت اور ان کی تکلیف کو اپنی راحت کا سبب سمجھتا ہے۔

اس اختلاف و مخالفۂ احوال و افعال متغائرۂ اخلاق و صفات کی صورت میں عالم کا اس نظام و ترتیب کے ساتھ باقی رہنا ناممکن تھا یہ ضروری بات تھی کہ قوی کے ہاتھ سے ضعیف فنا ہو جاتا اور پھر ہر فرد دوسرے کی ہلاکی کو اپنا اولین فرض سمجھتا۔

لیکن خداوند عالم جل جلالہ نے جس طرح اجسام کے اندر دو قوتیں جاذبہ و دافعہ پیدا فرما کر ان کے اتصال و انفصال۔ تلاصق و تباین کو ایک نظام اور ایک ضابطہ میں داخل فرما دیا ہے۔

عالم کی دو قوتوں یا دو صفتوں کا وجود

اسی طرح مجموعہ عالم کو دو قوتیں یا دو صفتیں عطا فرمائی ہیں جن میں سے ایک صفت کو ہم رحمت و شفقت۔ تربیت و ہمدردی سے تعبیر کرتے ہیں اور دوسری کا نام غضب و انتقام۔ تحفظ و دفع مضرت وغیرہ رکھتے ہیں۔

یہ دونوں قوتیں یا صفتیں عالم کی ہر ایک نوع اور اس کے افراد میں برابر موجود ہیں کوئی فرد ان سے خالی نہیں۔ وحشی جاہل۔ یا مہذب انسان یا ستو جانور اور موذی درندے سب ان میں حصہ دار ہیں۔

ہر ایک ذی روح ایک قوت یا صفت سے ہمدردی اور شفقت کا معاملہ کرتا ہے تو دوسری قوت یا صفت سے اپنی جان و مال۔ عزت و آبرو کی حفاظت کرتا ہے۔ انہیں دونوں حالتوں پر عالم کی بقاء کا مدار ہے۔

صفت رحمت و ہمدردی کے محمود و عام ہونے کے لئے کسی دلیل کے پیش کرنے کی حاجت معلوم نہیں ہوتی۔ غالباً کوئی ادنیٰ ذی عقل بھی اس کے سمجھنے سے قاصر نہیں ہے۔ تاہم بطور استشہاد ایک حدیث کا بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے جو بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول جعل اللہ الرحمۃ فی مائۃ جزء فامسک عندہ تسعۃ وتسعین جزءاً وانزل فی الارض جزءاً واحداً فمن ذلک الجزء یتراحم الخلق حتی ترفع الفرس حافرھا عن ولدھا خشیۃ ان تصیبہ۔ بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۸۸۷

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کو سو حصوں پر منقسم کر کے ننانوے حصے اپنے پاس رکھ لئے اور ایک حصہ زمین پر اتار دیا جس کی بدولت تمام مخلوقات آپس میں رحمت و شفقت کا معاملہ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ چلتے چلتے گھوڑا اپنے سُم کو اس لئے اٹھا لیتا ہے کہ بچہ کے اوپر نہ پڑ جائے۔

صفت غضب و انتقام کا محمود ہونا

البتہ غضب و انتقام کے محمود یا ضروری۔ مامور بہ یا پسندیدۂ خداوندی ہونے میں کسی کو کلام ہو تو ہو کیونکہ ظاہری طور پر اتلاف نفس۔ ایذا رسانی۔ وحشیانہ فعل اور ظالمانہ حرکت معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے مجھے یہ بتلا دینا ضروری معلوم ہوا کہ عقل و نقل کی رو سے اس قوت کا وجود بھی ایسا ہی لازم اور واجب ہے جیسا صفت اول کا۔

عالم میں کوئی ذی روح عناصر کی ترکیب سے خالی نہیں اور اسی لئے ہر ایک میں ہر ایک عنصر کی صفات خاصہ اور ان کی تاثیرات کا موجود ہونا لازم ہے جس کے اندر رحمت و شفقت۔ عدل و کرم حلم و عفو۔ اطاعت و انقیاد کا مادہ ہے۔ اسی میں ظلم و ستم غیظ و غضب۔ کفران نعمت۔ سرکشی و انتقام وغیرہ اوصاف بھی موجود ہیں۔

فرق ہے تو صرف یہ ہے کہ کسی میں اول صفات کا غلبہ ہے اور کسی میں دوسرے اوصاف کا لیکن ایک وصف کا غلبہ دوسرے کو فنا نہیں کر دیتا اس لئے ہر ایک سے دونوں قسم کے افعال صادر ہو سکتے ہیں۔

اب ظاہر ہے کہ غیظ و غضب۔ انتقام و مدافعت وغیرہ مذموم ہی ہوں تو ستم و تعدی سے محفوظ رہنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے اور اس طرح پر دنیا میں امن و امان۔ عدل و انصاف کے قائم رہنے بلکہ سلسلۂ حیوٰۃ کی بقاء کی کوئی صورت معلوم نہیں ہوتی۔

عرب جیسے ملک میں جہاں کسی شریعت پر عمل درآمد تھا اور نہ کوئی قانون نافذ۔ اس عقلی کلیہ کو صحیح مانتے تھے اور ان کے یہاں القتل انفی للقتل (قتل سے بہتر قتل کو روکنے والی کوئی چیز نہیں) کا قاعدہ مسلّم تھا۔

یہ تو عقلی طرز کا استدلال ہے لیکن ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ شریعت نے بھی اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے یا نہیں۔ شریعت کا عام اور واجب الاذعان فرمان ہے ولکم فی القصاص حیوٰۃ یا اولی الالباب (تمہارے لئے قصاص یعنی خون کے بدلے خون اور زخم کے بدلے زخم میں بہت بڑی زندگی ہے) یعنی عالم کی حیوٰۃ اسی میں ہے کہ ہر ایک کو اس کی تعدی و ظلم کی پاداش قصاص کی صورت میں دی جائے۔

اس کے علاوہ کلام الٰہی کی بہت سی آیات میں اس حکم کی تائید و تصریح موجود ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے وانزلنا الحدید فیہ بأس شدید (ہم نے لوہے کو اتارا ہے اس میں سخت رعب ہے اور لوگوں کے بہت سے نفع ہیں) اس سے صاف ظاہر ہے کہ لوہے یعنی تلوار وغیرہ اسلحہ کے استعمال کی اجازت ہی لوگوں کو مرعوب کرنے اور ان کے منافع کے لحاظ سے۔

دوسرے موقع میں ارشاد ہے ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض ولکن اللہ ذو فضل علی العالمین (اور اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کے شر کو بعض دوسروں کے ذریعہ سے دفع نہ کرتا تو زمین فساد سے بھر جاتی لیکن اللہ تعالیٰ اہل عالم پر فضل کرنے والا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ خداوند عالم نے اپنی حکمت بالغہ اور فضل عظیم سے یہ نظام قائم کر دیا ہے کہ مخلوق ہی آپس میں ایک دوسرے کے مقابلہ میں کھڑی ہو کر مظلوم کو ظالم کے پنجہ سے رہائی دلواتی ہے۔ ظالم کو اس کے کیفر کردار کو پہنچا دیتی ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین فساد سے لبریز ہو جاتی۔ سارا نظام درہم و برہم ہو جاتا۔

اسی مضمون کو دوسرے موقع پر ان الفاظ میں ادا فرمایا ہے۔ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیراً ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز۔

ان دونوں آیتوں سے صاف ثابت ہے کہ دنیا میں سلسلہ مدافعت و انتقام جاری نہ ہوتا تو عالم فساد سے لبریز ہو جاتا۔ زمین کو پاک و صاف کرنے مساجد و معابد کو محفوظ رکھنے کی صورت یہی ہے کہ لوگوں کو افعال قبیحہ ظلم و تعدی سے باز رکھا جائے اور ایک جماعت خدمت مدافعت کی انجام دہی کرتی رہے۔

الغرض کلام الٰہی کی بے شمار شہادتوں سے یہ امر تو روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ ضرورت کے وقت انتقام و مدافعت بھی لازمی ہیں۔ وہ پسندیدۂ خداوند عالم و محمود ہیں کسی وقت وہ بھی ایسے ہی فرض ہو جاتے ہیں جیسے نماز و روزہ وغیرہ طاعات۔ اس بارہ میں اس سے زیادہ بیان کرنے کی حاجت و ضرورت باقی نہیں رہی۔

تخصیص مراد آیات مذکورہ بالا

لیکن ان دونوں آیتوں کے اندر صورت مدافعت اور امر مدفوع کی تعیین و تخصیص میں مفسرین نے کچھ خلاف کیا ہے اس لئے ضرورت ہے کہ ہم تفسیر آیت کے متعلق بھی کچھ عرض کرتے جائیں جس سے اصل مقصد میں بھی اور زیادہ وضاحت ہو جائے۔ مگر نفس مطلب عرض کرنے سے قبل چند مقدمات بطور تمہید بیان کر دینے مناسب ہیں۔

(۱) انسان کے اندر دو قوتیں پیدا کی گئی ہیں۔ ایک ملکی جو اطاعت و انقیاد کی طرف بلاتی اور مخلوق کی گردن خالق کے سامنے جھکاتی ہے اسی قوت کے غلبہ سے اچھے افعال صادر ہوتے ہیں اور انسان ادائے حقوق خداوندی کی طرف مائل ہوتا ہے۔ دوسری بہیمی جس کے نتائج کفران نعمت و فساد۔ سرکشی و نافرمانی ہیں۔ دنیا غفلت و ذہول کا گھر ہے۔ لذائذ و نعم یا تکالیف و محن میں مبتلا ہو کر آدمی پر بہیمیت کا غلبہ ہو جاتا ہے اور وہ اولئک کالانعام بل ھم اضل سبیلا (نہیں ہیں وہ مگر چوپائے بلکہ ان سے بھی زیادہ گم کردہ راہ ہیں) اور یاکلون کما تاکل الانعام (کھاتے ہیں وہ اس طرح جس طرح چوپائے کھاتے ہیں) کا مصداق بن جاتا ہے۔ اس کی حیوٰۃ کا ثمرہ صرف یہ ہوتا ہے کہ کھانے پینے لڑنے جھگڑنے میں بسر اوقات کرے۔ کوئی تکلیف پیش آئے تو تھوڑی دیر تک ہائے وائے کر کے موت کا نوالہ بن جائے یا بھلا چنگا ہو کر اٹھ بیٹھے۔ مگر ان کے اسباب روحانی یا تدابیر دنیوی کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ اس کا خیال نہ کبھی اپنے مبداء کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور نہ معاد کی فکر اس کو دامنگیر ہوتی ہے۔ یہ اپنی اس حالت میں خدا کو بھلائے ہوئے بالکل آزادانہ و وحشیانہ زندگی بسر کرتا ہے۔ یا تو بت پرستی میں مبتلا ہو کر ایک کی جگہ ہزار معبود بنا لیتا ہے اور کبھی اپنے اصلی مالک و خالق کی طرف رجوع نہیں کرتا۔ بلکہ جہاں تک ہو سکتا ہے اس کی نافرمانی کرتا ہے۔ یہ حالت اور کیفیت جس قدر پھیلتی جاتی ہے دنیا فساد سے لبریز ہوتی جاتی ہے۔

(۲) انسان اصل فطرت سے مدنی الطبع واقع ہوا ہے وہ تنہا رہ کر زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ ایک آدمی کے پیچھے جس قدر حاجتیں لگی ہوئی ہیں وہ تنہا اس سے پوری نہیں ہو سکتیں۔ اس کو کھانے کی بھی ضرورت ہے۔ لباس کی بھی حاجت ہے۔ رہنے کے لئے مکان بھی لازمی ہے علیٰ ہذا اور بہت سی قسم کی حاجتیں ہیں اور تمام حوائج تقسیم خدمات کے اصول پر پوری ہوتی ہیں۔ ایک کھیتی کرتا ہے۔ دوسرا کپڑا بنتا ہے۔ تیسرا تیار کرتا ہے۔ علیٰ ہذا کوئی مکان بناتا ہے۔ کوئی روٹی پکاتا ہے۔ کوئی تعلیم و تعلم کا کام کرتا ہے۔ کوئی صنعت و حرفت جانتا ہے اور اس طرح ایک شخص کے حوائج زندگی پورا کرنے کے لئے بیسیوں آدمیوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ فرداً فرداً ہر ایک کی یہی حالت ہے اور اسی لئے اس کو جتھے کے اندر ملا جلا رہنا ضروری اور لازمی ہو گیا۔

لیکن جب خدمتیں تقسیم ہوئیں اور ہر ایک شخص اپنی خدمت کے ادا کرنے میں دوسرے سے علیحدہ اور منفرد ہوا۔ اور اس کی زندگی کا مدار اسی خدمت پر رکھا گیا۔ ادھر ان کی حاجتیں اپنی کمیت وکیفیت کے اعتبار سے کم وبیش ہوتی گئیں تو ان میں املاک وحقوق کا اشتراک وانفراد بھی جاری ہوا جس کا نتیجہ لازمی طور پر منازعت ومخاصمت ہے جو دلوں سے زبان تک اور زبان سے ہاتھ پیر تک اور بالآخر قتل وقتال تک پہنچ جاتی ہے اور جس کے نتیجہ میں یہ ہوسکتا ہے کہ ایک دم میں زمین فساد واختلاف سے بھر جائے اور آن کی آن میں دنیا فنا ہو جائے۔

(۳) تاثیرات دو طرح کی ہوتی ہیں۔ ایک ظاہری محسوس۔ دوسری باطنی اور غیر محسوس۔ ظاہری اور محسوس تاثیرات سے تو تمام اہل عقل واقف ہیں ہر ایک شخص جانتا ہے کہ تلوار کی تاثیر کاٹ ڈالنا۔ پانی کا اثر سیراب کرنا۔ آگ کی تاثیر جلا دینا۔ کپڑے کا اثر گرمی۔ سردی سے محفوظ ہو جانا ہے۔ اور روٹی کھانے کا نتیجہ بھوک کے عذاب سے نجات پانا ہے لیکن باطنی اثرات اور نتائج تک ظاہر پرست عقول کی رسائی نہیں ہوتی۔ ان کا خیال اس طرف رجوع نہیں ہوتا کہ خالق کائنات نے اشیاء کے اندر باطنی علاقے بھی پیدا فرمائے ہیں۔ اور وہ اسباب اگرچہ غیر محسوس ہیں۔ مگر قوت میں ان اسباب ظاہرہ سے کم نہیں بلکہ زیادہ کہہ دیا جائے تو درست ہے۔

اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کو قیاماً للناس یعنی سبب بقاء عالم فرمایا ہے لیکن یہ سببیت کسی ظاہری علاقہ کی بناء پر نہیں ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے من احب ان یبسط لہ فی رزقہ وینسأ لہ فی اثرہ فلیصل رحمہ (جو شخص اپنے رزق کی وسعت اور عمر کی درازی چاہتا ہے اسے صلہ رحمی کرنا چاہئے)

دوسری حدیث میں ہے لا یزید فی العمر الا البر وان الرجل لیحرم الرزق بالذنب یصیبہ (درازی عمر بر والدین سے ہوتی ہے اور آدمی گناہ کرکے رزق سے محروم ہو جاتا ہے۔) ظاہر ہے کہ صلہ رحمی اور بر والدین کا درازی عمر اور وسعت رزق کے لئے سبب ہونا اسباب ظاہرہ میں سے نہیں ہے اور گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم ہو جانا بھی باطنی علاقہ کا پتہ دیتا ہے،

علیٰ ہذا کثرت معاصی سے قحط اور وبا کا پھیلنا اور عالم کا مبتلاء مصائب وآلام ہو جانا اور طاعات وعبادات۔ تقویٰ وطہارت، اخلاص وللہیت کی وجہ سے خیر وبرکت کا ظہور پذیر ہو جانا یہ سب امور ایسے ہیں جو باطنی اسباب کے مؤثر قوی ہونے کا علی الاعلان ثبوت دیتے ہیں۔

اسباب ظاہرہ کی قوتوں کا موازنہ مقابلہ اور معارضہ کر دیا بخوبی ہوسکتا ہے۔ اور ایک حقیقت شناس۔ کنہ رس بخوبی یقین کرسکتا ہے کہ اسباب باطنہ میں جو قوت مضمر ہے وہ اسباب ظاہرہ میں نہیں ہے۔

ایک حدیث میں وارد ہے لا تقوم الساعۃ الا علی شرار الخلق (قیامت قائم نہ ہوگی۔ مگر بدترین مخلوقات پر) اور دوسری حدیث میں ہے لا تقوم الساعۃ حتی لا یقال فی الارض اللہ اللہ (قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک زمین پر لفظ اللہ کہنے والا باقی ہے)

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہے کہ جس طرح گناہوں کا ارتکاب عالم کی تباہی اور خرابی کا سبب ہے۔ اسی طرح طاعت وعبادت۔ آبادی دنیا اور سرسبزی کا موجب ہے۔ لفظ اللہ کی یہ خیر وبرکت ہے کہ جب تک ایک شخص بھی اس مبارک نام کا تلفظ کرنے اور اپنے خدائے برتر کا یاد کرنے والا موجود ہے۔ یہ ہولناک منظر اور یہ ہیبت ناک حالت جس میں زمین وآسمان کاغذ کے پرزہ کی طرح لپیٹ کر رکھ دئیے جائیں گے اور جس کی شدت وسختی بچہ کو بوڑھا بنا دیگی جس کو قیامت کبریٰ اور رستخیز کے ہولناک الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے پیش نہ آوے گا۔ پھر اب فرمائیے کہ عالم اور اس کے تمام اجزاء اسباب ومسببات سب کے سب موجود۔ اسباب ظاہری کا کونسا جزو ہے جو کم ہو گیا۔ اس کا جواب نفی میں ملے گا۔ اگر کم ہوا ہے تو صرف ایک جزو خیریت۔ اعمال صالحہ یا برکت لفظ اللہ۔ یہ باطنی اسباب اس نظام کو سنبھالے ہوئے تھے اور جب یہ نہ رہی تو نظام عالم درہم وبرہم ہو گیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اسباب ظاہرہ میں وہ قوت نہیں جو اسباب باطنہ میں ہے۔

الغرض اسباب ظاہرہ کی طرح اسباب باطنہ کی تاثیر بھی ثابت ہے اس کی تسلیم میں کسی ملا یا کم عقل ظاہر پرست کو تامل ہو تو ہو۔ مگر صاحب عقل سلیم جس کا باطن نور ایمان سے منور ہو چکا ہے کبھی انکار نہیں کرسکتا۔

عالم میں شیوع فساد کی صورتیں

ان مقدمات سے فارغ ہونے کے بعد اب ہم اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ مندرجہ بالا تحریر سے معلوم ہو گیا کہ عالم میں فساد پھیلنے کی صورتیں امور ذیل پر منحصر ہیں:۔

(الف) بہیمیت کے غلبہ کی وجہ سے کفر والحاد۔ شرک وبت پرستی کا شیوع ہو جائے۔ معاصی وکبائر عام ہو جائیں۔

(ب) انسان کے مدنی الطبع ہونے اور معاملات کے اشتراک سے منازعت ومخاصمت جنگ وجدل کی نوبت آئے۔

(ج) اعمال بد اور افعال قبیحہ کی وجہ سے عالم میں قحط اور وبا اور ہر قسم کے عذاب نازل ہونے لگیں مخلوق نامعلوم طریقہ سے مبتلاء مصائب وآلام ہو جائے۔

دفع فساد کی صورتیں

فساد کی ان مختلف صورتوں کے علاج بھی جداگانہ ہیں

(۱) صورت اول کا سد باب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور علماء ربانی اپنے مواعظ حسنہ۔ امر بالمعروف، نہی عن المنکر کے ذریعہ۔ دلائل وبراہین کے زور سے معجزات وخوارق دکھلا کر توحید کی طرف بلائیں اور اعمال صالحہ کی تلقین کرکے ان کو ہدایت کی شاہراہ پر لا ڈالیں۔

(۲) صورت دوم کی تدبیر یہ ہے کہ منازعت واختلاف اور ہر قسم کے معاملات کو تصفیہ کرنے کے واسطے ایک مکمل قانون جس کو قانون شریعت کہتے ہیں بنا کر دیا جائے اور اس کی تنفیذ کا کام انبیاء، خلفاء، سلاطین اور ان کے نائبین کے سپرد کیا جائے۔ قانون شریعت قطع منازعات تصفیہ معاملات کا رستہ بتانے والا ہے لیکن اس کو نافذ کرنے والے صرف انبیاء اور ان کے تابعین ہوتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف[1] میں آیا ہے الاسلام والسلطان اخوان توأمان (اسلام اور بادشاہ دو جوڑواں بھائی ہیں) اور دوسری حدیث[2] میں ہے الاسلام امیر والسلطان حارس فما لا امیر لہ فھو منھزم وما لا حارس لہ فھو ضائع (اسلام امیر ہے اور بادشاہ نگہبان ہے جس لشکر کا امیر نہیں وہ منہزم ہے اور جس چیز کا کوئی نگہبان ومحافظ نہیں ہوتا وہ ضائع ہو جاتی ہے)

(۳) صورت ثالث کا علاج یہ ہے کہ دنیا میں نیکوکار اور صالحین کی بدولت بدکار وگنہگار تباہی وبربادی سے بچائے جائیں جیسا کہ ایک حدیث[3] میں آیا ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یدفع بمن یصلی من امتی عمن لا یصلی وبمن یزکی عمن لا یزکی وبمن یصوم عمن لا یصوم وبمن یحج عمن لا یحج وبمن یجاھد عمن لا یجاھد ولو اجتمعوا علی ترک ھذہ الاشیاء لما انظرھم اللہ طرفۃ عین ثم تلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذہ الآیۃ ولولا دفع اللہ الناس الآیۃ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے نماز پڑھنے والوں کی بدولت ان لوگوں پر سے مصیبت ٹلا دی جاتی ہے جو نماز نہیں پڑھتے اور زکوٰۃ دینے والوں کی بدولت زکوٰۃ نہ دینے والوں پر سے اور حج کرنے والوں کی بدولت حج نہ کرنے والوں پر سے اور جہاد کرنے والوں کی بدولت جہاد نہ کرنے والوں پر سے اور اگر سب کے سب مل کر ان اعمال حسنہ اور طاعات مفروضہ کو چھوڑ دیں تو اللہ تعالیٰ ان کو آنکھ جھپکنے کے قدر بھی مہلت نہ دے اور فوراً ہلاک کر دے۔ اس ارشاد کی تائید میں آپ نے یہ آیت پڑھی ولولا دفع اللہ الناس الخ

اس بیان سے واضح ہو گیا کہ ہر دو آیات مذکورہ میں مدافعت اور ذریعہ دفع کو خاص خاص صورتوں میں معین ومشخص کرنے سے یہی بہتر ہے کہ ان کے مفہوم میں تمام وہ حالتیں جن سے باز رکھنا اور روکنا مقصود ہے۔ اور تمام ذرائع مدافعت کو داخل رکھا جائے۔ آیات مذکورہ سب معانی کو محتمل ہیں مفسرین کا بعض صورتوں کو بیان کر دینا عام معنی کے منافی نہیں ایک کا ذکر دوسرے کی نفی نہیں کرتا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ دونوں صفتیں رحمت وشفقت غضب وانتقام

[1] تفسیر کبیر جلد ثانی صفحہ ۴۴۹۔ ۱۲

[2] تفسیر کبیر جلد ثانی صفحہ ۴۴۹۔ ۱۲

[3] تفسیر کبیر جلد ثانی صفحہ ۴۴۹۔ ۱۲

اپنے اپنے موقع پر محمود و پسندیدہ ہیں۔

غضب مقصود بالذات نہیں ہے

ہاں ایک فرق ضرور ہے وہ یہ کہ رحمت و شفقت خود مقصود بالذات ہیں غضب و انتقام مقصود بالذات نہیں وہ علاج و تنبیہ یا عبرت آموز سبق دینے کے لئے اختیار کئے جاتے ہیں اور اسی وجہ سے علماء نے تصریح کردی ہے کہ عالم میں جو امور بظاہر نقمت و عذاب معلوم ہوتے ہیں وہ بھی حقیقت میں رحمت ہیں۔ تفسیر کبیر میں ہے :- اذا عرفت ھذا فکل ما فی العالم من محنۃ وبلیۃ والم ومشقۃ فھو وان کان عذابا والما فی الظاھر الا انہ حکمۃ ورحمۃ فی الحقیقۃ (جب یہ معلوم ہوگیا تو اب سمجھ لینا چاہئے کہ عالم میں جو کچھ کسی کو تکلیف و مصیبت یا محنت و مشقت پہنچتی ہے۔ اگرچہ ظاہر میں وہ عذاب معلوم ہوتے ہیں مگر حقیقت میں رحمت اور حکمت ہیں) ہم اس کی وجہ بھی بیان کردیتے مگر بوجہ خوف طوالت چھوڑتے ہیں شاید کوئی اور موقع اس کے بیان کا آجائے۔

صفت رحمت اور اس کے اجزاء کا بیان

مگر چونکہ ہماری غرض کا تعلق اس وقت صفت رحمت و شفقت سے ہے اس لئے غضب و انتقام کے اسی قدر بیان کو کافی سمجھ کر اصل مقصود کی طرف متوجہ ہوتے اور ناظرین کے سامنے اس کی کسی قدر تفصیل بیان کرنا چاہتے ہیں۔

رحمت کے سو حصوں میں سے ایک حصہ تمام عالم پر تقسیم کیا گیا اور اس میں ذوی العقول غیر ذوی العقول۔ اہلی جانور۔ وحشی درندے چوپائے اور پرندے سب ہی حصہ دار ہیں سب کو علی قدر مراتب حصہ ملا لیکن فرق صرف اتنا رکھا گیا ہے کہ غیر ذوی العقول کے لئے یہ صفت طبعی بنا دی گئی ہے۔ وحشی درندہ جس کی اصلی خلقت میں اتلاف نفس اور ایذا ودیعت رکھی گئی ہے اپنے بچہ کو اسی طرح پرورش کرتا ہے جس طرح دوسرا اہلی اور پالتو جانور۔ اور ذوی العقول کے لئے اقتضائے طبعی کے ساتھ عقل و ادراک پر بہت کچھ مدار رکھا گیا ہے۔

انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے اور اس کے تمام امور کا مدار عقل و ادراک پر ہے۔ وہ خداوند عالم کا خلیفہ بنا کر بھیجا گیا اور خیر و شر کا جواب دہ و ذمہ دار قرار دیا گیا ہے اس لئے جس طرح خداوند عالم کی صفات سے تمام مخلوق حصہ لینے والی ہے۔ اسی طرح انسان کی صفات کا حلقہ اثر بھی تمام مخلوقات کو محیط ہے۔

انسان کو جو صفت رحمت عطا ہوئی ہے اس کے لئے مدارج مقرر فرمادئے گئے ہیں۔ ایک درجہ عام ہے اور اس درجہ میں اس کو حکم دیا گیا ہے کہ تمام مخلوقات کے ساتھ شفقت و ہمدردی کا برتاؤ کرے ان کو عام فرمان فی کل ذات کبد رطبۃ اجر (ہر ایک جگر والے ذی حیات کے بارے میں اجر ہے) کے ذریعہ تمام جانداروں پر شفقت کرنے کا حکم دیا گیا اور یہاں تک ہدایت کی گئی ہے کہ جن جانوروں کو شریعت نے ذبح کرنے کی اجازت یا حکم دیا ہے کہ تیز چھری سے ذبح کرے تاکہ ذبیحہ کو اس قدر اذیت سے جس کا پہنچنا لازمی ہے زیادہ تکلیف نہ پہنچے جو چھری کے کند ہونے کی صورت میں متصور ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ گو بقاء نسل انسانی کے لئے جانور کو ذبح کرکے استعمال میں لانے کی اجازت دی گئی ہے۔ یا موذی جانوروں کو ہلاک کردینا عین مصلحت و ثواب ہے۔ یا بعض موقعوں میں ذبیحہ اور قربانی واجب ہے مگر تڑپا کر اور ترسا کر مارنا ہر حال میں گناہ ہے بلکہ تیز آلات سے جس قدر جلد ممکن ہو ان کی جان نکال دی جائے۔

تمثیل اس کو زیادہ وضاحت سے سمجھنے کی حاجت ہو تو یوں سمجھ لیجئے کہ اس تہذیب و تمدن کے زمانہ میں جو شخص سزا موت کا مستحق قرار دیدیا جاتا ہے اس کے لئے ازروئے قانون یہ تدبیر کی جاتی ہے کہ سہل سے سہل طریقہ کے ساتھ روح کو نفس عنصری سے علیحدہ کردیا جائے۔ کیونکہ مقصود صرف یہ ہے کہ جرم کی پاداش میں اس عالم کے صفحہ سے اس کا نام مٹا دیا جائے۔ تعذیب مقصود نہیں ہے۔

ہم نے سنا ہے کہ اسی وجہ سے بعض ممالک یورپ امریکہ وغیرہ میں ایسی تدبیریں بھی کی جاتی ہیں کہ واجب القتل شخص کی روح اس طرح بدن سے جدا ہوجائے کہ اس شخص کو احساس بھی نہ ہو۔ یہیں سے مثلہ[1] کی حرمت کی وجہ بھی معلوم ہوگئی۔

الغرض شریعت نے حکم دیا ہے کہ جانوروں کے ساتھ بھی بہرحال شفقت و ہمدردی کا برتاؤ کیا جائے۔

یہی وجہ ہے کہ بلی کو اس کی ایذاء سے بچنے کے لئے مار ڈالنا جائز ہے لیکن ترسا کر قتل کرنا سخت گناہ ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک عورت صرف اس وجہ سے دوزخ میں ڈال دی گئی کہ اس نے بلی کو باندھ رکھا تھا۔ نہ اس کو جان سے مارتی تھی اور نہ کھانے کو دیتی تھی۔

اور یہی وجہ ہے کہ ایک شخص کی مغفرت صرف اس بنا پر ہوگئی کہ اس نے پیاس سے نہایت بیتاب کتے کو کنویں میں سے اپنے موزے کے ذریعہ سے پانی نکال کر پلا دیا تھا۔ (بخاری شریف)

اسی کی تائید میں اگر وہ حکایت جو مستطرف فی کل فن مستظرف میں یحییٰ بن اکثم سے نقل کی ہے درج کردی جائے تو بیجا نہ ہوگی۔

قاضی یحییٰ بن اکثم فرماتے ہیں۔ ایک روز خلیفہ ہارون رشید کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ گردن جھکائے متفکر بیٹھے تھے۔ مجھے دیکھ کر کہا تمہیں معلوم ہے اس شعر کا قائل کون ہے ؎

الخیر ابقی وان طال الزمان بہ　　والشر اخبث ما اوعیت من زاد

میں نے کہا کہ امیر المومنین اس شعر کا تو ایک عجیب قصہ ہے جو عبید بن الابرص کے ساتھ پیش آیا۔ اسی وقت عبید بن الابرص بلائے گئے اور ان سے اس شعر کا واقعہ دریافت کیا گیا۔

انھوں نے کہا کہ میں ایک سال حج کے لئے گیا۔ ایک روز سخت گرمی اور دھوپ تھی دوپہر کے وقت قافلہ میدان سے گزر رہا تھا کہ اچانک شور مچ گیا اور خوف کی وجہ سے قافلہ کا اگلا حصہ پیچھے سے آملا میں نے اس کا سبب پوچھا۔ لوگوں نے کہا آگے بڑھ کر دیکھو تو ہمیں آگے بڑھا تو معلوم ہوا کہ ایک نہایت سیاہ اور زبردست اژدہا منہ کھولے ہوئے پھنکارتا ہوا قافلہ کی طرف بڑھا چلا آتا ہے جس کے اندیشہ سے لوگ بھاگے جاتے ہیں یہ حالت دیکھ کر مجھ پر بھی خوف طاری ہوگیا۔ کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کروں قافلہ اس راستہ سے ہٹ کر دوسری طرف کو ہولیا۔ اژدہا بھی اسی راستہ میں سامنے آکر مقابل ہوگیا۔ اس وقت میرے ذہن میں یہ بات گزری کہ اس کا کوئی سبب ضرور ہے۔ کسی کی ہمت نہ ہوتی تھی کہ اس پر حملہ کرسکے یا اس کے قریب جاسکے میں نے اپنے دل میں کہا کہ آج اللہ کے واسطے اس قافلہ پر میں فدا ہوتا ہوں۔ میرے ذریعہ ان کی جان بچ جائے تو بہت اچھا ہے۔ میں نے اپنے کندھے پر تو پانی کا بھرا ہوا مشکیزہ لٹکایا اور تلوار سونت کر اس کی طرف بڑھا۔ میں تو اس انتظار میں تھا کہ وہ آگے بڑھ کر مجھ کو نگل جائیگا مگر برخلاف اس کے وہ مجھ کو دیکھ کر سکون میں آگیا اور مشکیزہ کو دیکھ کر منہ پھیلا دیا۔ میں نے مشکیزہ کا دہانہ اس کے منہ میں کھول دیا جب میں پانی ڈال چکا تو وہ راستہ میں سے سرکتا ہوا چلا گیا۔ ہم اس حال پر تعجب کرتے ہوئے منزل مقصود کو روانہ ہوگئے۔ حج کرکے واپس آئے تو اسی منزل میں قافلہ اترا اندھیری رات تھی میں پانی لے کر ایک طرف کو چلا گیا قضائے حاجت کے بعد وضو کرکے نماز و ذکر میں مشغول ہوگیا۔ اسی حالت میں آنکھ لگ گئی آنکھ کھلی تو معلوم ہوا کہ قافلہ کوچ کرگیا۔ میں تنہا حیرانی و پریشانی کی حالت میں تھا اسی حالت میں ایک شخص نے جس کی آواز سنائی دیتی تھی اور جسم نظر نہیں آتا تھا مجھ سے کہا :-

یا ایھا الشخص المضل مرکبہ　　ما عندہ من ذی رشد یصحبہ

اے وہ شخص جس کی سواری گم ہوگئی ہو　　اور اس کے نزدیک کوئی بھلا آدمی نہیں جو تیرے ساتھ ہے

دونک ھذا البکر منا ترکبہ　　وبکرک المیمون حقا تجنبہ

لو یہ ہمارا اونٹ اس پر سوار ہوجاؤ　　اور اپنے مبارک اونٹ کو ساتھ لو

حاشیہ صفحہ سابقہ [1] مثلہ اس کو کہتے ہیں کہ اس کے بعض اعضاء و جوارح۔ مثلاً ناک، کان۔ ہاتھ پیر وغیرہ اول کاٹ دئے جائیں اور اسی طرح صورت بگاڑنے۔ حد سے زیادہ تکلیف دینے کے بعد اس کو خواہ قتل کردیا جائے یا زندہ رکھا جائے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی سخت ممانعت فرمائی ہے ارشاد ہے کا تمثلوا ولا تغدروا (مثلہ نہ کرو اور نہ عہد شکنی کرو) وجہ ممانعت ظاہر ہے کہ مثلہ تعذیب اور تبدیل خلق اللہ ہے اور ان دونوں کی اجازت نہیں ہے۔ اجازت اتلاف نفس کی ہے۔ اس کو اسی کی حد پر رکھنا چاہئے۔ ۱۲



حتیٰ اذا ما اللیل زال غیہبہ ۔۔۔ عند الصباح فی الفلا نُسیَبُہٗ
اور جب رات کا اندھیرا زائل ہو جائے ۔۔۔ تو صبح کے وقت ہمارے اونٹ کو میدان میں چھوڑ دینا

ان اشعار کے سننے کے ساتھ ہی میں نے دیکھا تو ایک اونٹ میری برابر کھڑا ہے اور میرا اونٹ بھی موجود ہے۔ میں اس پر سوار ہوا۔ اور اپنے اونٹ کو ساتھ لیا دس میل کی قدر چلا ہوں گا کہ قافلہ نظر آنے لگا اور اونٹ ٹھیر گیا۔ تب میں اس پر سے اُتر کر اپنے اونٹ پر سوار ہوا۔ اور اس اونٹ سے خطاب کر کے کہا۔

یا ایہا البکر قد انجیتنا من کُرَب ۔۔۔ ومن ہموم تضل المدلج الہادی
اے اونٹ تو نے نجات دلائی تکلیفوں سے ۔۔۔ اور ایسی افکار سے جو ٹھیک راستہ پر رات کے سفر کرنیوالے رہبر کو بھی بھٹکا دیں

الا تخبرُنا باللہ خالقہ ۔۔۔ من ذالذی جاد بالمعروف فی الوادی
تجھے اللہ کی جو ہمارا خالق ہے قسم ہے کیا تو نہ بتلائیگا ۔۔۔ کہ کس نے اس جنگل میں یہ احسان کیا ہے

وارجع حمیدًا فقد ابلغتنا منّا ۔۔۔ بورکت من ذی سنام رائح غادی
تو لوٹ جا اس حال میں کہ محمود ہے تو نے ہمیں بڑا احسان کر کے ۔۔۔ خدا تجھے کوہان والے میں جو شام و صبح کو سفر کرتا ہے برکت دے

اونٹ نے میری طرف دیکھ کر کہا۔

انا الشجاع الذی الفیتہ رمضا ۔۔۔ واللہ یکشف ضر الحائر الصادی
میں وہی اژدہا ہوں جسکو تم نے گرم ریت میں پایا تھا ۔۔۔ اور اللہ ایک پیاسے حیران کی تکلیف کو دور کرتا ہے

فجدت بالماء لما ضن حاملہ ۔۔۔ تکرمًا منک لم تمنن بانکاد
پس تو نے پانی کی سخاوت کی ایسے وقت جبکہ وہ لوگ جن کے پاس پانی تھا بخل کرتے تھے اپنی کریم النفسی کی وجہ سے اور اپنے احسان کو مکدر نہیں کیا۔

فالخیر یبقیٰ وان طال الزمان بہ ۔۔۔ والشر اخبث ما اوعیت من زاد
خیر باقی رہنے والی ہے اگرچہ کتنا ہی زمانہ گزر جائے ۔۔۔ اور برائی سب سے زیادہ خبیث توشہ ہے

ہذا جزاؤک منی لا امن بہ ۔۔۔ فاذہب حمیدًا رعاک الخالق الہادی
یہ میری طرف سے تیرا بدلہ ہے جسکا احسان میں نہیں جتلاتا ۔۔۔ تو محمود و مشکور رہ کر منزل مقصود کو روانہ ہو جا خدا تیری نگہبانی کرے

ہارون رشید اس قصہ کو سن کر بہت متعجب ہوئے اور فرمایا بیشک احسان کبھی ضائع نہیں جاتا اور فرمایا کہ اس قصہ اور ان اشعار کو قلم بند کر لیا جائے۔

اس قصہ کی نقل سے ہماری غرض صرف اس سابق بیان کی تائید ہو کہ کسی ذی روح کے ساتھ اگرچہ وہ موذی جانور ہی ہو۔ احسان و ہمدردی محمود ہے۔ اس پر ثمرات نیک اور نتائج صالحہ مرتب ہوتے ہیں۔ دنیا و آخرت میں اس کا صلہ ملتا ہے۔ سانپ ان زہریلے اور موذی جانوروں میں ہے جس کو حرم میں بھی پناہ نہیں ہے۔ مگر ایک شخص نے قافلہ کے ساتھ ہمدردی کر کے اپنی جان کو فدا کرنا چاہا۔ اور جب اژدہے کو اضطراب کی حالت میں دیکھ کر اس کے ساتھ سلوک کیا تو اس کا نتیجہ یہ مرتب ہوا کہ عین مایوسی اور تنہائی کی حالت میں اس کو امداد پہنچی۔

ایک شبہہ کوئی صاحب شاید یہ اعتراض پیش کریں کہ اژدہا کا اونٹ بن کر اس کی سواری کے لئے آموجود ہونا بالکل خارج از عقل و قیاس بات ہے اور منجملہ حدیث خرافہ کے ہے۔ اس کو ایسے موقع میں اگرچہ بطور تائید ہی پیش کرنا کسی طرح درست نہیں۔

جواب شبہہ لیکن ان کو معلوم رہنا چاہئے کہ اس قصہ میں دو احتمال ہیں۔

اول یہ کہ وہ حقیقۃً اژدہا نہ ہو بلکہ از قسم جنات ہو۔ جنات کا وجود ان کا اشکال مختلفہ میں متشکل ہونا۔ قرآن و حدیث کی بے شمار نصوص سے ثابت ہے۔ کوئی عقل نارسا کا تابع انکار کرے تو کرے۔ مگر فہم سلیم رکھنے والا اور احکام خداوندی پر ایمان لانے والا کبھی انکار نہیں کر سکتا۔ اس احتمال کے موافق تو کچھ اشکال ہی نہیں۔ وہی جن جو ایک وقت اژدہا کی صورت میں ظاہر ہوا تھا۔ اب اونٹ کی صورت میں متشکل ہو گیا۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ حقیقۃً اژدہا ہو۔ اس احتمال پر البتہ اس کا اس صورت میں ظاہر ہونا بالکل خارج از قیاس ہے۔ مگر اس کی تاویل اس طرح ممکن ہے کہ اس کے اس عمل صالح اور ہمدردی کا یہ ثمرہ ملا کہ سخت اضطراب و پریشانی کی حالت میں غیب سے اس کی تائید کی ایک صورت ظاہر کر دی گئی اور یہ ظاہر کر دیا گیا کہ اس نیک کام کا یہ ثمرہ ہے۔

دَارُ العُلُوم دیوبند

از حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب سیہاروی رکن مجلس علماء بھوپال و ممبر مجلس شوریٰ دار العلوم دیوبند

أَدِرِ الكُؤُوسَ أَيَا حَبِيبُ فَهَاتِ — صَفْرَاءَ صَافِيَةً عَنِ الكَدَرَاتِ

حبیب (خطاب لمولانا حبیب الرحمن) بزم آرائی میں ساغر و پیمانہ کی گردش چلا اور اپنے ہاتھ سے آتشیں رنگ کی شراب پلا

تَبْدُو مَحَاسِنُهَا عَلَى مُشْتَاقِهَا — تَحْلُو مَذَاقَتُهَا لَدَى الرَّشَفَاتِ

جس کی خوش رنگی اور خوبیاں پینے والے ہی پر ظاہر ہیں اور جس کا ذائقہ پینے میں نہایت خوشگوار معلوم ہوتا ہے

وَتُنِيرُ أَحْشَاءَ الصُّدُورِ بِنُورِهَا — فَكَأَنَّمَا المِصْبَاحُ فِي المِشْكٰوةِ

جو سینوں کو اپنی خوش رنگی سے روشن کر دیتا ہے گویا وہ طاق میں ایک قندیل ہے

وَتَزِيدُ عَقْلَ المَرْءِ فِي إِسْكَارِهَا — تَأْتِي بِإِدْرَاكٍ مَعَ اللَّذَّاتِ

جسقدر اس شراب کے پینے سے مستی ہوتی ہے اسی قدر پینے والے کے ہوش و حواس میں ترقی ہوتی ہے

وَتَفُوحُ مِنْهَا نَفْحَةٌ مِسْكِيَّةٌ — تَتَعَطَّرُ الأَكْوَانُ مِنْ نَفَحَاتِ

جس وقت اس کی خوشبو پھیلتی ہے تو اس کی مشک آگین خوشبو سے زمانہ معطر ہو جاتا ہے

وَتُطَافُ مِنْ أَهْلِ العُلُومِ كُؤُوسُهَا — وَتُدَارُ بِالصَّبَحَاتِ وَالغَبَقَاتِ

اصحاب علم اس کے پیمانے سے فیضیاب ہوتے ہیں اور صبح و شام اس کی گردش جاری رہتی ہے

مُزِجَتْ بِخَالِصِ سُنَّةٍ مَسْنُونَةٍ — مُلِئَتْ مِنَ الأَحْكَامِ وَالحِكَمَاتِ

اس شراب کی آمیزش خالص سنت نبوی اور احکام شرعیہ اور حکمتوں سے ہوتی ہے

ثُمَّ اسْقِنَا ثُمَّ اسْقِنَا عَلاً لَنَا — فَلَعَلَّهَا تَشْفِي مِنَ العِلَّاتِ

اٹھ (اے حبیب) اور بار بار ہم کو پلا تاکہ وفور نشاط سے دل کی کدورتیں دور ہو جائیں

حَتَّى سَعِيدُ الدِّينِ عَطْشَانُ اسْقِهِ — مَا يَشْتَهِي مِنْ أَطْيَبِ الكَاسَاتِ

میرے دوست (مولوی) سعید الدین بھی پیاسے ہیں اُن کو ان کی مرضی کے مطابق اچھی طرح سیراب کر

وَأَعِدْ لَنَا ذِكْرَ الحِمَى وَعُهُودَهُ — فَالشَّمْلُ جَمْعٌ وَالزَّمَانُ مُوَاتِ

اور منازل محبوب کا قصہ دہرا کر گذشتہ عہدوں کو تازہ کر دے آج زمانہ موافق ہو رہا ہے اور جمعیت احباب یکجا ہے

غَابَ الوُشَاةُ وَخُيِّبُوا فِي سَعْيِهِمْ — وَوُفُودُهُمْ سَلَكُوا عَنِ الجَنَبَاتِ

بدگویوں کی جماعت نے منہ کی کھائی اپنی راہ لی اور ان کے ہمراہیوں نے ناکامی سے خموشی اور روپوشی اختیار کی

وَاذْكُرْ مَسَاعِيكَ الْجَمِيلَةَ جُمْلَةً
فَاذَا لِدَارِ الْعِلْمِ مِنْ خِدْمَاتٍ

(اے حبیب) اب مجلس احباب مین اپنی ان کوششون کا قصہ سناجن کو خدمات دارالعلوم کیلئے تم کام مین لائے اور تمہاری ذات سے دارالعلوم کو جو پہلے دن نصیب ہوئے

يَوْمًا فَيَوْمًا قَدْ تَرَقّٰى أَمْرُهَا
مَاذَا عَمِلْتَ لَهَا مِنَ النَّهَضَاتِ

دن بدن جو ترقیان دارالعلوم کو نصیب ہوئین ان کے لئے کون کون سی پیشقدمیان تم نے کین۔

يُنْظَرْ مِنْ هٰذَا التَّرَقِّيْ أَنَّهَا
تَرْقٰى بِأَعْيُنِنَا عَلٰى مِرْقَاتٍ

ان ترقیات کو دیکھتے ہوئے یہ سمجھہ مین آتا ہے کہ آنکھون آنکھون مین اس کی حالت کہان سے کہان پہنچ گئی

دَارُ الْعُلُوْمِ لَهَا الْمَحَاسِنُ كُلُّهَا
وَجَمِيْعُ مَا لِلْمَدَارِسِ أَشْتَاتٌ

گویا تمام خوبیون کا مجموعہ دارالعلوم ہی کے حصہ مین آیا ہے اور دیگر مدارس کو حسب مدارج خوبیون کے اجزا دین سے عطا ہوئین

دَارُ الْعُلُوْمِ بِدِيُوْبَنْدَ نَظِيْرُهَا
لَمْ يُلْفَ فِي الدُّنْيَا بِذِي الْبَرَكَاتِ

اس درجہ خیروبرکات سے معمور مدرسہ دارالعلوم کی نظیر روئے زمین پر نہین پائی جاتی

دَارُ الْعُلُوْمِ حَقِيْقَةً مَحْمِيَّةٌ
لِلْمُسْلِمِيْنَ تَشَكُّرٌ وَالْحِمَايَةُ

دارالعلوم مسلمانون کی ایک ایسی پونجی ہے جوانشاءاللہ ہمیشہ ہرآفت سے محفوظ رہیگی اور بظاہر اس کا محفوظ رہنا اسکے اراکین کی حوصلہ مندی کی دلیل ہے جو ہر طرح

دَارُ الْعُلُوْمِ تَذُبُّ عَنْ إِسْلَامِنَا
مَا قَالَ أَهْلُ الشِّرْكِ وَالْبِدْعَاتِ

یہی ایک مدرسہ ہے جو اسلام کو اہل شرک و بدعات کے طعنہ زنیون سے وہرزہ سرائیوں سے بچاتا ہے۔

وَهِدَايَةٌ لِلنَّاسِ تُخْرِجُهُمْ إِلٰى
نُوْرِ الْهُدٰى مِنْ ظُلْمَةِ الضَّلَالَاتِ

اور یہی خلق کیلئے مشعل ہدایت ہے جو گمراہی کی تاریکیون سے نکالکر رشد وہدایت کی روشنی مین چلاتا ہے

وَيُعَلِّمُ التَّجْوِيْدَ فِيْهَا قَارِئٌ
وَيُرَتِّلُ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلَاتٍ

خدا کے پاک کلام کو اس مین تجوید واستحکام کی ساتہہ معتبر قاری پڑھاتے ہین۔

وَيُفَسِّرُ الْقُرْاٰنَ مَعْ تَاْوِيْلِهٖ
يُرْوَى الْحَدِيْثُ مُسَلْسَلًا بِرُوَاةٍ

اور اس کی تفسیر وتاویل مطابق شریعت کرائی جاتی ہے اور حدیثون کی روایت بسلسلہ دارجہان بین کے ساتہہ کیجاتی ہے

دَارُ الْعُلُوْمِ كَدَوْحَةٍ أَغْصَانُهَا
بَسَقَتْ وَطَالَتْ مِنْ جَمِيْعِ جِهَاتٍ

یہ دارالعلوم ایک زبردست درخت ہے جسکے شاخ وپتے عالم مین پھیلے ہوئے ہین۔

عُدُّوْا وَأَحْصُوْا أَصْلَهَا وَفُرُوْعَهَا
لَا يُسْتَطَاعُ الْعَدُّ فِي الثَّمَرَاتِ

اگر حوصلہ ہے تو اس کی جڑ دن اور شاخون کو شمار کرنا شروع کرو مگر جان لو کہ کسی مین یہ طاقت نہین کہ اس کو شمار کرسکے

إِنَّ الشُّيُوْخَ وَحَوْلَهُمْ طُلَّابُهُمْ
فَكَأَنَّمَا الْأَقْمَارُ فِي الْهَالَاتِ

اس مدرسہ مین اساتذہ اورطلبہ کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے چاند ہالے مین نظر آتا ہے۔

فِيْ حِجْرِهَا دَارُ الْحَدِيْثِ وَشَيْخُهُمْ
اَلْحُسَيْنُ أَحْمَدُ جَامِعُ الْحَسَنَاتِ

اسی مدرسہ کے پہلو مین دارالحدیث ہے جس کے شیخ (مولانا حسین احمد صاحب) مجموعہ حسنات ہین۔

دَارُ الْحَدِيْثِ عَقِيْلَةٌ مِنْ حُسْنِهَا
تَرْنُوْ إِلَيْهَا النَّاسُ بِالصَّبَوَاتِ

دارالحدیث ایک بدیعۃ الحسن دوشیزہ ہے جس کی طرف والہانہ نظرین مخلوق کی گڑی ہوئی ہین۔

وَيَكُوْنُ ذِكْرُ اللّٰهِ فِيْهَا دَائِمًا
يَأْتِيْ إِلَيْنَا بِالطُّمَانِيْنَاتِ

خدا کا ذکر اس مین ہروقت جاری رہتا ہے جس سے قلوب کو راحت اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

وَعَلَى الرَّسُوْلِ صَلٰوتُهُ وَسَلَامُهُ
فِيْهَا وَظِيْفَتُهُمْ مَدَى الْأَوْقَاتِ

اس کے علاوہ جناب سرورعالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر درود وسلام بھیجنا ہر طالب علم کے لئے وردزبان ہے۔

دَارُ الْحَدِيْثِ كَرَوْضَةٍ مَمْطُوْرَةٍ
وَدُرُوْسُهَا الْأَزْهَارُ مُبْتَسِمَاتٌ

دارالحدیث ایک سیراب شدہ چمن کی طرح ہے اور اس مین درسون کا جاری رہنا کھلے ہوئے پھولون کی مشابہت رکھتا ہے۔

وَالطَّالِبُوْنَ الْمُجْتَنُوْنَ زُهُوْرَهَا
كَعَنَادِلِ الْبُسْتَانِ فِي النَّغَمَاتِ

اس چمنستان کے خوشہ چین طلبا گلزار کے عندلیبون کے طرح نغمہ سرود مین ہین۔

دَارُ الْعُلُوْمِ تُصَانُ عَنْ مَنْ قَلْبُهُمْ
مُتَضَرِّمٌ فِيْ هٰذِهِ الْجِنَايَاتِ

جن لوگون کے قلوب رشک وحسد کی آگ سے بھڑکتے رہتے ہین ان سے یقیناً ہمیشہ یہ مدرسہ محفوظ رہیگا۔

مِنْ بَعْضِهِمْ ظَهَرَ الْخِلَافُ فَإِنَّهُمْ
جُبِلُوْا عَلَى الْأَضْغَانِ وَالْإِحْنَاتِ

بعض حاسدین سے شقاق وخلاف کا بھی ظہور ہوا مگر وہ مجبور تھے اسلئے کہ ان کی فطرت ہی کینہ وعداوت سے بنی ہے۔

هَتَكُوا احْتِرَامَ أَكَابِرٍ وَتَفَاخَرُوْا
لَمْ يَحْفَظُوا اللّٰهَ مِنْ حُرُمَاتٍ

بزرگون کی بڑائی کو خاک مین ملاکر اتراتے پھرے (مراد اسٹرائیکی طلبا وغیرہ) خداوندی احترامات کا پاس بھی نہ کیا۔

لَيْسَتْ لَهُمْ فِيْ ذَا الْخِلَافِ بِحُجَّةٍ
غَيْرُ التَّحَزُّبِ عِيْلَاتٍ وَالْكِذْبَاتِ

ان کے پاس اختلافات پیدا کرنے کی کوئی معقول وجہ اور دلیل نہین ہے سوائے بجز اور بوچ بکواس کے۔

وَتَأَدَّبُوْا فِيْهَا وَفِيْهَا أَفْسَدُوْا
وَالطَّبْعُ غَلَّابٌ عَلَى الْعَادَاتِ

حالانکہ اسی مدرسہ سے ان لوگون نے ادب سیکھا اور اسی مین فساد کا بیج بویا ہے فطرت تعلیم وادب پر غالب ہا کرتی ہے۔

لَا تَعْجَبُوْا مِنْ مِثْلِهِمْ فِيْ مِثْلِهَا
لَا بُدَّ لِلْوَرْدَاتِ مِنْ شَوْكَاتٍ

اس قدر جلیل المرتبہ مدرسہ مین ایسون کا پایاجانا کوئی تعجب کی بات نہین اسلئے کہ گل کے لئے خار ضروری ہے۔

مَنْ زَارَهَا فَلْيَجْتَنِبْ مِنْ شَوْكِهَا
وَلْيَجْتَنِ الْوَرْدَاتِ وَالزَّهَرَاتِ

اگر کسی کو اس مدرسہ کی زیارت نصیب ہو تو اس کو ہوشیاری کے ساتہہ اس کے کانٹون سے بچنا چاہئے پھر چاہے جسقدر پھول اور گلاب چنے،

أَصْلُ الْخِلَافِ لَهُمْ نِيَابَةُ طَيِّبٍ — قَدْ اَوْقَدَتْ بِقُلُوْبِهِمْ جَمَرَاتٍ

اختلافات اور جھگڑوں کی بنا (مولوی) طیب کی نیابت (اہتمام) ہے جس نے ان کے کلیجوں میں آگ بھڑکا رکھی ہے۔

هُوَ عَالِمٌ فَطِنٌ حَلِيمٌ ذُو التُّقیٰ — فَأْتُوا نَظِيرًا مِثْلَهٗ بِصِفَاتٍ

حالانکہ وہ ایک ہوشمند بردبار متقی عالم ہے کوئی ان کی صفات میں (ان کے ہمعصروں میں) نظیر و مثیل کو پیش کرے۔

وَاللّٰهِ اَوْلیٰ مُسْتَحِقٌّ حَقَّهٗ — وَالْحَقُّ مَرْعِيٌّ لَدَى الْاَثْبَاتِ

قسم ہے کہ مستحق کو اس کا حق مل گیا اور حق کی رعایت ہر ذی ہوش کے نزدیک ہوا کرتی ہے۔

ذُخْرُ الْعُلیٰ مِنْ بَيْتِ اَهْلِ كَرَامَةٍ — وَلِبَيْتِهٖ مِنَنٌ عَلَى الْاَبْيَاتِ

بزرگوں کی پونجی ہیں جو بزرگوں کی نسل میں سے ہیں اور ان کے گھرانہ کا سیکڑوں گھرانوں پر احسان ہے۔

وَاللّٰهِ شَيْخُ الْهِنْدِ مِنْ خُدَّامِهِمْ — وَلِذَا اَسْمَاهُ اِلیٰ اَرْفَعِ الدَّرَجَاتِ

قسم ہے "شیخ الہند" ان کے گھرانہ کے خادموں میں سے تھے اسی لئے خدا نے ان کو اعلیٰ مراتب پر فائز کیا تھا۔

يَا اَحْمَدُ الْمَحْمُوْدُ فِيْ اَفْعَالِهٖ — وَخِصَالُهٗ فَاثْبُتْ لِذِی الْحَمَلَاتِ

اے (حافظ) احمد! جو اپنے کارناموں میں مخلوق کا محمود ہے ان جھونکوں میں ثبات قدمی کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔

هُمْ يَنْطَحُوْنَكَ يَا حَبِيْبُ فَلَا تَزُلْ — لَا يَسْتَضِرُّ الصَّخْرُ مِنْ نَطَحَاتٍ

اے حبیب وہ ٹکرائیں گے تمہیں مگر تم ان ٹکروں کی پرواہ مت کرنا اور نہ اپنی جگہ سے ٹلنا کبھی چٹانوں کو ٹکروں سے نقصان نہیں پہنچا۔

قَدْ اَبْغَضُوْا دَارَ الْعُلُوْمِ بِبُغْضِكُمْ — يَاْتُوْنَ فِیْ هٰذَا بِنَا وِیَلَاتٍ

تمہاری طرف سے ان کے دلوں میں بغض و عناد جو تھا ان سے ترقی کرکے دارالعلوم جیسی نعمت سے بھی بغض و عناد پیدا کر دیا اب اس بغض کی مختلف

يَسْتَنْصِرُوْنَ عَلَيْكُمْ مِنْ كُلِّ مَنْ — حَسِبُوْهُ اَنْ يَاْوِیْ لَهُمْ وَيُوَاتِیْ

جس کسی کو بھی وہ سمجھتے ہیں کہ ان کی ہاں میں ہاں ملائیگا (خواہ وہ کسی پوزیشن کا ہو) اسکو اپنا ظہیر و مددگار بنا لیتے ہیں۔

فَعَمُوْا وَصَمُّوْا فِیْ عَدَاوَتِكُمْ اِذًا — يَدْعُوْنَ اَهْلَ الْبِدْعِ بِالدَّعَوَاتِ

حقیقت میں وہ اس دشمنی میں اندھے اور بہرے ہو گئے جو تمہارے مقابلہ کے لئے اہل بدعات کو ابھار کر کھڑا کرنا چاہتے ہیں۔

لِلْمُمَوِّهِ الْمُزَخْرَفُوْا اَقْوَالَهُمْ — كَمْ لَبَّسُوْا فِيْهَا بِتَلْبِيْسَاتٍ

ظاہر بینوں کے سامنے انہوں نے اپنے اقوال کو نہایت درجہ صورت فریبی کے ساتھ پیش کیا ظاہری ملمع سازی و دھوکہ بازی کو پوری طرح کام میں لائے

يَا رَبِّ صُنْ دَارَ الْعُلُوْمِ وَاَهْلَهَا — مِنْ شَرِّ اَهْلِ الشَّرِّ وَالْاٰفَاتِ

اے بار الٰہا دارالعلوم اور اس کے پاسبانوں کی اہل شر اور آفات سے حفاظت کر۔

يَا رَبِّ صَلِّ عَلَى الرَّسُوْلِ وَاٰلِهٖ — اَزْكیٰ صَلٰوةٍ ثُمَّ تَسْلِيْمَاتٍ

اے پروردگار پاک ترین درود و سلام نازل کر اپنے رسول اور ان کی آل پر۔

دارالعلوم اور اُس کی حقیقت

(از قلم حقیقت رقم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم و جانشین شیخ الہند)

ذیل میں ہم اس گرانقدر مضمون کو درج کرنے والے ہیں جو حضرت مولانا حسین احمد صاحب کی وسیع معلومات کے سمندر کا ایک قطرہ ہے۔ ہمیں سخت افسوس ہے کہ ہم اس مضمون کو پورا شائع نہیں کر رہے ہیں کیونکہ یہ ہم کو ان ایام میں حاصل ہوا ہے جبکہ دارالعلوم نمبر کی تیاری میں بہت کم وقت و صفحات باقی رہ گئے تھے۔ ان شاء اللہ اس کی تلافی اسطرح کرنے کا خیال ہے کہ آئندہ اشاعت میں کل مضمون کو یک بارگی شائع کیا جائے گا۔

(نائب المدیر)

تاریخ اسلام کی صفحہ گردانی کرنیوالے حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ آفتاب اسلام کی شعاعیں ظلمت کدہ ہندوستان پر پہلی ہی صدی ہجری سے پرتو افگن تدریجاً اس طرح ترقی پذیر ہوتی رہیں کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ہر قسم کی مادی اور معنوی شوکت نے ہندوستان کو اپنا گھر بنا لیا اور ظاہری باطنی دونوں قسم کے فیوض سے باشندگان کو مالا مال بنانے میں روز افزوں قدم بڑھاتی رہیں یہاں تک کہ زمانہ سلاطین مغلیہ میں یہ آفتاب اپنی چمک اور دمک کے ساتھ انتہائی عروج پر پہنچا اور نہ صرف سیاسی حیثیت سے بلکہ علمی اور عملی اقتصادی اور مذہبی تجارتی صنعتی مالی اور اخلاقی روحانی اور جسمانی وغیرہ وغیرہ حیثیات سے بھی ربع مسکون میں عدیم النظیر بن گیا۔

اسی زمانہ میں اگر ہمایوں اور اکبر شاہجہان اور عالمگیر جیسے اولوالعزم بادشاہ نظر آتے ہیں تو خواجہ باقی باللہ حضرت مجدد الف ثانی خواجہ محمد معصوم سید احمد بنوری حضرت خواجہ نظام الدین بلخی شاہ ابو سعید گنگوہی شیخ محب اللہ الہ آبادی وغیرہ جیسے صوفیائے اہل باطن اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی شیخ علی متقی صاحب کنز العمال مولانا محمد طاہر پٹنی صاحب مجمع البحار، علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی علامہ سید زاہد ہروی علامہ محب اللہ بہاری ملا محمود جونپوری وغیرہ جیسے علماء سیکڑوں کی تعداد میں ملتے ہیں رحمہم اللہ تعالیٰ۔ ان اکابر صوفیاء اور ان کے خلفاء اور مریدین نے جسطرح اس زمانہ میں اپنی باطنی روشنی سے ہندوستان کے کوچہ کوچہ کو جگمگا دیا تھا اسی طرح ان علماء ظاہر اور انکے اقران و تلامذہ کے فیض اور تعلیم نے علوم اسلامیہ کی تیز اور تند شعاعیں کو کو ہندوستان میں پھیلا دی تھیں۔

لاکھوں کی تعداد میں مدارس اور خانقاہیں بنی ہوئی تھیں۔ علم کا چاروں طرف چرچا تھا۔ روحانیت کا تسلط تھا۔ ہر طرف امن و امان کا دور دورہ تھا۔ اسلامی حکومت کی قوت اور سطوت اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ مورخین یورپ آج تک اقرار کر رہے ہیں کہ اس زمانہ کی حکومت ہند اگر چاہتی تو تمام یورپ کو زیر و زبر کر دیتی۔

کپتان الگزنڈر ہملٹن اپنے سفرنامہ میں کہتا ہے کہ فقط شہر ٹھٹھہ میں جو کہ پایہ سلطنت سے تقریباً ہزار میل سے زیادہ دوری رکھتا تھا چار سو کالج مختلف فنون اور علوم کے موجود تھے۔ حالانکہ آج تمام ملک ہندوستان میں ڈھائی سو کی مقدار میں بھی کالج نہیں ہیں۔ تجارت کی وہ ترقی تھی کہ باوجود سہولت نقل و حرکت اور باوجود ہر قسم کے دخانی اور برقی آلات کے حسب اقرار اہل یورپ آج تک ہندوستان اس درجہ تک نہیں پہنچ سکا۔ ہر صوبہ اور ہر شہر میں تعلیم و تدریس کے مراکز کی بے انتہا کثرت تھی۔ دستکاری کا بازار گرم تھا۔ رعایا نہایت خوشحال تھی۔ سونے اور چاندی کے دریا بہتے تھے۔ وغیرہ وغیرہ

فلک غدار کی آنکھ بدلی اور اہل ہند خصوصاً مسلمانوں کی خوشحالی پر اس کی ترچھی نظر پڑی۔ ادبار کی آندھیوں اور بدبختی کی گھٹاؤں کو مسلط کیا۔ یورپ کے سپید بھیڑیوں کو اسلام کی بھیڑوں کے پھاڑنے کیلئے تجارت کے بہانے سے ہندوستان میں لا ڈالا۔ ان کی خود غرضیوں اور رقابت اور جوع المال اور جوع الارض کی پالیسی نے وہ اودھم مچائی کہ اورنگزیب مرحوم کے انتقال ہی سے روز افزوں کسوف نے اسلامی آفتاب کی روشنیوں کو ماند کرنا شروع کر دیا۔

اپنی اغراض کیلئے سیاست کے ساتھ ساتھ مذہبیت علم ظاہر اور باطن تجارت

اور دستکاری خوشحالی اور تمول شرقی اخلاقی اور غیرت امن اور رفاہیت وغیرہ سب کے سب رخصت کردیئے گئے۔ آہستہ آہستہ ۱۸۵۷ء مین وہ نوبت پہنچی کہ ہندوستان ہر حیثیت سے نہ صرف چٹیل میدان تھا بلکہ ایک خاردار جنگل دکھائی دینے لگا۔ اغیار کے تسلط اور انکی مردم کُش پالیٹی کا جال تو ہر طرف بچھ ہی گیا تھا مگر مغربی الحاد اور یورپین دہریت کی تیز و تند باد صرصر بھی ہر طرف چلتی ہوئی دکھائی دینے لگی۔ مذہبی تقیدات سے تنفر اور روحانی معارج سے اجنبیت نے ہر طرف اپنا پنجہ جمالیا، آزاد خیالی کے جادو اور مادیت پرستی کے عشق نے دلون اور دماغون کو مسخر کرلیا۔ کم وبیش چاون طرف بیدینی کی آندھی چلنے لگی۔ طوائف الملوکی اور ڈیڑھ صدی کی بے امنی نے جس جہالت کی تاریکی کو پھیلایا تھا اس نے کریلا اور نیم چڑھا کا کام دیا۔ کہین سے الحاد اور زندقہ کے بگولے اُٹھے تو کہین سے نیچریت اور عیسائیت کے زہریلی گیس نمودار ہوئے۔ کہین سے عدم تقلید کی وبائین پھیلین تو کہین سے بدعت و شرک کی پلیگ رونما ہوئی، کہین سے مذہب کے خلاف علم بلند کیا گیا تو کہین سے اختراعات مذہبیہ کی نئی نئی رنگین جھنڈیان دکھائی گئین کہین سے علم باطن کے خلاف آوازے کسے گئے۔ تو کہین سے شریعت اور علم ظاہر پر گولہ اندازی کی گئی۔ کہین سے اندرونی فتنے اسلامی قلعون کو کھودنے لگے۔ تو کہین سے بیرونی دشمنون نے دھوان دھار آتشباری کی۔ غرضکہ مغربی تسلط نے نہ صرف اسلامی ریاست ہند کو تہ و بالا کیا بلکہ اسکی زہریلی روحانی گیس نے اس سے بھی زیادہ قتل و قتال کا بازار گرم کیا۔

اس روزافزون فتنہ نے اہل اللہ کے چھکے چھڑادیئے، ہوش و حواس باختہ کردیئے۔ ان کو صاف دکھائی دینے لگا کہ اگر اسوقت تھوڑی سی بھی غفلت برتی گئی تو حکومت اسلامیہ کیطرح مذہب اسلام اور صحیح عقیدہ اور عمل بھی بہت جلد ہندوستان سے رخصت ہوجائیگا اسلئے اپنی کوششون سے اور صرف اپنی کوششون سے ایک آزاد ایسی درسگاہ قائم کرنی چاہیئے جو کہ مسلمانون کی مذہبی صحیح اور واقعی رہنمائی کرتی ہوئی لوگون کیلئے نمونہ بنے ملک ہندوستان مین مذہب اہل سنت والجماعۃ کی حسب طریقہ اسلاف کرام محافظ ہو۔ اس کا تعلق علوم والسنہ مغربیہ اور فنون اجنبیہ سے نہو وہ مسلمانون مین اخلاص اور تواضع کی اسپرٹ اور اخلاق نبویہ کی شراب طہور پیدا کرے۔ وہ باطنی اخلاص اور روحانی تزکیہ کی اسی طرح ممد و معاون ہو جس طرح وہ علم شریعت اور دینی فنون کی علمبردار رہے وہ نہ صرف ظاہری الفاظ اور ظاہری معانی پر روک کر قشر بلالب کا جامہ پہنائے اور زاہد خشک بنائے بلکہ حقائق اور حِکَم تفقہ اور تدقیق کیطرف بھی رہنمائی کرے۔ وہ فلسفہ قدیمہ یونان اور منطق قدیم کی بے معنے دلدل مین بھی نہ پھنسائے اور نہ اہل ظاہر کے میدان تیہ مین سرگردان کرے۔ وہ اگر ایکطرف بخاری اور ترمذی کی روحانیت پیدا کرے تو دوسری طرف ابوحنیفہ اور شافعی کی بھی نورانیت کی بھی ذمہ دار ہو۔ وہ اگر ایکطرف اشعری اور ماتریدی کی تحقیقات کا چسکا نمودار کرے تو دوسری طرف جنید بغدادی اور سری سقطی کی گھٹی پلادے وہ نہ صرف اتباع شریعت کا ذوق و شوق پیدا کرے بلکہ سنت نبویہ اور طریقت باطنیہ کا بھی دالہ اور فریفتہ بنادے۔ وہ اگر ایک طرف اسلام کی اندرونی محافظت کا ملکہ پیدا کرے تو دوسری طرف مخالفین اسلام کے بیرونی حملون سے بچانے کی قوت کی بھی کفیل ہو۔ وہ ایک طرف اگر مخالفین اسلام کے حملون کی مدافعانہ تقریری قوت کی ذمہ دار ہو تو دوسری طرف تحریری سحر بیانی اور اسکی راسخہ طاقت کی بھی تدریس دے اسمین اگر ایک طرف قال ابوحنیفہ اور قال سیبویہ اور قال ابن سینا کی آواز آئے تو دوسری طرف قال اللہ و قال الرسول علیہ السلام کی صدا بلند ہو۔

حضرت قطب عالم مولانا الحاج امداد اللہ صاحب مکی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہین کہ ۱۸۵۷ء کے بعد خیال تھا کہ ایک مذہبی مرکز اور اسلامی دارالعلوم قائم ہوگا مگر یہ نہین معلوم تھا کہ یہ نعمت بے بہا اہل دیوبند کی قسمت مین تھی۔

الغرض تقادیر الٰہیہ کے تصرفات اور اہل اللہ کی ہمتون اور دعاون نے چند ایسی باہمت اور پاکیزہ حضرات کو کھڑا کیا جو کہ علم اور عمل کے جامع اور زہد و سنت کے معدن ... تھے وہ اگر ایک طرف معقولات کے امام تھے تو دوسری طرف منقولات مین مجدد وقت بھی تھے وہ اگر ایک جانب نسبت مجددیہ اور سکینہ و وقار سے بہار ثمر تو دوسری طرف نسبت چشتیہ و قادریہ عشق و جذب کے بحر ذخار بھی تھے وہ جسطرح اتباع سنت پر جان دیتے تھے اسیطرح سلوک اور تمکین کے بھی قطب تھے انہون نے ایسے معجون مرکب نصاب اور طرز تعلیم وغیرہ کو مرتب کیا جو کہ ولی اللٰہی حدیث و تفسیر اور نظامی معقول کا جامع تھا۔ اسی طرح حنفی تفقہ کا حامی اور مجددی اتباع سنت کا محافظ اور اہل سنت والجماعۃ کا آئین تھا اور فرق مبتدعہ اور ان کے عقاید و اعمال سے بچانیوالا۔ یہی وہ مرتقدیری تھا جسکو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے دو سو برس پیشتر اپنی روحانی قوت سے ادراک کیا تھا اور بوقت نظر بندی دیوبند سے گذرتے وقت فرمایا تھا کہ یہان سے احادیث نبوی کی خوشبو آتی ہے۔

الغرض دارالعلوم دیوبند ایک خاص جماعت کا تعلیمی اور قومی انسٹی ٹیوشن ہے جو کہ خاص اغراض کے لئے قائم کیا گیا تھا۔ اور نہین خاص اغراض کو ایک خاص جماعت نے مسلمانان ہند بلکہ مسلمانان عالم کے زمانہ موجودہ مین حقیقی خدمت سمجھی تہی جو کہ واقعیت پر مبنی تھی اور ہے۔ اور اس خدمت کو اس مدرسہ نے بحمد اللہ بڑے پیمانہ تک انجام دیا۔

اسی خصوصیت کو احساس کرتے ہوئے غیر مقلدون، قادیانیون، شیعہ، آغاخانیون، بوردن، رضاخانیون، نیچریون وغیرہ نے کبھی اسکی اعانت مین حصہ نہین لیا، الا ماشاء اللہ۔ بان اہل سنت والجماعۃ مقلدین احناف اور عام مسلمانون نے برابر دلچسپی لی اور آج تک لے رہے ہین۔ جزاہم اللہ فی الدارین خیرا۔

اس جماعت کی مذکورہ بالا غرض کو فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعۃ نے مذہب اسلام کی حقیقی خدمت سمجھا اور احیاء سنت اسلامیہ کا مفید اور کارآمد وسیلہ خیال کرتے ہوئے اسکی اعانت و امداد کیطرف قدم بڑھایا منتظمین مدرسہ کی ہر طرح ہمت افزائی کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دارالعلوم نے اسلامی مذہبیت کی اس اعلیٰ پیمانہ پر خدمت انجام دی کہ نہ صرف ملک ہندوستان مین تمام قدیم و جدید مدارس دینیہ پر فوقیت لے گیا بلکہ ممالک اجنبیہ افغانستان، بلوچستان، تبت، وسط ایشیا، چین، مشرقی یمن، حجاز، مصر، شام، ایشائی کوچک، روم، روس، مغرب، جاوا وغیرہ دیار اسلامیہ مین بھی عدیم النظیر ثابت ہوا۔ جامع ازہر قاہرہ اور جامع زیتونہ تونس اور مدارس دینیہ ترکیہ اگر اس کے سامنے اپنی آمدنیون طلبہ کی کثرت، عمارات کی بلندی اور وسعت سے فخر کرنے کیلئے کھڑے ہون تو یہ اپنے تربیت دیئے ہوئے فارغ التحصیل فضلا کی اعلیٰ قابلیتون سے ان کو نیچا دکھانے کیلئے تیار ہوگا۔

اس نے اس تھوڑی سی عمر مین اعلیٰ سے اعلیٰ کمالات رکھنے والے علما، ہزارون کی تعداد مین پیدا کئے جو کہ علمی اور عملی، روحانی اور اخلاقی کمالات مین اپنی زمانہ کے یگانہ اور اپنے اپنے اقطار مین مذہبی رہنما اور امام ثابت ہوئے۔ ایسے ایسے مکمل فضلاء سے اس دارالعلوم نے صرف خطۂ ہندوستان ہی کو منور نہین کیا بلکہ ہندوستان کے باہر یاغستان، افغانستان، تبت، مشرقی چین، عراق، شام، حجاز، جنوہ، بخارا، قازان، روس وغیرہ کو بھی اپنے فارغ شدہ طلباء کی شعاعون سے جگمگادیا۔ ان مختلف دیار کے رہنے والے افاضل کی فہرستین عموماً رودادون مین ہمیشہ شائع ہوتی رہی ہین جنکی تفصیل سے یہ مختصر اوراق قاصر ہین۔

ان فارغ شدہ علماء نے اسلام کی داخلی رہنمائی کی۔ مدارس قائم کئے۔ علوم دینیہ کو مسلمانون مین پھیلایا۔ وعظ و نصیحت افتاء و تدریس، تربیت و تسلیک وغیرہ کی خدمتین انجام دین۔ آزادی اور دہریت کی وباؤن سے مسلمانون کی حفاظت کی۔ بیرونی دشمنون کے حملون سے بچایا۔ عیسائیت کے روزافزون طوفان کو روکا۔ سناتنیون، آریون، شیعون، غیر مقلدون، بدعتیون وغیرہ کی زبانون کو گنگ اور انکے قلمون کو شکستہ کیا۔ مناظرے کئے۔ رسائل شائع کئے۔ تقریرین کین۔ غرضکہ اس پُرآشوب زمانہ مین ہر قسم کی مذہبی خدمتون کو بجالاکر فرقۂ ناجیہ اہل سنت والجماعۃ کی محافظت صحیح طریقہ پر کرتے رہے۔

اگر خدانخواستہ یہ دارالعلوم اس زمانہ مین ہندوستان مین قائم نہ ہوتا تو مسلمانون کی آپس کی مذہبی خانہ جنگیان اور اغیار کے بیرونی حملے خدا جانے اسلام کو کہانسی کہانتک برباد کردیتے۔ اور معلوم ان دیار مین مذہبی حیثیت سے مسلمانون کا کیا حال ہوجاتا۔

اگرچہ دور کے ڈھول سہانے ہوتے ہین مگر حقیقت یہ ہے کہ اس دارالعلوم کے فارغ التحصیل علماء، جامع ازہر اور جامع زیتونہ سے ترکستان، روم، روس، حجاز و شام وغیرہ کے علماء و فضلاء سے علوم و فنون اخلاق اور عمل مین بدرجہا سبقت لے گئے اور ہر طرح ان سے اعلیٰ اور احسن ثابت ہوئے جامعیت اور للہیت مین انہون نے اپنے آپکو عدیم النظیر ثابت کیا۔ وللہ الحمد والمنۃ



مسجد چھتہ جس میں دارالعلوم دیوبند کا افتتاح ہوا

اسکی وجہ بجز اسکے کہ بانیین، منتظمین کی حسن نیت وسعی دارالعلوم اور اسکے کارکنون کی بارگاہ خداوندی مین قبولیت، تعلیم و تدریس کا حسن طریق اساتذہ کی صداقت اور ان کا کمال۔ اعانت کرنیوالون کا اخلاص وغیرہ اعلیٰ پیمانہ پر قرار دئے جائین اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

دارالعلوم کی پرورش ہمیشہ سے محض ظاہری علوم ہی سے آراستہ ہونیوالے نفوس کے ہاتھ مین نہین رہی بلکہ اسکی باگ ہر زمانہ مین ان اہل اللہ کے ہاتھون بھی رہی کہ جو کہ طریقت اور حقیقت کے قطب اور امام اور روحانی کمالات اور معنوی علوم کے آفتاب بھی تھے۔ انکے نفوس قبولیت خداوندی کے مظہر اتم اور مقبولان بارگاہ نبوت کے سرگروہ رہا کئے تھے۔ ریاضت اور تقویٰ سے انہون نے اپنے آپ کو پاکیزہ بنا لیا تھا۔

حضرت نانوتوی قدس اللہ سرہٗ العزیز کا وہ خواب کہ خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑے ہوئے ہین اور ان کے پیرون کے نیچے سے چارون طرف نہرین جاری ہین اور مولانا رفیع الدین صاحب کی یہ رؤیا کہ علوم دینیہ کی کنجیان ان کو دیدی گئی ہین وغیرہ وغیرہ اہل اللہ کے مبشرات کا مظہر یہ مدرسہ ہی ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ معنوی برکات اور مقدس و پاکیزہ ارواح مقبولہ کے سایہ سے اجتک دارالعلوم خالی نہین اور اسی بنا پر یہان کے طلباء اور علماء مین مجموعی حیثیت سے جو کمالات مشاہد ہوتے ہین دوسری جگہ نہین ہو سکے اور نہ ہوتے ہین۔ ولله الحمد والمنۃ۔

تہیدستو نہ گھبراؤ نہ شرماؤ ادھر آؤ ۔ وہ نیسان کرم اب بھی ہین گرم درافشانی

ابتدا ابتدا مین اہتمام کی باگ حضرت حاجی عابد حسین صاحب مرحوم کے ہاتھ مین رہی اور پھر تھوڑے عرصہ کے بعد مولانا رفیع الدین صاحب مرحوم کے ہاتھ مین آئی۔ حضرت حاجی صاحب موصوف تو طریقہ چشتیہ صابریہ کے اعلیٰ درجہ کے بزرگ اور ریاضت و زہد کے مجسمہ تھے ہی۔ مولانا رفیع الدین صاحب مرحوم بھی میدان طریقت و حقیقت کے اعلیٰ شہسوار اور نہایت مکمل شخص تھے حضرت شاہ عبد الغنی صاحب دہلوی مجددی مہاجر قدس اللہ سرہٗ العزیز کے خلفا مین وہ اعلیٰ درجہ رکھتے تھے کہ حضرت شاہ صاحب مرحوم انپر فخر کیا کرتے تھے۔ مولانا مرحوم کے روحانی فیوضات کو بھی دارالعلوم کی کامیابی اور فارغ التحصیل طلباء کی تربیت و پرورش مین اسی طرح نمایان حصہ ہے جس طرح حضرت قطب العالم عارف باللہ مولانا نانوتوی اور حضرت قطب ارشاد عارف باللہ مولانا گنگوہی اور مولانا العارف باللہ مولانا محمد یعقوب صاحب وغیرہ اکابر کا عظیم الشان تصرف اور حصہ ہے۔

حضرت مولانا رفیع الدین صاحب مرحوم کی ہجرت مدینہ منورہ کے بعد بھی جناب حاجی عابد حسین صاحب نے اہتمام کی باگ اپنے ہاتھوں میں لی مگر ان کی قبولیت عامہ اور کثرت مشاغل خلق اللہ کی خدمت نے بہت جلد ان کو اسپر مجبور کر دیا کہ وہ محض مجلس شوریٰ کے ممبر رہین اور کاروبار اہتمام کو کسی دوسرے کے سپرد کر دین، چنانچہ منشی فضل حق صاحب مرحوم اور انکے بعد مولانا محمد منیر صاحب مرحوم تھوڑے ہی عرصہ مین مسند اہتمام کے زیب و زینت بنائے گئے۔ تاہم ان بزرگوارون کے زمانہ اہتمام مین انکی بیرونی وجاہت و شہرت نہونے کی بنا پر یا دیگر اسباب کی وجہ سے دارالعلوم کو نمایان ترقی نہوئی۔ سنہ ۱۳۱۳ھ مین اس زمانہ کی ضرورتون اور احوال مدرسہ نے حضرت قطب العالم مولانا گنگوہی قدس اللہ سرہٗ العزیز سرپرست دارالعلوم کو مجبور کیا کہ وہ خود دیوبند تشریف لائین اور دائرہ اہتمام کی ذمہ داری کسی مناسب اور لائق ہستی کے سپرد کر دین۔

آخرکار حضرت اعلیٰ قدس اللہ سرہٗ العزیز گنگوہ سے رونق افروز ہوئے جناب نواب محمود علی خانصاحب آنریری مجسٹریٹ چھتاری مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کاندہلوی جناب حکیم ضیاء الدین صاحب رامپوری اور بہت سے مقدس حضرات اہل باطن اور اہل ظاہر رحمہم اللہ تعالیٰ بھی اسوقت جمع ہوئے۔ نشیب و فراز پر غور کیا گیا۔ مختلف مجالس قائم کی گئین۔ پورے غور و خوض کے بعد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے اکابر نے یہی مستحسن قرار دیا کہ جناب مولانا حافظ احمد صاحب دام مجدہم کے ہاتھ مین کاروبار اہتمام کی باگ دی جائے۔

تاریخ دارالعلوم دیوبند

مرتبہ خاکسار طاہر بن احمد القاسمی کان اللہ لہ

دارالعلوم دیوبند کا پہلا سال

سنہ ۱۲۸۳ ہجری

مدرسۃ العلوم دیوبند کا افتتاح یہ وہ مبارک سال ہے جس مین دارالعلوم دیوبند کی بنیاد پڑی۔ ۱۵ محرم الحرام سنہ ۱۲۸۳ھ یوم پنجشنبہ کو چند اکابر اہل ہمت نے جمع ہو کر کسیقدر چندہ جمع کیا اور ایک مدرسہ عربی جاری کیا۔ مولانا مولوی محمد محمود صاحب کو جو استعداد علمی مین بلند پایہ ہونے کی ساتھ ہی صاحب تقوی و دینیار بھی تھے ان کو بمشاہرہ ۱۵ ماہوار مدرس مقرر کیا گیا اور یہ تہیہ کیا گیا کہ بوقت وصول چندہ مولوی صاحب موصوف کی مشاہرہ مین ترقی کیجائے گی۔ ۱۹ محرم کو مذکورہ بالا مضمون کا ایک اشتہار دیا گیا جس مین ظاہر کیا گیا کہ اسوقت تک ۱۷۱ء چندہ جمع ہوا ہے اور سولہ طالب علمون کی خوراک وغیرہ کا بندوبست کیا گیا ہے اور جون جون چندہ بڑہتا جائیگا اسیقدر طلبہ کے لئے ہر قسم کی سہولتین مہیا کیجا دین گی۔

ابتدای مجلس شوری کے ارکان ابتدائی مجلس شوری حسب ذیل افراد پر مشتمل تھی حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نانوتوی۔ حضرت حاجی عابد حسین صاحبؒ دیوبندی۔ مولوی مہتاب علی صاحب دیوبندی۔ مولانا ذوالفقار علی صاحب دیوبندی۔ مولوی فضل الرحمن صاحب دیوبندی۔ منشی فضل حق صاحب دیوبندی۔ شیخ نہال احمد صاحب دیوبندی۔

تقرر مہتمم حضرت حاجی عابد حسین صاحب دیوبندی مہتمم مدرسہ مقرر ہوئے اور منشی فضل حق صاحب سربراہ کار فرمائے گئے دملاحظہ ہو رودادہ سنہ ۱۲۸۳ھ

چھتہ کی مسجد مین درس تدریس کی ابتدا شہر کے کنارہ پر ایک پرانے وقتون کی بنی ہوئی مسجد ہے جس کو چھتہ کی مسجد کہتے ہین اس مسجد مین انار کے نیچے سب سے پہلے درس کا افتتاح ہوا۔ بزرگون سے سنا ہے کہ سب سے پہلے جس طالب علم نے کتاب کھولی وہ ہمارے مقتدا و پیشوا حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ صدر مدرس دارالعلوم تھے اور سب سے پہلے جس استاد نے پڑھایا وہ مولانا محمد محمود صاحب تھے استاذ بھی محمود تھے اور شاگرد بھی محمود۔ پھر عاقبت اس مدرسہ کی کیون نہ محمود ہوتی۔

دارالعلوم کی پہلے ہی سال مین غیر معمولی شہرت جب دیوبند مین عربی مدرسہ کھولا جا رہا تھا تو بعض لوگون کو تشویش تھی کہ دیکھئے طالب علم بھی کوئی آئیگا یا نہین کیونکہ اسوقت تک مدرسہ مین پڑھنے کی کوئی معقول صورت نہ تھی۔ لیکن خلاف توقع ابتدائی سال ہی مین وہ ترقی اور رونق دارالعلوم نے پائی کہ جس کا وہم و گمان بھی نہ تہا۔

پہلے ہی سال مین دور دور سے طالب علم آنے لگے اور ایسا معلوم ہوتا تہا کہ گویا اعلان کے منتظر ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ لیکن یہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب اور ان کے بزرگ رفقا کا اخلاص تہا جو علم کے طالبون کو دور دور سے کھینچے لئے چلا آ رہا تہا۔

باشندگان قصبہ دیوبند کا ایثار ہر مقبول تحریک کا یہ خاصہ ہوتا ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنے قریبی مقامات کو متاثر کرتی ہے اور بعد مین دوسرے مقامات کو اسلئے قصبہ دیوبند کے مسلمانون نے بہت پوری طرح سے دارالعلوم کی مدد مین حصہ لیا اور حقیقت مین ناسپاسی ہوگی اگر مین یہ نہ کہون کہ زمانہ مابعد مین دوسرے شہرون کے رہنے والے خواہ کتنے ہی گرانمایہ مقدار سے دارالعلوم کی مدد فرمائین مگر تا قیامت اہالیان دیوبند کو حق تعالی شانہ کے یہان سے سبقت بالخیر کا جو ثواب عظیم ملیگا اس مین ان کا کوئی شریک و سہیم نہو سکیگا۔ اور یہ سعادت عظمی بھی محض اہالیان دیوبند ہی کو حاصل رہیگی کہ ان کی گمنام بستی مین حق تعالی کی رحمت و فیض کا ایک چشمہ

بما برساٹھ سال سے زائد ہوئے کہ قائم وجاری ہے۔

سالانہ آمد وصرف ابتدائی سال کی کل آمدنی ۴۰۰/ عللعہ تھی اور صرف بابتہ تنخواہ مدرسین وغیرہ جن کی تعداد ابتدائی سال ہی میں ایک سے پانچ ہوگئی تھی کل ۱۲/ سالہ تھا۔ طلب کا اکثر صرف بذمہ اہل شہر تھا

تعداد طلباء بوقت اشتہار اجراء مدرسہ طلبا کی تعداد سولہ سے زائد نہ تھی لیکن آخر ذی الحجہ ۱۲۸۳ھ تک طلبا کی تعداد ۷۸ ہوگئی تھی جن میں ۵۸ بیرونجات مثل پنجاب بنارس وغیرہ کے تھے باقی دیوبند کے تھے ۵۲ طلبا کی خوراک کا انتظام اہل قصبہ نے اپنے ذمہ لیا تھا۔

مدرسین مدرسہ محرم ۱۲۸۳ھ میں جب مدرسہ جاری ہوا تو صرف ایک مدرس تھے اسکے بعد اسی سال میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی کو اسی سال غالباً اجمیر سے بڑی تنخواہ کو ترک کراکر صرف مبلغ ۔/۴۰ ماہوار پر صدر مدرس کرکے بلایا گیا اور حضرت مرحوم نے بکمال محنت مدرسہ کی خدمت فرمائی حضرت مرحوم کے حالات عجیب وغریب ہیں وہ تو اپنے موقع پر ظاہر کئے جاوینگے لیکن یہاں پر صرف اسقدر عرض کیا جاتا ہے کہ وہ علم اور معلومات میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب ثانی تھے۔ حق تعالیٰ شانہ نے انہیں نہایت ہی عجیب ذہن رسا عطا فرمایا تھا اور بہت ہی عظیم الشان جامعیت کی شان بخشی تھی سب سے پہلے صدر مدرس حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ ہی مقرر ہوئے تھے۔

امتحان سالانہ ابتدائی سال کی تعلیم کا امتحان حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نانوتوی اور حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب، مولوی مہتاب علی صاحب نے نہایت سرگرمی وستعدی سے لیا ۷۳ طلبا نے امتحان دیا حسب ذیل معائنہ حضرات ممتحنین نے روداد ۱۲۸۳ھ میں شائع فرمایا۔

نقل معائنہ بابتہ امتحان سالانہ ۱۲۸۳ھ

ہم نے کئی روز تک امتحان منفصل ہر دفعہ کا لیا اور حتی الوسع سوالات مشکل پوچھے اور نمبر ہر طالب علم کے ہر ایک کتاب کے لگائے حال مدرسہ بالعموم قابل تعریف پایا۔ مدرسان کی سعی اور طلبہ کی محنت اس امتحان سے بخوبی ثابت ہے ہم کارگذاری مدرسان سے نہایت خوش ہیں۔

العبد	العبد	العبد
ذوالفقار علی دیوبندی	مہتاب علی دیوبندی	محمد قاسم نانوتوی

جلسہ تقسیم انعام طلبہ اول بعد امتحان سالانہ وعطائے نمبران کامیابی تجویز ممتحنین رحمہم اللہ چند اہل خیر نے برائے تقسیم انعام طلباء ۔/۵۰ کا چندہ کیا اور انعامی کتب قیمتی ۔/۵۰ حسب استعداد ولیاقت طلباء کو جامع مسجد میں جلسہ کرکے تقسیم کی گئیں۔

(نوٹ) حضرت مولانا محمد قاسم صاحب جب تک زندہ رہے مدرسہ انہیں کی سرپرستی اور تربیت میں رہا چنانچہ اس مضمون کو ابتدائی روداد ۱۲۹۷ھ میں وضاحت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

دارالعلوم دیوبند کا دوسرا سال
سنہ ۱۲۸۴ ہجری

الحمدللہ کہ دارالعلوم نے اپنے مخلص وبزرگ کارکنان کی سیادت میں ایک سال کو پورا کرکے دوسرے سال میں قدم رکھا اور اسے بھی نہایت کامیابی کیساتھ پورا کیا اس سال کے اہم قابل ذکر حالات لکھے جاتے ہیں۔

دیوبند میں بیماری کی شدت اس سال کئی مہینہ تک بیماری کی ایسی شدت رہی کہ اکثر مدرسین وطلبا مبتلائے مرض رہے اکثر طلباء اپنے وطن چلے گئے تقریباً دو مہینہ تک اسباق میں حرج رہا ایک وقت تک مدرسین آثار ویرانی ظاہر ہوتے رہے لیکن علم کی برکت سے مدرسہ پھر اصلی حالت پر عود کر آیا۔

حضرت حاجی عابد حسین صاحب کا حج کو تشریف لیجانا دوسرا اہم واقعہ جو اس سال میں پیش آیا وہ یہ تھا کہ جناب حاجی عابد حسین صاحب مہتمم مدرسہ جو مدرسہ کی بناء کے شریک تھے اور شہر کے مرکز ومرجع بھی تھے حج کو تشریف لیگئے اہل دیوبند ومدرسین وطلبا مدرسہ کو خیال ہوگیا تھا کہ مدرسہ کا ایسی حالت میں قائم رہنا بہت دشوار ہے کیونکہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رح کا قیام بھی اس سال تک دیوبند میں مستقل طور سے نہ تھا پھر حضرت حاجی صاحب کے حج کو تشریف لیجانے کا اندازہ یہ کہہ رہا تھا کہ اس کے بعد وہ ہندوستان غالباً تشریف نہ لاوینگے اس سے سب کو پریشانی تھی بظاہر باشندگان دیوبند میں سے کوئی ایسا نظر نہ آتا تھا جو اس کام کا متکفل ہوتا۔ لیکن خدا خود میر سامان است ارباب توکل را۔

آخر ارکان مدرسہ میں سے بعض کو یہ القا ہوا کہ اس کام کیواسطے جناب مولانا رفیع الدین صاحب دیوبندی نہایت مناسب ہیں۔ چنانچہ یکم شعبان ۱۲۸۴ھ سے اہتمام مدرسہ کا مولانا رفیع الدین صاحب کے سپرد ہوا مولوی صاحب مرحوم کی برکت سے چندہ میں بہت اضافہ ہوا۔ اور جو سال گذشتہ کے وعدون کی رو سے چندہ باقی تھا اس کا اکثر حصہ بھی وصول ہوگیا۔

کتب درسیہ کا فقدان اس سال تعلیم میں کتب درسیہ کا فقدان بھی مانع تعلیم رہا لیکن الحمدللہ کہ باوجود ان سب مشکلات کے مدرسہ برابر کار تعلیم میں مصروف رہا۔

مدرسین کی تنخواہوں میں ترقی اس سال حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب جیسے باکمال شیخ کے بیس ۲۰ روپیہ سے تیس ۳۰ روپیہ اور ملا محمود صاحب مدرس دوم کے بجائے ۔/۱۵ کے ۔/۲۰ ہوئے اور دونا ہون کے تین تین روپیہ کے بجائے چھ چھ روپیہ مقرر ہوئے۔ اور قرار پایا کہ ۱۲۸۵ھ سے تنخواہون میں بشرط وصولی چندہ اور بھی ترقی کیجائے گی۔

درجہ حفظ قرآن وفارسی کا افتتاح اس سال درجہ قرآن وفارسی کا افتتاح بھی کیا گیا کیونکہ بہت سے ابتدائی کتابیں پڑھنے والون کو دقت ہوتی تھی۔ اور شہر کے لوگون کو بھی تکلیف تھی۔

تشکیل دفتر مدرسہ کے حسابات کی درستگی اور تحصیل چندہ کیلئے ضروری معلوم ہوا کہ ایک محرر کا تقرر کیا جائے۔ چنانچہ ایک محرر چار روپیہ ماہوار کا رکھا گیا۔

ترقی چندہ وترقی طلباء سالانہ گذشتہ طلبا کی تعداد ۷۸ تھی امسال ۱۲۰ رہی گذشتہ سال کے چندہ کی تعداد ۔/۱۰۵ تھی اور تعداد چندہ امسال ۔/۱۵۱۷ ہے۔ نیز جو تخمینہ امسال کا سالانہ گذشتہ میں کیا گیا تھا اس سے خرچ متجاوز ہوگیا اور یہ بھی علامت ترقی کی ہی شمار کی گئی۔

کارگذاری مدرسین امسال باوجود موانعات کثیرہ مذکورہ بالا کے مدرسین مدرسہ نے بجد سعی فرمائی اور اس کا بین ثبوت کثرت طلباء ہے اس کے علاوہ اس سال چند طلبہ ایسے بھی ۔ حضرت مدرسین کے پاس تھے جو تدریس کی پوری اہلیت رکھتے تھے۔ چنانچہ سہارنپور کے عربی مدرسہ میں حسب الطلب جناب مہتمم صاحب مولوی میر باز خان صاحب طالب علم مدرسہ ہذا مدرس دوم مقرر ہوکر تشریف لے گئے۔

کیفیت امتحان سالانہ ماہ شعبان ۱۲۸۴ھ میں بقیۃ السلف حجۃ الخلف حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نانوتوی نے بشمول دیگر فضلا امتحان سالانہ لیا اور حسب ذیل معائنہ تحریر فرمایا۔

نقل معائنہ بابتہ امتحان سالانہ ۱۲۸۴ھ

ہم نے امتحان منفصل مدرسہ عربی دیوبند کا لیا عموماً حال مدرسہ لائق تعریف ہے باوجودیکہ اس سال میں بسبب کثرت بیماری کے جو ابتک چلی جاتی ہے بہت سے حرج پیش آئے تاہم مدرسان کی سعی سے خواندگی میں ترقی ہے حاضری بسبب بیماری کے کم ہے۔

العبد	العبد	العبد	العبد
مہتاب علی دیوبندی	محمد یعقوب مدرس اول	ذوالفقار علی	محمد قاسم نانوتوی

تعداد طلبہ جنہون نے امتحان دیا ۷۶ ہے۔

دارالعلوم دیوبند کا تیسرا سال
سنہ ۱۲۸۵ ہجری

تعداد طلباء اس سال طلباء کی تعداد ۱۱۴ رہی جن میں سے ۱۰۱ نے امتحان دیا۔

امتحان سالانہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نانوتوی مولانا ذوالفقار علی صاحب مولوی مہتاب علی صاحب نے امتحان لیا اور معائنہ میں تحریر فرمایا کہ جملہ طلبا کا امتحان بالعموم امید سے بڑھکر رہا۔

مدرس سوم کا تقرر اس سال باوجود عام گرانی وقحط کی بلا کے ایک جدید مدرس کا تقرر منظور ہوا چنانچہ بذریعہ اخبارات اشتہار دیا گیا بڑے بڑے شہروں میں خط وکتابت کے ذریعے لائق مدرسین کی جستجو کی گئی بالآخر جناب مولانا سید احمد حسن صاحب دہلوی ذی الحجہ ۱۲۸۵ھ میں مدرس سوم تقرر ہوئے جو علوم ریاضی وہیئت میں اجتہادی شان رکھتے تھے۔

حضرت مولانا گنگوہی کا معائنہ اس سال حضرت مولانا رشید احمد صاحب مدرسہ کے ملاحظہ فرمانیکی غرض سے تشریف لائے اور مدرسہ کو دیکھا طلبا کا امتحان لیا حسب ذیل معائنہ تحریر فرمایا۔

نقل معائنہ حضرت گنگوہیؒ

آج ۳ر رجب ۱۲۸۵ھ کو جو یہ عاجز مدرسہ دیوبند میں حاضر ہوا اور اتفاق ملاحظہ حال مدرسہ ومدرسین وطلبا ہوا تو نقشہ سے ہونا ۹۰ طلبا عربی خوان سوائے فارسی خوان وقرآن خوان کے معلوم ہوا مگر اس وقت ۸۴ طلبا موجود وحاضر مدرسہ تھے کچھ کچھ جماعت متفرقہ کا جو سنا گیا تو فی الواقع اہتمام مہتممین اور حسن سعی مدرسین وکوشش ومحنت طلبا کو قابل تحسین وآفرین پایا۔ اگر ایسی ہی سعی کرتے رہینگے تو یقین غالب ہی کہ چند مدت میں تحصیل عربی سے فراغت پا کر فیض رسان علوم دینیہ ہونگے۔ العبد الراجی رحمت اللہ
رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

جلسہ سالانہ تقسیم انعام بعد تیاری وترتیب کاغذات امتحان وغیرہ بذریعہ خطوط اکثر شرکا چندہ وخیر اندیشان مدرسہ کو جلسہ سالانہ میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ ۲۶ر ذی الحجہ ۱۲۸۵ھ تاریخ جلسہ مقرر ہوئی مولانا محمد مظہر صاحب ومنشی ممتاز علی صاحب ودیگر حضرات اطراف وجوانب کے تشریف لائے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے بشمول مولانا ذوالفقار علی صاحب ومولوی مہتاب علی صاحب ومولانا محمد یعقوب صاحبؒ ومولانا رفیع الدین صاحبؒ اپنے دست مبارک سے طلبا کو انعامی کتب عطا فرمادیں۔ اور حضار جلسہ کو ایک مفصل کیفیت سنائی حضار جلسہ نے شکریہ مساعی جمیلہ مہتمان ومدرسان وشرکا چندہ بیرونجات کا دل وجان سے ادا کیا۔

نصاب میں ترمیم اس سال اہل شوریٰ نے ضروریات وقتیہ کے مدنظر کتب خواندگی ومیعاد اتمام کتب میں ترمیم کی تعین ایام درس کا بعد غور کامل ایک نقشہ تیار کیا تاکہ شروع سال چہارم سے وہ دستور العمل شمار ہو سکے۔ یہ بھی اہل شوریٰ نے طے کیا کہ طلبا کو تین سبقوں سے زیادہ نہ دیے جائیں کہ اسمیں حواس کے پریشان ہو جانیکا اندیشہ ہی۔

دیگر مقامات میں مدارس عربیہ کا قیام دارالعلوم دیوبند کے قائم ہوتے ہی مسلمانوں کی توجہ اسطرف مبذول ہوگئی کہ بیشک دین کا قیام بغیر مدارس کے مشکل ہی۔ اسلئے اکثر مقامات میں اسکی تحریک ہوئی اور اکثر حضرات نے دارالعلوم دیوبند کی شاخ ان مدارس کو قرار دیا جیساکہ آئندہ کی رودادوں سے اس کا علم ہوگا۔

بہرحال دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ نے ایسے حضرات کے مبارک ارادہ کی تقویت کے خیال سے ان کا شکریہ ادا کیا اور ان سے خواہش ظاہر کی وہ رابطہ اتحاد قائم کریں۔

آمد وصرف کی تفصیل اس سال [illegible] آمدنی ہوئی۔ اور [illegible] خرچ ہوئے۔

دارالعلوم دیوبند کا چوتھا سال
۱۲۸۶ ہجری

اس سال کے موانع اور عوارض تو بہت تھے جن سے خطرہ تہا کہ کہیں مدرسہ کا استقلال واطمینان فنا نہو جائے مگر حق تعالیٰ کا فضل چونکہ شامل حال تہا اسلئے باوجود قحط عام شدت وبیماری کے اور باوجود مدرسہ کے قریب پانچ ماہ تک بند رہنے اور طلبہ سے لیکر مدرسین تک بیمار ہو ہو کر اپنے اپنے وطن تشریف لیجانے کے الحمد للہ کہ سعی وکوشش حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب صدر مدرس وحضرت مولانا محمد محمود صاحب ومولانا سید احمد صاحب خواندگی پوری ہوئی۔

حضرت مولانا رفیع الدین صاحب کا حج کو تشریف لیجانا امسال مذکورہ بالا موانعات وعوارض کے ساتھ ہی یہ اہم مانع بھی پیش آیا کہ مولانا رفیع الدین صاحب مہتمم حج کو تشریف لے گئے۔ اُن کی جگہ پر حسب مشورہ پھر جناب حاجی عابد حسین صاحب دیوبندی دوبارہ مہتمم مقرر ہوئے۔

امتحان وتقسیم انعام کا جلسہ سالانہ اس سال کا امتحان مولانا ذوالفقار علی صاحب ومولانا فضل الرحمن صاحب نے لیا حضرت نانوتویؒ اس سال شریک نہیں ہو سکے اس سال کے عوارض کیوجہ سے تقسیم انعام کے جلسہ میں دیر ہوگئی آخر جامع مسجد دیوبند میں مجمع عام میں انعام تقسیم ہوا۔ حاجی عابد حسین صاحب نے ایک تحریر سنائی جسکا اثر مجمع پر بہت اچھا ہوا اسمیں انہوں نے اہل اسلام کو امداد کیطرف توجہ دلائی اور چندہ بھی کچھ جمع ہوا۔

آمد وصرف کی تفصیل اس سال کی آمدنی [illegible] ہوئی اور [illegible] خرچ ہوئے۔

دارالعلوم دیوبند کا پانچواں سال
۱۲۸۷ ہجری

اس سال بھی باوجود بہت سے موانع اور عوارض کے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مدرسین کی کوشش طلبہ کی محنت نے وہ نتیجہ دکھلایا جس کی امید نہ تھی اور یہ تعلیمی ترقی حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ اور مولانا محمد محمود صاحب ومولانا سید احمد صاحب کی کوششوں کا نتیجہ تہا۔

تعداد طلبہ اس سال کل طلبہ کی تعداد ۷۸ رہی۔

کیفیت امتحان سالانہ اس سال امتحان سالانہ حسب معمول بوجہ بیماری کے شعبان میں نہو سکا اسلئے بعد تعطیلات رمضان المبارک امتحان لینا تجویز ہوا چنانچہ جب طلبا ومدرسین حاضر ہوئے اور شوال وذیقعدہ میں انہوں نے خواندگی کو خوب صاف اور مکمل کر لیا تو ذی الحجہ ۱۲۸۷ھ میں کئی روز تک حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے بمعیت دیگر فضلا امتحان لیا اس سال مولانا ذوالفقار علی صاحب ومولانا فضل الرحمن صاحب امتحان سالانہ میں شرکت نہ فرما سکے۔

جلسہ سالانہ حسب معمول اسکے بعد جلسہ ہوا جسمیں کیفیت سالانہ پڑھکر سنائی گئی۔ منشی عبد الرحمن خان صاحب مالک مطبع نظامی کی مرسلہ کتابیں بھی تقسیم انعام کیساتھ طلبا کو دیں گئیں

سالانہ آمد وصرف اس سال کی آمدنی [illegible] ہوئی۔ اور صرف [illegible] ہوا۔

دارالعلوم دیوبند کا چھٹا سال
۱۲۸۸ ہجری

تعداد طلبا اس سال طلبا کی تعداد ۱۰۶ ہے۔

مدرسہ کیلئے مکان کی ضرورت اس سال اپیل کی گئی کہ بوجہ ادا کرنے کرایہ مکان اور مستقل مکان کے نہونیکی سخت تکلیف ہے مختصر مکان میں جب عربی کی جماعتوں کے تکرار واسباق شروع ہوتے ہیں تو ایک شور ہو جاتا ہے ہر شخص کو اس ضرورت سے کچھ آواز بلند کرنی ہوتی ہی لیکن جتنی جتنی آواز بلند ہوتی جاتی ہی اتنا ہی شور بڑھتا رہتا ہی اور یہ حالت اسپر ہے کہ حفظ قرآن شریف اور درجہ فارسی جداگانہ ہی ورنہ تو دشواری اس سے بھی بڑھجاتی۔ چونکہ دیوبند ایک چھوٹی سی بستی ہے اس لئے کوئی مکان بھی ایسا وسیع میسر نہیں آتا ہی کہ جسمیں یہ سب ضرورتیں پوری ہو جاویں۔

اہتمام کی تبدیلی باتفاق اہل مشورہ طے ہوا کہ چونکہ حاجی عابد حسین صاحب کے ذمہ تعمیر مسجد کا کام ہی اور مدرسہ کا کام بھی بڑا کام ہے اور پھر مولانا رفیع الدین صاحب حج سے واپس تشریف لے آئے ہیں، لہٰذا اہتمام پھر مولوی رفیع الدین صاحب کو سپرد کیا جائے۔ اور حاجی صاحب موصوف مدرسہ کی کلی طور پر نگہداشت کرتے رہیں۔

امتحان سالانہ اس سال بھی حسب معمول حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ اور ملا محمود صاحب ومولوی سید احمد صاحب ومولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے امتحان لیا اور موافق استعداد طلبا کو نمبر عطا فرمائے۔ جلسہ انعام میں رپورٹ پڑھی گئی جسمیں کامیاب طلبا کو انعامی کتب

دی گئین۔

سالانہ آمد و صرف اس سال کی خالص آمدنی الصہ ۱۰؍ ہے اور خرچ الصمایہ ۶؍۱۱؍ پ ہے۔

دار العلوم دیوبند کا ساتوان سال

سنہ ۱۲۸۹ ہجری

نتیجہ تعلیم و تعداد طلبا خدا کے فضل وکرم سے اسسال کا نتیجہ تعلیم نہایت اعلی رہا۔ مدرسین نے سعی وکوشش سے کام کیا اور طلبا نے محنت و مستعدی سے پڑھا گذشتہ سال ۱۳۶ طلبا تھے اسسال طلبا کی تعداد باوجود قلت چندہ وغفلت مسلمین ۱۴۵ رہی۔

تغیرات اسسال بوجہ قلت چندہ اور مالی مشکلات کے بسلسلہ مدرسین مین سے ناچار دو نائب المدرسین تخفیف کئے گئے طلبا کے حرج اور دلشکنی کے خیال سے مفتی محمد مراد صاحب مولوی عبد اللہ و مولوی سلامت اللہ صاحب جونپوری و مولانا خلیل احمد صاحب وغیرہم نے جو جماعت اول کے طلبا تھے اپنی تعلیم جاری رکھتے ہوئے حسبۃً للہ مذکورہ بالا حضرات کے اسباق کا بار اپنے ذمہ لے لیا۔

امتحان سالانہ حسب معمول شعبان کے نصف آخر مین امتحان سالانہ ہوا حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ و مولانا محمد یعقوب صاحبؒ و مولانا سید احمد صاحب دہلویؒ وغیرہ نے خوب جانچ کے ساتھ امتحان لیا اور حسب لیاقت واستعداد طلبا کو نمبر عطا فرمائے۔

جلسہ تقسیم انعام ۸؍ ذی الحجہ ۱۲۸۹ھ کو دیوبند کی جامع مسجد مین تقسیم انعام کیلئے ایک عام جلسہ منعقد ہوا حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ اور حضرت مولانا ذو الفقار علی صاحبؒ مولوی مہتاب علی صاحب مولوی عبد الخالق صاحب وغیرہ دیگر عمائد ورؤسا شہر مجتمع ہوئے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے اپنے دست مبارک سے انعام تقسیم فرمایا اور حاضرین جلسہ نے بطور ہمت افزائی چند طلبا کو مختلف چیزین انعام مین عطا کین اس کے بعد سالانہ کیفیت مدرسہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے پڑھکر سنائی۔

عطائے اسناد مولوی عبد اللہ صاحب انصاری انبہٹویؒ جو مدرسۃ العلوم علیگڈھ کے ناظم تعلیم بھی تھے انہین اسی سال سند دی گئی مولانا خلیل احمد صاحب انبہٹوی جو مدرسہ مظاہر علوم کے صدر مدرس اور ناظم وسرپرست روح رواں تھے وہ سہارنپور سے کافیہ پڑھتے ہوئے دیوبند تشریف لائے تھے حدیث وتفسیر تو انہون نے سہارنپور پڑھی۔ اور معقول کی تکمیل دیوبند مین فرمائی۔

ان کے علاوہ مولوی فخر الحسن صاحب مولوی محمد فاضل صاحب پھلتی مولوی فتح محمد صاحب تھانوی نے بھی مختلف فنون وعلوم کی تکمیل اسی سال فرمائی۔

دورہ حدیث مین شرکت فرمانیوالے طلبا مدرسہ کی تعلیم کا شہرہ سنکر اس سال ایسے حضرت بھی تشریف لائے جو فارغ التحصیل تھے صرف حدیث کی سماعت کیلئے تشریف لائے تھے اسمار گرامی یہ ہین۔

مولوی عبد اللہ صاحب جونپوری۔ مولوی معشوق علی صاحب جونپوری مولوی عبد الکریم صاحب علی گنج۔ مولوی سلامت اللہ صاحب جونپوری مولوی کرامت اللہ صاحب دہلوی۔

اضافہ کتب طلبہ کی کثرت کو دیکھتے ہوئے جہان متعدد مکانات کی ضرورت پیش آئی وہین اضافہ کتب کی بھی ضرورت تھی جناب منشی نولکشور صاحب لکھنوی نے مثل سابق اسسال بھی چند مفید درسی وغیر درسی نایاب کتابین مدرسہ کو عطا کین۔ حاجی مولا بخش صاحب مستری کوہ لنڈھور نے یکصد روپیہ خرید کتب کیلئے عنایت فرمائے۔

ضرورت تعمیر مکان مدرسہ مدرسہ ابتداءً چھتہ کی مسجد مین رہا اس کے بعد قاضی کی مسجد مین اور کرایہ کے مکانات مین رہا لیکن جب طلبا کی کثرت ہوئی تو کارکنان مدرسہ رحمہم اللہ اسطرف متوجہ ہوئے کہ مدرسہ کیلئے ایک مستقل مکان بنایا جائے۔ چنانچہ ابتداءً بعض بزرگان مدرسہ نے احاطہ جامع مسجد مین مدرسہ کے حوائج ضروریہ کو پوری کرنیوالی عمارت کی فکر چنانچہ جامع مسجد کے تینون سمتون مین متعدد حجرے اور کمرے بنوائے چند سال تک مدرسہ جامع مسجد مین بھی رہا لیکن حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ اور دیگر مخلصین کی آخری رائے یہی ہوئی کہ مدرسہ ایسی جگہ مین واقع ہونا چاہیے جو شہر کے کنارے پر ہو چونکہ جامع مسجد شہر کے اندر ہے اسلئے مدرسہ خاطر خواہ ترقی نہین کرسکیگا۔ بزرگان مدرسہ نے سنا ہے کہ چار پانچ روز تک شہر کے مختلف قطعات وحصص کو دیکھنے کیلئے گشت لگائے بالآخر حضرت نانوتوی مرحوم نے اس جگہ کو پسند فرمایا جہان آج مدرسہ ایک شاہی قلعہ کیطرح سے پھیلا ہوا نظر آتا ہے۔

سالانہ آمد و صرف اس سال کی آمدنی الصاعہ ۶؍ ہے اور خرچ السالہ ۱۲؍۱۰؍ پ ہے۔

دار العلوم دیوبند کا آٹھوان سال

سنہ ۱۲۹۰ ہجری

اس سال مین متعدد طلبا نے مجوزہ نصاب تعلیم کی تکمیل کرکے سند فراغ اور انعام حاصل کیا امتحان سالانہ مثل سابق ہوا۔

جلسہ عطائے اسناد وتقسیم انعام ۱۹؍ ذی قعدہ سنہ ۱۲۹۰ھ یوم جمعہ مطابق ۹؍ جنوری سنہ ۱۸۷۴ء کو دیوبند کی جامع مسجد مین جہان مدرسہ حسب تجویز اکابر منتقل ہوگیا تھا ایک نہایت ہی بارونق وبابرکت جلسہ ہوا ہزارہا اہل اسلام وصدہا خیر خواہان دار العلوم مختلف اضلاع وقصبات سے تشریف لائے شرکا جلسہ مین سے قابل ذکر حضرات یہ ہین۔

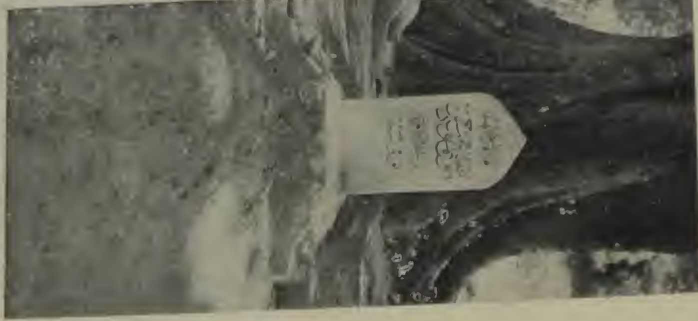
حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ ازنانوتہ۔ جناب مولوی نور اللہ صاحب ساکن گلاوٹھی۔ جناب قاضی اسمٰعیل صاحب منگلوری حاجی محمد ہاشم صاحب مالک ہاشمی پریس میرٹھ۔ حکیم ضیاء الدین صاحب رامپوری۔ منشی محمد صدیق صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ نہر جمن۔ مولانا ذو الفقار علی صاحبؒ۔ منشی محمد حیات صاحب مدیر نجم الاخبار وغیرہ وغیرہ۔ بعد ادائے نماز جمعہ اول حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے منبر پر کھڑے ہوکر ایک نہایت ہی موثر تقریر فرمائی اور اس کے بعد ایک تحریر منجانب خواجہ ابو الحسن صاحب دہلوی پڑھی گئی۔ اسکے بعد فارغ التحصیل طلبا یعنی مولانا عبد الحق صاحب ساکن پور قاضی وحضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندیؒ اور مولوی فخر الحسن صاحب گنگوہیؒ و مولوی فتح محمد صاحبؒ تہانوی۔ مولوی عبد اللہ صاحب جلال آبادی کے وہ تحریری جوابات جن کو انہون نے بوقت امتحان تحریر فرمایا تھا لکھکر مجمع مین پڑھکر سنائے گئے اسکے بعد حضرات اکابر مدرسہ نے اپنے مبارک ہاتھون سے ان پانچون یگانہ روزگار فارغ التحصیل طلبا کے سر پر دستار فضیلت باندھی اور سند فراغ عطا کی منشی مخدوم احمد صاحب سررشتہ دار گودام روڑکی نے ایک ایک قطب نما ان پانچون فارغ التحصیل حضرات کو اپنی طرف سے انعام مین مرحمت فرمایا۔

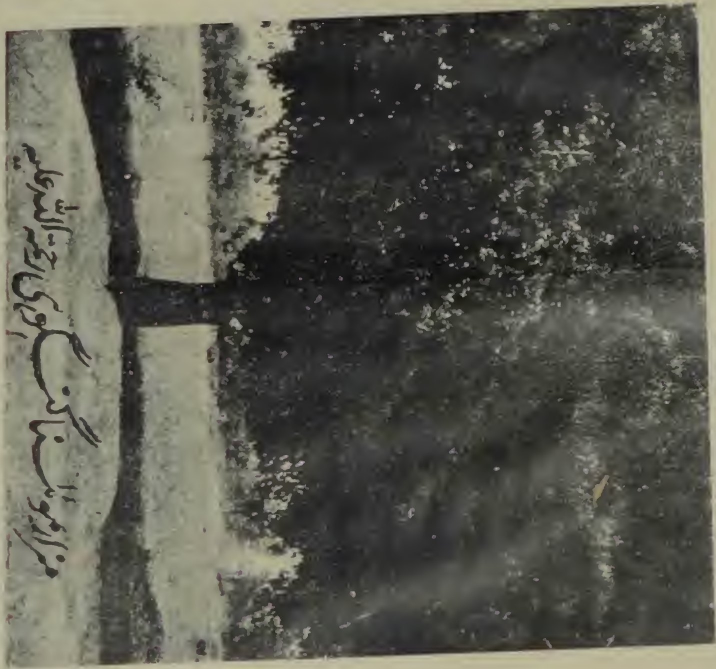
اس کے بعد مولانا محمد یعقوب صاحبؒ صدر مدرس دار العلوم نے امتحان سالانہ کی کیفیت پڑھکر سنائی۔ طلبا کو درجہ بدرجہ انعام تقسیم ہوا اور حضار جلسہ نے مدرسہ کی ترقی وعروج تعلیم وتعلم کی احیاء کے لئے دعا کی اور جلسہ برخاست ہوا اس جلسہ مین حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے جو تقریر پر تاثیر فرمائی تھی اس کا خلاصہ ذیل مین درج کیا جاتا ہے۔ جس کے پڑھنے سے ایک خاص کیفیت قلب مین پیدا ہوتی ہے۔

تقریر حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ

الحمد للہ ونحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونومن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یہدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ اللھم صل علی سیدنا محمد النبی الامی وازواجہ امہات المؤمنین وذریتہ واھل بیتہ کما صلیت علی سیدنا ابراھیم انک حمید مجید اللھم انزلہ المقعد المبارک عندک الیوم القیامۃ۔ لاکھ لاکھ شکر ہے اس خداوند بندہ نواز کا کہ جس نے ہم کو آدمی بنایا اور قابلیت علم اور چراغ عقل عنایت فرمایا جس کے باعث تمام موجودات سے افضل ہوجانے کی لیاقت ملی اور خلافۃ ارض کی قابلیت عطا ہوئی اور درود نامحدود اس خلاصہ موجودات سرکائنات

افضل انبیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جن کو افضل کتب یعنی قرآن مجید اور عمدہ ترین ادیان یعنی یہ دین متین عطا فرمایا اور ہم کو انکی غلامی سے شرف اعزاز عنایت فرماکر حسب قول کنتم خیر امۃ لقب خیر امۃ کرامت فرمایا۔ بعد حمد وصلوۃ تمام برادران اہل اسلام خصوصاً اہل دیوبند کیخدمت مین بکمال خیر خواہی یہ گذارش ہی کہ شرافت انسانی علم پر ہے۔ کو ع۔ واذ قال ربک کو دیکھیے تو باعث سجدہ ملائک درخلافۃ آدم یہی علم تہا جسمین حضرت آدم علیہ السلام ملائکہ سے اول نمبر نکلے قرآن مجید جو تمام کتب آسمانی اور مکتوبات زمینی سے افضل ہو گیا تو علاوہ دیگر محاسن کے بشہادۃ آیۃ تبیانا لکل شئی یہی تہا کہ یہ کتاب ام العلوم اور جامع العلوم ہے ہمارے پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو اور انبیاء سے ممتاز ہوئے تو منجملہ اور کمالات عمدہ وجہ فضیلت موافق اشارہ حدیث علمت علم الاولین حتیٰ آپ کا جامع العلوم ہونا ثابت ہوتا ہی یہی کمال علمی تہا جو انبیا کا خاص منصب ہے، اور بلکہ انبیا وصدیقین کو جو شہدا اور صالحین سے یہ شرف و امتیاز حاصل ہوا کہ کلام اللہ مین اول انکو ذکر فرمایا ان کو بعد مین تو اُس کا باعث بھی یہی تہا کہ شہدا اور صالحین اگر بوجہ عمل انسے وہ پر شرف رکھتے ہین تو انبیا وصدیقین بوجہ علم ان سے بھی اشرف ہین اور کیون نہو خداوند علیم تو یون فرماتا ہی۔ قل ہل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون جس کا حاصل یہ ہی کہ اے ہمارے حبیب سنا کر کہدو کہ کہین جاہل بھی عالمونکی برابر ہو سکتے ہین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یون ارشاد فرماتے ہین فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم جس کا مطلب یہ ہی کہ عالم کی بزرگی عابد پر اس قسم کی ہی جیسی میری فضیلت تم مین سے کسی ادنی پر الغرض آدمی کی خوبی اور اس کا عمدہ جوہر یہ علم وعقل ہی مگر افسوس کہ اس زمانہ مین اور خوبیان تو کچہ نہ کچہ باقی ہین مگر علم خاصکر علم دین اُٹھا چلا جاتا ہی جسمین سادات اور شیوخ وغیرہم جو قدیم سے اس کمال مین اورون سے ممتاز رہا کرتی تہی آجکل اس سعادت سے بالکل بے بہرہ ہوتے چلے جاتے ہین اور اسوجہ سے کونسی خواری کی بات نہین جو انہین نہین۔ گانے بجانے رنڈی بازی شطرنجبازی کی جو روز بروز ہی تو وجہان سب خرابیون کی یہی ہی کہ انہون نے اپنے اس کام کو چھوڑ دیا جسکے باعث سے سب سے ممتاز تہی افلاس و فلاکت جو اہل اسلام خصوصاً شرفا مین برابر چلا آتا ہی اس کا باعث بجز اس کے کیا ہے کہ اہل اسلام مین علم وہنر نرہا یہ جوہر اہل اسلام خصوصاً ان چار قومون کے حق مین فقط موجب امتیاز دین ہی نہ تہا بلکہ سرمایۂ دنیا بھی انکے حق مین یہی تہا اور قومونکی اگر اور پیشہ تہی تو سادات وشیوخ وغیرہم کا پیشہ یہی علم تہا الغرض جب یہ حال دیکھا تو چند خیر خواہان بےغرض نے بنام خدا اس قصبہ دیوبند مین مدرسہ کیطرح ڈالی اور تمام بنی آدم خصوصاً اہل اسلام کی بہبودی کی صورت نکالی سو بحمد اللہ اپنے خیال سے بڑھکر اسنے رونق پائی اور یہان کی دیکھا بھالی جابجا مدرسہ مقرر ہوئے اور اس آخری زمانہ مین علم کا پھر اسی طرح چرچا ہوا جیسا کہ گل ہوتے وقت چراغ سنبہالا لیا کرتا ہی اور بحمد اللہ سیکڑون آدمی اس دولت عظمی سے اس مدرسہ مین اگر مستفید ہوئے اور تہوڑا بہت اپنی لیاقت کے موافق حصہ لے اوڑے مگر سب دور نزدیک کے رہنے والے جانتے ہون گے کہ اس مدرسہ کی بنا دیوبند والون نے ڈالی اس امر مین وہ سب کے امام ہین ہر چند اور باہر کے صاحب اس کار خیر مین شریک ہوئے مگر جو کچہ ہے وہ دیوبند والون ہی کا طفیل ہے اور اسوجہ سے اگر یون کہا جائے کہ جتنا اور سب کو اس کار خیر کا ثواب ملیگا اتنا ہی تنہا دیوبند والونکو ملیگا تو عین مطابق قول نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من سن بالسنۃ حسنۃ فلہ اجرہا واجر من عمل بہا الی یوم القیامۃ او کما قال۔ واقعی اہل دیوبند نے یہ وہ کام کیا ہے کہ قیامت تک صفحہ روزگار پر ان کی یادگاری رہیگی یہ نامی مدرسہ ہمیشہ ہمیشہ اہل دیوبند کی یادگاری کا باعث رہیگا۔ چونکہ اور اکثر مدارس اس مدرسہ کی دیکھا بہالی مقرر کی گئی یا کی جاتی ہین تو گو کوئی مدرسہ اس سے ترقی پا جائے پر اہل عقل کے نزدیک وہ بھی دیوبند ہی کا پرتو ہوگا اور اسپر جب یہان کے باشندون کی شکستہ حالی اور پریشان روزگاری پر نظر کی جائے تو یہ اُن کی ہمت کی بات کسی طرح اُن کامون سے کم نہین جو اہل سلطنت نے







برفاہ عام کئے ہین باایہمہ کھانے کی امداد مین طالب علمون کے ساتھہ جو دلسوزی یہان کے باشندون نے کی وہ اتنی نہین کہ ہم زبان سے ادا کرین فرشتون نے اگر طالبان علوم کی قدم کے نیچے پر بچھائے تھے تو انہون نے اُن کی سر پر دست شفقت رکھا مان باپ کو بھلا دیا دیوبند کو گھر بنا دیا یہ وہ خاص بات ہے جسمین شرکا اپنے وطن سے کوئی انکا شریک سہیم نظر نہین آتا اس کے عوض مین خداوند کریم یہان کے باشندون کو دارین مین جزائے کامل عطا کرے بالجملہ اس دولت بے زوال سے بدولت اہل دیوبند عالم مستفید ہے مگر افسوس بلکہ ہزار افسوس کہ اہل دیوبند اس دولت بے زوال سے جیسے چاہیے بہرہ مند نہین بلکہ ان کے حق مین یہ مدرسہ ایسا تھا جیسے کہا کرتے ہین گھر گنگا آئی مگر اس پر بھی اس نعمت کا ذائقہ نہ چکھا اور اس دولت کا مزہ نہ اُڑایا بدستور خواب غفلت مین سوتے رہے آنکھ کھولکر نہ دیکھا کہ یہ کیا نیا تماشا ہے کان کھولکر نہ سنا کہ یہ کیا چرچا ہو رہا ہے دور دراز سے لوگ آئے اور اس دولت کو لوٹ لے گئے پھر یہان کے باشندے ویسے ہی خالی دامن پڑے رہے ہائے افسوس اس مدرسہ کی خبر جسکے باعث دیوبند کا نام چار کھونٹ مین پہنچ جائے دیوبندوالون کے کان مین نہ پہنچے چند ہند کے طالب علم جو شوق علم سے مکہ معظمہ مین پڑہتے تھے دیوبند کے مدرسہ کا چرچا سنکر گرتے پڑتے مدرسہ دیوبند مین آ پہنچے مگر کیا حسرت کی بات ہے کہ دیوبند والون سے مدرسہ تک نہ پہنچا گیا اطراف جوانب کے لوگ شوق تماشا مین مدرسہ دیوبند کو آکر دیکھین مگر دیوبند کے طالب علم کبھی بھولے بسرے بھی ادھر کو نہ آنکلی طالب علمون مین اگر لیجئے تو دیوبند کا کوئی ہی کوئی لڑکا نکلیگا۔ اگر اطفال و نوجوان دیوبند کسی اپنے کار ضروری مین تحصیل علم کی فرصت نہ پاتے تو عذر کی گنجائش تھی پر رنج تو اس کا ہے کہ فارغ البال شب و روز گپین بجائین زٹل قافیے بکے جائین ہان علم کے حاصل کرنے مین دو چار گھڑی کی تکلیف بھی نہ اُٹھائین اگر بزرگان اطفال نصیحت فرماتے اور اطفال نوجوان اپنی بہبودی کی طرف دھیان لگاتے تو یہ دولت تنہا باہر کے طالب علم ہی نہ لیجاتے۔
صاحبو! بے غرضانہ ہمارا یہ التماس ہے کہ آپ صاحب اس نعمت عظمیٰ کو غنیمت جانین ہم گنہگار آپ صاحبون کی خاطر اس مدرسہ کی خدمت گذاری کیلئے بجان و دل حاضر ہین اس تماشہ پر غور فرمائیے کہ ہمارا کیا فائدہ ہے اور آپ کا کیا نقصان ہے جو لوگ اسکے کارپرداز ہین اسکے عوض دام و درم کے طالب نہین بلکہ اور الٹے ممنون احسان ہونگے کہ آپ صاحبون نے اس ہماری خدمت گذاری کو قبول فرمایا اور ہم کو اپنا خیرخواہ سمجھا اگر تمام اہل اسلام خصوصاً اہل دیوبند اپنے لڑکون کی تربیت اور تعلیم اس مدرسہ مین کرادین تو لاریب اس کار خیر کیطرف اور زیادہ متوجہ ہون اور اس سبب سے یقین واثق ہے کہ چندے روز مین اس مدرسہ کو ترقی روز افزون ہو اور سرمایہ دنیا و آخرت تھوڑی سی توجہ مین سب کیلئے ہاتھ آجائے ہم بالیقین کہہ سکتے ہین کہ اس نامی مدرسہ نے باوجود اس شہرت اور حسن انتظام کی جو اس کے ہر پہلو سے نمایان ہے اور اس کے حساب کتاب کی صفائی سے مثل آفتاب روشن ہے ویسی ترقی نہ پائی جیسی اس کی شہرت ہے اور وہ رونق حاصل کی جیسی اسکی قدر و منزلت ہے باعث اسکا بجز کم توجہی اہل اسلام اور کیا ہے ہر چند بڑا سبب اس کم توجہی کا یہ بھی ہے کہ اہل اسلام زمانہ حال اس دولت کے مزے اور اس سعی کی لذت سے ناآشنا ہین اور اس کے ثواب اور عوض سے بے خبر اگر یہ جانتے کہ کوئی مصرف مصارف دینی یا دنیوی مین اس مصرف کی برابر نہین تو اور بھی نہین تو وہ نواب و رئیس جو سخاوت خداداد بھی رکھتے ہین داد و دہش مین ہرگز تامل نکرتے پر اس کم توجہی سے ہم کو فقط یہی افسوس نہین کہ اس دیوبند کے مدرسہ کے شریک نہوئے بلکہ یہ افسوس اس سے زیادہ ہے کہ امرا مین نہ علم رہا نہ علم کی طلب رہی نہ قدر رہی بہر حال بڑا سبب اس مدرسہ کے ترقی نپانیکا بے توجہی ابنا روزگار ہے مگر اس کیساتھہ یہ بھی ہے کہ اس زمانہ مین علم امانت اُٹھ گیا مال جیسی عزیز چیز کا بڑ دینا جو جان پر کھیل جانا ہے تب ایمان تمام بہت دشوار ہے خاص کر ایسے لوگون کے حوالہ کر دینا جو قلیل المعاش ہون اور علوم دین کے کارپرداز ہون کیسی خدا ترس بے جگر کا کام ہے پر امانت اور دیانت چھپی نہین رہتی مدرسہ کا آٹھ برس کا حساب کتاب

مثل آئینہ صاف ہے ہر صاحب کو اجازت عام ہے کہ آئیں اور اطمینان کر جائیں اور اس آنے میں ہم کو اپنا ممنون احسان سمجھیں کیونکہ اپنی برات اور مدرسہ کی ترقی اور اہل اسلام کی بہبودی کا باعث ہے علاوہ ازین ہم یہ جانتے ہیں کہ دیوبند کے باہمت لوگوں کا نام جنہوں نے مال سے یا کھانے سے اس مدرسہ کی امداد فرمائی ہے اور نیز اور شرکا کا نام خوب روشن ہو جائے اور اہل عقل اور فہم کو یہ بات معلوم ہو کہ یہ کارخانہ کس غرض سے برپا ہو رہا ہے بھائیو جو لوگ اس مدرسہ کے حق میں ساعی ہیں انکو کوئی مطلب ذاتی نہیں جس کے باعث سے کسی صاحب کو اور کچھ خیال ہو ہاں یہ کہیئے کہ آپ صاحبوں کے بہبودی میں ہمارا بھی مطلب ہے بلکہ بڑا مطلب ہے اب خاص باہر کے لوگوں کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ ہم مفلس تو تمام اہل اسلام کیلئے اپنی سی کر گذرے پر باقی اہل ہمت نے بہت دریغ فرمایا خاکسار و سائے اطراف و جوانب نے ہرگز کچھ توجہ نہ کی اور یہی نہیں تو دنیا کی مصارف کی دھن میں یہ مدرسہ بخوبی چل سکتا ہے اگر گھر پیچھے ایک پیسہ مہینہ اور چولھے پیچھے ایک آٹے کی چٹکی ہر روز اس مدرسہ میں آئے تو چندہ میں بہت افزایش ہو جائے اور طالب علموں کو جو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہمان ہیں کھانے کی طرف سے اطمینان ہو حسرت کا مقام ہے کہ تمام امرا اطراف و جوانب اپنے مصارف غیر ضروریہ میں جس کا ثمرہ نہ دنیا میں ملے نہ آخرت میں امانت رہے کیسی دل کھولکر بے حساب خرچ کریں اور یہاں اسکا عشر عشیر بھی دے کر سرمایہ دنیا و آخرت فراہم نہ کریں اگر آخرت کا کچھ خیال نہ تھا تو فقط نیک نامی و شاباشی کا خیال کیا ہوتا تسپر امرا اہل اسلام سے بڑا تعجب ہے کہ ایسی باتوں سے ایسی غفلت فرمائیں اور اس طرح خواب خرگوش میں پڑے گزاریں ان مدارس میں جنہیں فقط علوم دنیوی پڑھائے جائیں لوگ کیسے جان و دل سے ہمت لگائیں اور تم صاحب اس مدرسہ میں جو تمہارا سرمایہ نیک نامی دنیا و آخرت ہے اور جس میں سب قسم کے علوم پڑھائے جاتے ہیں اور اسکی بڑی تعلیم علوم دینی کی تعلیم ہے۔ اتنی تھوڑی سی توجہ نہیں فرماتے اس آخری زمانہ میں اگرچہ جملہ علوم کی تحصیل میں اہل اسلام خصوصاً شرفا کوتاہی کرتے ہیں مگر خاصکر علوم دین میں سب میں زیادہ کوتاہی آگئی تماشے کی بات ہے کہ سرکار انگریزی باوجود اس شوکت و قوت سلطنت کے اپنی رعایا کو دربارہ مذہب مطلق العنان اور آزاد کردے ادھر دنیا و آخرت میں اہل اسلام کو اپنے علوم سے اعزاز حاصل ہو خدا اور رسول کے نزدیک وہ درجے اور وہ مرتبے ہوں پھر بھی ہم نہ سمجھیں اور دولت علم سے کامیاب نہوں اور دینیہ نقد اور سامان خوراک سے مدد نہ فرمائیں ہر چند امرا اطراف جوانب کی انکی امداد بھی قابل شکر یہ ہے کہ انہوں نے اپنے غیر وطنوں کے مدرسہ میں دور بیٹھے مدد فرمائی مگر جب دیکھا جائے کہ یہ کام خاص دیوبند والوں کے حق میں نافع نہیں ایک رفاہ عام ہے کسی کی تعلیم کی کچھ تخصیص نہیں کہ بعد لحاظ اس امر کے کہ مصارف غیر ضروریہ میں بہت دل کھولکر اکثر صاحب خرچ کرتے ہیں یہ اتنی توجہ بہت تھوڑی ہے کہ جمیع علوم عقلیہ و نقلیہ کے تعلیم اور ان کی استعدادوں کے حاصل کرنے کے لئے یہ مدرسہ سہارنپور کا مدرسہ بلا تامل عمدہ سامان ہے اور انشاءاللہ یہاں کے طالب علم بشرط تکمیل باقی علوم قدیمہ اور جدیدہ کو بوجہ قوت استعداد بسہولت بہت جلد حاصل کر سکتے ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ ان مدارس میں علاوہ تعلیم مذہبی غرض اعظم قوت استعداد ہے فقط علوم دینی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ فنون دانشمندی کی تکمیل بھی حسب قاعدہ سابقہ کی گئی ہے جسکا عمدہ نتیجہ پہلے زمانوں میں یہ ہوا تھا کہ بڑے بڑے عالم بڑی بڑی استعداد اور قوت کے اہل اسلام میں بکثرت ہوئے اسلئے ہم اس بات کو بالیقین سمجھتے ہیں کہ یہاں کے طالب علم اگرچہ بعض علوم و فنون جدیدہ سے کامیاب نہوئے ہوں پر ان کے حق میں یہ ان کی استعداد مثل استاد کامل تعلیم کے لئے کافی ہو اور مدارس میں اگرچہ بعض علوم جدیدہ کی تعلیم کی کثرت کی باعث طالب علموں کو ایک مشق تازہ ان علوم کی ایسی ہو جو یہاں کے طالب علموں کو نہو پر بوجہ قوت استعداد اہل انصاف کے نزدیک بالمعنی ان علوم میں بھی ان مدارس کے طالبعلموں سے زیادہ ہی یہاں کے طالب علم سمجھے جائیں گے با این ہمہ اگر

بالفرض بوجہ مشق نہونے بعض علوم جدیدہ کے کچھ نقصان بھی متصور ہو تو بوجہ مقصود ہونے قوت استعداد علمی اور نہونے علم دینی کے ان مدارس کے طالب علم بدرجہا یہاں کے طالب علموں سے ناقص ہونے چاہئیں اب ہم اس بات کیطرف بھی اشارہ کرتے ہیں جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ درباب تحصیل یہ طریقہ خاص کیوں تجویز کیا گیا اور علوم جدیدہ کو کیوں نہ شامل کیا۔ منجملہ دیگر اسباب بڑا سبب اس بات کا ایک تو یہ ہے کہ تربیت عام ہو یا خاص ہو اس پہلو کا لحاظ چاہئے جس طرف انکے کمال میں رخنہ پڑا ہو سو اہل عقل پر روشن ہے کہ آجکل تعلیم علوم جدیدہ تو بوجہ کثرت مدارس سرکاری اس ترقی پر ہے کہ علوم قدیمہ کو سلاطین زمانہ سابق میں بھی یہ ترقی نہوئی ہوگی ہاں علوم نقلیہ کا یہ تنزل ہوا کہ ایسا تنزل بھی کسی کارخانہ میں نہوا ہوگا ایسے وقت میں رعایا کو مدارس علوم جدیدہ کا بنانا تحصیل لاحاصل نظر آیا اور صرف بجانب علوم نقلی اور نیز ان علوم کیطرف جنسے استعداد علوم مروجہ اور استعداد علوم جدیدہ یقیناً حاصل ہوتی ہے ضروری سمجھا گیا دوسرے یہ کہ زمانہ واحد میں علوم کثیرہ کی تحصیل سب علوم کے حق میں باعث نقصان استعداد رہتی ہے ہاں بعد تحصیل فنون دانشمندی جسکو خاص تحصیل استعداد ہی کے لئے تجویز کیا ہے اگر اور فنون قدیمہ و جدیدہ کو حاصل کیا جائے گا تو البتہ مقتضائے زمانہ تحصیل برابر رہیگا اس تقدیم تاخیر سے مطلب بخوبی حاصل ہوگا اور استعداد ہر علم کی بخوبی حاصل ہوگی اسلئے علوم نقلیہ اور ان کے ساتھ علوم دانشمندی کو داخل تحصیل کیا اس کے بعد اگر طلبا مدرسہ ہذا مدارس سرکاری میں جاکر علوم جدیدہ کو حاصل کریں تو ان کے کمال میں یہ بات زیادہ موید ہوگی کاش گورنمنٹ ہند بھی قید عمر طلبا نو داخل کی اٹھا دیں تاکہ یہ رفاہ عام عام رہے اور سرکار کو بھی معلوم ہو کہ استعداد کسے کہا کرتے ہیں۔ بالجملہ یہ مدرسہ ایک ذخیرہ خیر اور سرمایہ علم و ادب و استعداد ہے جس کے طفیل سے آج خداوند ذوالجلال نے یہ دن دکھلایا کہ چند طالب علموں نے اکثر یہاں تعلیم پاکر استعداد کامل حاصل کی ہر فن میں مناسبت معقول اور ہر علم میں لیاقت مناسب پیدا کی کہ اقران و امثال میں ممتاز ہوئے جن میں سے پنجتن مولوی عبدالحق صاحب ساکن پور قاضی اور مولوی محمود حسن خلف الرشید مولوی ذوالفقار علی صاحب اور مولوی محمد فخر الحسن صاحب ساکن گنگوہ اور مولوی فتح محمد صاحب ساکن تھانہ بھون اور مولوی عبداللہ صاحب ساکن جلال آباد نے تحصیل معمولی سے فراغت پائی ہر چند دریائے علم ایک دریا ناپیدا کنار ہے جس کا تمام حاصل کر لینا طاقت بشری سے باہر ہے مگر استعداد علمی جسپر مدار فضیلت ہے بحمداللہ کہ ان پانچوں کو حاصل ہوا باقی اور آٹھ سات صاحب قریب تکمیل ہیں سال آئندہ میں انشاءاللہ وہ بھی یہی منصب حاصل کرتے ہیں اسلئے یوں مناسب معلوم ہوا کہ بطور اعزاز و امتیاز ان کو سند فضیلت میں دستار فضیلت عنایت کیجاوے تاکہ ان کو آئندہ اپنا پاس فضیلت رہے ہمیشہ اس بات پر نظر رہے کہ کوئی بات خلاف منصب کے سرزد نہ ہو اور سوائے ان کے اور اہل اسلام کو اس بات کے دریافت کرنے میں کچھ دقت نہو کہ کس سے دین کی یا علم کی بات پوچھیئے ادھر اور طالب علموں کو بھی یہ شوق دامن گیر ہو کہ تحصیل علم میں ایسی ہی کوشش کریں تاکہ ان کو بھی یہی منصب خدا عنایت کرے سوائے ان کے شرکا چندہ کو بھی اپنے صرف کا عمدہ نتیجہ آنکھوں سے نظر آجائے اور آئندہ کو شرکا سابق ہمت کو دوبالا کریں اور جو شریک چندہ نہیں ان کے لئے باعث گرمی طبع اور شوق امداد ہو بنظر تفریح طبع حاضران جلسہ ان پنجتن کے استعداد کے دکھلانے کے لئے ایک ایک ان کی تحریر جو بعض سوالات کے جواب میں انہوں نے رقم فرمائی ہے سناکر محفوظ کرتے ہیں تاکہ ہمارے دعوے کی دلیل بھی ہو اور شائقان جلسہ خوش ہو کر دل سے ان کی مزید قدر اور اصلاح دارین کی دعا کریں۔

کیفیت امتحان سالانہ مدرسہ عربی دیوبند بابتہ سنہ ۱۲۹۰ ہجری

خدائے کریم ذوالجلال والاکرام کا شکر ہے یہ سال تقرر مدرسہ سے آٹھواں سال بے کمال فضل الٰہی اور نہایت عنایت خداوندی کا ظہور ہے کہ

قابل انعام کے عدد سالگذشتہ بھی بہت زیادہ ہوا اور پہلے برسون کی نسبت تو اضعاف مضاعف ہوا اور جو طلبہ کم درجہ رہے انکا عدد بھی نصف سے بڑھکر رہا الحمد للہ کہ امتحان نہایت ہی اچھا امید سے نہایت ہی بڑھکر ہوا۔ امتحان کے قواعد بدستور قدیم رہے کافیہ تک تقریری اور اس سے بڑھکر تحریری امتحان ہوا امتحان فارسی کا اور تقریری عربی کا جناب مولوی سید احمد صاحب مدرس دوم مدرسہ ہذا نے سنا اور ہر ایک طلبا کا سب کتابون مین درجہ اور عدد نمبر مقرر کیا اور امتحان تحریری کے کثر سوال تو مولوی محمد یعقوب صاحب مدرس اول مدرسہ ہذا نے اور کچھ جناب مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نے اور ہیئتہ اور بعض اور کتب کے جناب مولوی سید احمد صاحب نے سوال لکھے اور ہر صبح سوال تجویز فرمائے اور اسیوقت طلبہ کو لکھوا دیئے بوقت تحریر جواب بندہ مہتمم اور محمد سراج الحق منشی مدرسہ اور مدرسین نگرانی کرتے رہے تاکہ کوئی کتاب سے یا ایک دوسرے سے مدد نلیوے اور اظہار حال ہر ایک کا بخوبی ہو جاوے اور اگلے دن ہر امتحان کے جوابات دیکھے گئے بدستور سابق طلبہ کے نام کی جائے حروف الف بے تجویز کئے اور مدرس اول نے ان جوابات کو پڑھا اور مدرس دوم اور سوم نے عدد نمبر تجویز فرمائے اور حتی المقدور احقاق حق مین کہ مقصود اس ترکیب سے تہا کوشش ہمہ دل رہی اور بدستور کامل کو ۲۰ عدد مقرر کئے گئے اور جنکا کم اتنا کم اور اگر کچھ تحقیق زائد جواب سے یا کوئی عمدہ بات لکھی تو اس کو ۲۱ یا ۲۲ عدد تجویز کیا اس سال عدد انعامون کا اتنا بڑھا کہ بظاہر صورت روپیہ کے اس کے اندازے پر کچھ بھی نہ تھے مگر بندہ مہتمم نے متوکلاً علی اللہ مبلغ سو روپیہ کے تخمین کے تھے فضل الٰہی ایسا شامل حال ہوا کہ چند اہل خیر نے دست ہمت کشادہ کیا اور کسیقدر روپیہ جمع ہوا ان کے نام نامی فہرست انعام مین درج ہین علاوہ جناب مولوی محی الدین صاحب ڈپٹی انسپکٹر سررشتہ تعلیم ضلع مظفرنگر نے جو چند عدد کتب بنظر انعام طلبہ عنایت فرمائے وہ بھی درج فہرست انعام کئے گئے ہین صورت تقسیم انعام یہ ہوئی کہ طلبہ قرآن خوان کہ چار مستحق انعام تھے ایک لڑکا حفظ کرنیوالون مین سے کہ جس نے چند پارے پڑھے ہین اور تین حافظان کے انعام کے واسطے

ایک روپیہ مقرر ہوا اور فارسی کے ۴۰ طلبہ کو ۳۷۔ انعام ان کیلئے ایک روپیہ چندہ انعام سے تجویز ہوا باقی کتابین قریب چار روپیہ کے کتب عنایتی مولوی محی الدین صاحب سے ملین۔ اور عربی کے ۵۳ طلبہ کو ۱۹۴۔ انعام ملے جن مین طلبہ اعلیٰ کو ۷۹۔ انعام ہوئے تخمینا فی انعام ایک روپیہ اور طلبا وسط کو ۵۴۔ انعام ہوئے فی انعام تخمینا ۸ر اور طلبہ ادنیٰ کو ۱۷۔ انعام ہوئے تخمینا ۵ر اور تجویز کتب انعام مین بدستور فرق کمی بیشی عدد نمبر کا ملحوظ رہا اور بعضی بڑی بڑی کتابون کے کئی کئی ٹکڑے کرکے انعام دیا ایسا مہتمم خداوند واہب الانعام کا ایسے الطاف کا شکر کرتا ہے اور مدرسین کی سعی مشکور اور طلبہ کی غایت محنت کی داد دیتا ہے اور خداوند مالک الملک وحدہٗ لاشریک لہٗ سے دست بدعا ہے کہ جسطرح اس کریم کارساز نے اس مجمع پر اپنا ایسا انعام بے پایان فرمایا ہمیشہ دینا و دین و آخرت مین ظاہر و باطن اسی طرح اپنا فضل و کرم خرید فرماتا رہے۔

| سنہ ۱۲۹۰ھ کی مجلس شوریٰ کے ارکان | مجلس شوریٰ کے ارکان امسال حسب ذیل ہین

جیساکہ اس سنہ کی روداد کے صفحہ ۱۲ سے معلوم ہوتا ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ۔ حاجی عابد حسین صاحب دیوبندیؒ۔ مولانا ذوالفقار علی صاحب دیوبندی۔ منشی فضل حق صاحب دیوبندی، مولانا فضل الرحمن صاحب دیوبندی ۲۲ر ذیقعدہ سنہ ۱۲۹۰ھ کو ارباب شوریٰ مذکورۃ الصدر نے مدرسہ کے جملہ حساب کتاب کاغذات کا معائنہ فرماکر اس کی درستی و صفائی پر مندرجہ ذیل عبارت تحریر فرماکر اپنے دستخط فرمائے۔

نقل عبارت

آج ۲۲ر ذیقعدہ سنہ ۱۲۹۰ھ کو معائنہ از نقد و بقیہ کا کیا گیا سب درست و موجود پایا۔ (شرح دستخط۔ مذکورہ بالا حضرات)۔

| سالانہ آمد و صرف | اس سال کی آمدنی الصہ ۱۲ر ۶پائی ہے۔ اور خرچ الصہ ۱۲ر ہے۔

دارالعلوم دیوبند کا نوان سال

سنہ ۱۲۹۱ ہجری

الحمد للہ کہ دارالعلوم دیوبند نے آٹھ سال ہر قسم کی ترقیات حاصل کرتے ہوئے

ختم کیا اور اپنی باخلاص و بابرکت اکابر وکار پردازان کی سرپرستی و نگرانی مین نوین سال مین قدم رکھا۔

| تعلیم و امتحان سالانہ | امسال بہ نسبت سالگذشتہ کے طلبا کی تعداد زیادہ رہی

گذشتہ سال ۱۴۵ طلبہ تھے امسال ۱۸۳ طلبا ہین، غرض تائید و نصرت الٰہی نے ہر قدم پر رہنمائی و مشکل کشائی فرمائی امسال بھی حسب دستور سابق امتحان تحریری و تقریری ہوا۔ سوالات حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے تجویز فرمائے۔ اور جوابات حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ وغیرہ نے دیکھکر نمبر عطا کئے۔ اس سال بھی مولانا رفیع الدین صاحب نے بغرض ہمت افزائی طلبا انعام سالانہ مین کشادہ دلی کو کام فرماکر اور قلت چندہ کا خیال نفرماتے ہوئے باوجود ابتدائی حالات کے تقریباً یکصد روپیہ بغرض تقسیم انعام منظور فرمائے۔

| تجویز تعمیر مدرسہ | گذشتہ رودادون کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ چار

پانچ سال کے بعد ہی سے دارالعلوم دیوبند کے مستقل قائم کرنے کیلئے ایک خاطر خواہ وسیع عمارت کی ضرورت بزرگان مدرسہ نے محسوس فرمائی تھی لیکن ابتدائی مشکلات نے اس خیال کو جلد پورا نہونے دیا امسال مجلس شوریٰ نے یہ طے کیا کہ ایک وسیع عمارت دارالعلوم کیلئے تیار کیجائے چنانچہ ۱۹ر ذی قعدہ سنہ ۱۲۹۱ھ کو حسب معمول جلسہ تقسیم انعام مین اسکی تحریک کی گئی اسی وقت بہت سے عالی ہمتون نے ایک فرد چندہ کے نام سے بنائی اور رقم لکھکر اپنے دستخط فرمائے اکثر حضرات نے فی الفور روپیہ ادا کیا بعضون نے وعدہ کئے چنانچہ ایک وسیع قطع محلہ دیوان کے سامنے (جہان آج دارالعلوم کی بڑی بڑی عمارات اُن اکابر قوم کی عرق ریزیون اور جانثاریون کو یاد دلا رہی ہین) خرید لیا گیا۔ اور تعمیر مدرسہ کیلئے اللہ تعالیٰ کی مزید اعانت و نصرت کا انتظار کیا۔

| سلسلہ شاخہائے مدرسہ اسلامی دیوبند | دوربین نگاہین اور با اخلاص دل اسکو

تاڑ گئے تھے کہ دیوبند کا مدرسہ یقیناً خداوند عالم کے ہان مقبول ہو چکا ہے اس لئے انہون نے اپنی سعادت سمجھی کہ وہ مختلف اضلاع و قصبات مین دیوبند کے مدرسہ کے نقش قدم پر مدارس قائم کرکے مدرسہ دیوبند سے اپنے کو منسلک کرتے ہوئے اس کے فیض کی اشاعت کیطرح ڈالی۔ چنانچہ حافظ عبدالرزاق صاحب ساکن تھانہ بھون نے اپنی امداد و سرپرستی سے ایک مدرسہ عربی تھانہ بھون مین قائم فرمایا جسمین مولوی فتح محمد صاحب مدرس عربی و فارسی کے مقرر ہوئے حافظ صاحب موصوف نے تھانہ بھون کے مدرسہ عربی کے جملہ اخراجات کا تکفل کرتے ہوئے پچیس روپیہ سالانہ مدرسہ عربی دیوبند کیلئے مقرر فرمائے سنہ ۱۲۹۰ھ سے تھانہ بھون کے اس مدرسہ کا انتظام و نگرانی حافظ صاحب موصوف نے مدرسہ اسلامی دیوبند کے سپرد فرمایا محترم ارکان مجلس شوریٰ دارالعلوم نے بخوشی اس نگرانی کو منظور فرماکر مدرسہ تھانہ بھون کو شاخ مدرسہ قرار دیا اور نگرانی جناب مہتمم صاحب کے سپرد فرمائی۔

| نگرانی مدرسہ تھانہ بھون | ۲۷ر شعبان سنہ ۱۲۹۱ھ کو اس مدرسہ کا امتحان مولوی

محمد محمود صاحب مدرس مدرسہ نے تھانہ بھون جاکر لیا اور حسب قاعدہ مجوزہ مدرسہ دیوبند نمبر قائم کئے نتیجہ امتحان سالانہ سے حافظ صاحب کو اطلاع دی گئی تو انہون نے تقسیم انعام طلبا کا فوراً بندوبست کرکے ایک عام جلسہ مین انعام تقسیم کیا۔

| حضرت شیخ الہندؒ کا تقرر مسند تدریس پر | حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب

قدس سرہٗ سنہ ۱۲۹۰ھ مین تحصیل علوم دینیہ سے فارغ ہوئے اور سنہ ۱۲۹۱ھ سے حسب تجویز مجلس شوریٰ معین المدرس بلا تنخواہ مقرر ہوئے سنہ ۱۲۹۲ھ مین باضابطہ بمشاہرہ مبلغ صہ مدرس چہارم ہوئے۔

| سالانہ آمد و صرف | اس سال کی آمدنی الـہ عہ ہے اور خرچ الـہ ۵ر ۱۱ ہے۔

دارالعلوم دیوبند کا دسوان سال

سنہ ۱۲۹۲ ہجری

یہ وہ مبارک و مسعود سال تہا جسمین دارالعلوم کی حیات کے دس سال پورے ہوئے تھے اور تعمیر مدرسہ کا افتتاح اور سنگ بنیاد رکھا گیا تہا دس سال ہی مین اس مدرسہ نے تمام ابتدائی مراحل کو طے کرتے ہوئے بموجب رپورٹ سنہ ۹۲ھ دس طالب علمون کو جملہ علوم و فنون سے فارغ کیا گیا اوسط فی سال ایک فاضل کا ہوا جو لوگ علم سے بہرہ مند مین وہ

جانتے ہین کہ جملہ علوم عقلیہ و نقلیہ مین ماہر بنادیا کیسے دل گردہ کا کام ہے اور اس سلسلہ مین کسقدر خون جگر پینا پڑتا ہی۔ ان طلبا کی تعداد کا تو اندازہ ہی نہین ملتا جو علوم و فنون مین تہوڑی بہت دستگاہ حاصل کرکے چلے گئے اسپر بھی پندرہ طلبا ایسے منتخب کئے گئے جنہون نے اکثر علوم و فنون پڑھ لئے مگر کسی ایک فن کی کتاب باقی تھی ان کو بھی سند ین دی گئی گویا فی سال فراغت علماء کا اوسط ۲ ½ ہوا ایک ابتدائی مدرسہ کیلئے یہ کامیابی بہت بڑی کامیابی شمار ہونی چاہیئے۔

جلسہ عطائے اسناد و تقسیم انعام ابتدا ً دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کا یہ معمول تہا کہ جب کوئی طالب علم فارغ التحصیل ہوکر جاتا تہا تو صلحا، علماء کے مجمع مین اس کا امتحان لیا جاتا تہا اور جملہ فنون مین بشرط کامیابی مجمع عام مین کسی بڑے محدث کے ہاتھ سے دستار فضیلت بندھائی جاتی تھی چنانچہ امسال بھی ۱۹ ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ یوم جمعہ کو ایک بڑا جلسہ دیوبند کی جامع مسجد مین منعقد ہوا۔ ہزارہا اہل اسلام و خیرخواہان مدرسہ جمع ہوئے۔ یہ مبارک پر رونق جلسہ بھی اپنی نوعیت مین ایک ہی جلسہ تہا دیوبند کی گلی گلی اور کوچہ کوچہ قال اللہ وقال الرسول کے نغمہ ہائے سے معمور نظر آتا تہا ہر در و دیوار پر انوار تھی ہر جگہ تفسیر و حدیث کے چرچے تھے۔ مسلمانون کے چہرہ پر بشاشت کے آثار نمایان تھے خیرخواہون کی خوشی مین منتظرانہ کیفیت تھی۔ طلبا کے لئے جامع مسجد کے فرش پر بانسون کا ایک تھاڑ بنایا گیا تہا جسمین دو سو طلبہ کے قریب بیٹھے تھے اور جامع مسجد کبھی کچھ نمازیون سے بھری ہوئی تھی وہ جمعہ جمعہ نہ تہا بلکہ مخلصین کے لئے وہ عید کا دن تہا بعد ادائے نماز جمعہ اول حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے منبر پر کھڑے ہوکر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کی ایک موثر تحریر پڑھی جس سے سامعین کے دلون پر ایک عجیب و غریب اثر تہا اس کے بعد مولوی محمد مراد صاحب پاک پٹنی، مولوی عبداللہ خانصاحب گوالیاری، مولوی عبدالحق صاحب پوری، مولوی عبدالعزیز خانصاحب دیوبندی، مولوی عبداللہ صاحب انبہٹوی کے سر پر حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری کے دست مبارک سے دستار فضیلت بندھوائی گئی شرکاء چندہ اور حاضرین جلسہ کی مسرت و محبت کا کوئی ٹھکانہ نہ تہا اسلئے کہ وہ اپنے صرف کا بہت عمدہ نتیجہ اپنی آنکھون سے دیکھ رہے تھے۔

دارالعلوم دیوبند کا سنگ بنیاد

اس کے بعد کل اہالیان جلسہ اُس موقع پر تشریف لائے جہان تعمیر مدرسہ کی بنیاد رکھی جانے والی تھی۔

اول پھر جناب مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوریؒ نے اپنے دست مبارک سے رکھا اور اس کے بعد حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ و مولانا مظہر صاحب نانوتویؒ نے ایک ایک اینٹ رکھی اور خواجہ حکیم محمد یوسف صاحب رئیس علیگڈہ نے اس بنیاد مین کھڑے ہوکر اسی وقت مدرسہ کی تعریف اور اس کے قیام و استحکام کی ضرورت مین ایک تقریر پرتاثیر فرمائی جس کو سامعین نے بہت پسند کیا۔ بزرگون سے سنا ہی کہ دیوبند کے سادات مین سے موجودہ حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب مدظلہ استاد حدیث دارالعلوم کے نانا میانجی منے شاہ صاحب سے بھی حضرت نانوتویؒ نے ایک اینٹ اسی وقت رکھوائی تھی۔ یہ بھی بزرگون سے سنا ہی کہ جب تعمیر مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھا جاچکا تو سب بزرگون نے آسمان کیطرف دیکھتے ہوئے نہایت گڑگڑا کر الحاح و زاری کیساتھ دعا کی اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے فرمایا کہ عالم مثال مین اس مدرسہ کی شکل ایک معلق ہانڈی کی سی ہے یعنی جب تک اس کا مدار توکل و اعتماد علی اللہ پر رہیگا یہ مدرسہ ترقی کرتا رہیگا۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے تعمیر مدرسہ کی تاریخ اشرف عمارات ۱۲۹۲ھ نکالی تھی۔

ذیل مین ہم بہی خواہان دارالعلوم کی دلچسپی کے لئے حضرت نانوتوی مرحوم کی تحریر کا خلاصہ درج کرتے ہین یہ جلسہ حضرتؒ کی حیات کا آخری جلسہ تہا۔

خلاصہ تحریر بابرکت حضرت مولانا محمد قاسم صاحب جو بوقت جلسہ مدرسہ اسلامی دیوبند پڑھی گئی

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونومن بہ ونتوکل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یہد اللہ

فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ہادی لہ ونشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ واہل بیتہ اجمعین۔

بعد حمد و صلوٰۃ کے حاضران جلسہ کی خدمت مین یہ گذارش ہے کہ فضائل علم سے ایسا کون ہوگا جو واقف نہ ہوگا چھوٹی سے لیکر بڑے تک اور جاہل سے لیکر عالم تک سب اس بات کو جانتے ہین کہ ہر فن کا طالب اس فن کے عالم کو اپنا پیشوا جانتا ہی بڑے بڑے فن اور بڑے بڑے علم تو جدی رہے اکھاڑے والے جو بڑے دبنگ ہوتے ہین وہ بھی اپنے استادون کو مانتے ہین از روئے کمال فن کشتی وغیرہ مین اس فن کے جاننے والونکی کیسی کیسی خدمتین کرتے ہین اور کیسے کیسے ناز اٹھاتے ہین وجہ کیا ہی وہ اس فن کے عالم ہوتے ہین اور یہ جاہل اور ہر طالبان علاج کو دیکھئے عالمان علاج یعنی طبیبونکے سامنے کیسے غلام بیدرم بنجاتے ہین اگر یہ فضیلت علم نہین تو اور کیا ہی جب علم طریقہ جدال جسمانی یعنی فنون سپہگری کشتی پٹہ بانک وغیرہ کی یہ قدر ہے تو علم جدال عقلی یعنی فن مناظرہ کی کتنی قدر و منزلت ہوگی اور علم علاج جسمانی یعنی طب کی یہ فضیلت ہے تو علم علاج روحانی یعنی علم دین کی کیا کچھ شرافت اور رفعت ہوگی یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ جو خداوند جل شانہ یون فرماتے ہین ہل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون جس کا حاصل یہ ہے کہ کہین اہل علم اور بے علم بھی برابر ہوسکتے ہین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ارشاد فرماتے ہین فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم جس کے یہ معنی ہین عالم کی فضیلت عابد پر اس قسم کی ہے جس قسم کی فضیلت مجکو تم مین سے کسی ادنیٰ پر ہے۔ الغرض علم دین کو وہ شرف ہے کہ عبادت بھی اس کے سامنے گرد ہے اور کیون نہو ہر قسم کا علم اُس قسم کے عمل سے افضل ہوتا ہی علاج کا جاننا اور بتلانا اس کے کرنے یعنی دوا بنانے اور پینے سے سب جانتے ہین افضل ہی مگر پھر سب عمل بھی برابر نہین کوئی افضل ہے کوئی کمتر اسی لئے افضل عمل کا علم بھی کمتر عمل کے علم سے افضل ہوگا کیونکہ علم اگرچہ اپنی ذات سے ایک شریف چیز ہے کسی قسم کا علم کیون نہو پر باوجود اسکے اگر کسی اچھی بات اور اچھے فن کا علم ہوگا تو اسمین اور بھی فضیلت بڑہیگی غرض جیسے گلاب کا سونگھنا اور پیشاب کا سونگھنا برابر نہین وہ روح افزا ہے یہ جانگزا حالانکہ سونگھنا جو ایک قسم کا علم و احساس ہے دونون جا موجود ہے مٹھائی کا چکھنا اور تلخ چیز کا چکھنا برابر نہین یہ موجب لذت ہے اور وہ موجب نفرت حالانکہ چکھنا جو ایک قسم کا علم و احساس ہی دونون جا موجود ہی نغمۂ داؤدی کا سننا اور آواز خر کا سننا برابر نہین وہ سامان ذوق و شوق ہی یہ سرمایہ خفقان و وحشت حالانکہ سننا جو ایک قسم کا علم و احساس ہے دونون جگہ موجود سیر باغ اور نظارہ گل و گلزار اور پاخانہ مین جانا اور نجاست کی دیکھا بھالی برابر نہین یہ موجب فرحت ہے وہ باعث کدورت حالانکہ دیکھنا جو ایک قسم کا علم و احساس ہی دونون جا موجود ایسے ہی علم منقولات یعنی علم دین اور علم معقولات یعنی دینا برابر نہین ہوسکتے علم دین سامان قرب خدا تعالیٰ ہے اور علم دنیا حجاب اکبر خدا سے غفلت اسکو لازم ہے جیسے ہم ایک طرف دیکھین تو پھر دوسری طرف نہین دیکھ سکتے ایسے ہی جب آدمی غیر خدا کے طرف متوجہ ہوگا تو پھر خدا کی طرف توجہ اسکو محال ہی اسکو حجاب اور خدا سے غفلت کہتے ہین جو باعث ظلمت و کدورت قلب ہوجاتی ہی ہان جو علوم خدا کی ذات و صفات سے متعلق ہین یا اسکے احکام کے علم ہین یا انہین کے لئے پڑھے پڑھائے جاتے ہین ان مین خدا کی یاد گاہی ضرور ہی کسی مین زیادہ کسی مین کم جس سے نور باطن اور صفائی قلب کی توقع ہے وجہ اسکی یہ ہی کہ جیسے عالم اجسام آفتاب پر انوار اور اس کے توابع یعنی قمر و کواکب سے چاندنا ہوتا ہی ایسے ہی ارواح و قلب مین اس خدا کے نور سے جسکا نور تمام عالم کو محیط ہی اور اس کے توابع کی انوار یعنی انبیاء اور اولیاء اور علماء کے نور سے چاندنا ہوتا ہی اس کی یادگاری اور اس کے خاص بندون کی اسکی طلب مین تابعداری دلون کو روشن اور منور کردیتی ہے مگر جیسے بادشاہ عالی شان کی عظمت کے مشاہدہ سے وحشت اور ہیبت اور اس کے جمال یوسفی کے دیدار سے محبت پیدا ہوتی ہی ایسی ہی

جلال و جمال خداوندی کے علم و معرفت سے خدا کا خوف اور خدا کی محبت پیدا ہوتی ہے اور چونکہ خوف و محبت سے اسکی رضا جوئی کا فکر دل مین پیدا ہوجاتا ہے جس کی محبت اور جس سے خوف ہو اسلئے علم و معرفت جلال و جمال خداوندی سے اسکی رضا کی طلب جی مین آتی ہے اور ناخوشی سے احتراز کے جی مین سماجاتی ہے اول کو اخلاص اور دوسرے کو تقوی سمجھئے اور پھر یہ طلب اور یہ احتراز یہان تک نوبت پہنچاتے ہین کہ احکام خداوندی کی تلاش کیجاتی ہے تاکہ مرضی موافق باتین جسکو عبادت کہئے کرے اور خلاف مرضی باتون سے جسکو گناہ کہئے بچے الغرض یہ دو علم ایک تو علم جلال و جمال جسکو علم ذات و صفات خداوندی کہئے دوسرے علم احکام جسکو طریقت اور شریعت کہئے اصل علم ہین سوا ان کے علاوہ جو علم ان علوم کے حصول مین سود مند ہون وہ بھی ان ہی علوم کے ذیل مین سمجھا جائیگا ورنہ پھر علم دین نہین علم دنیا ہے جسکا نتیجہ بجز ظلمۃ و کدورۃ باطن اور کچھ نہین مگر جیسے حکام زمین اور بادشاہان دنیا کے ماتحت جسکو منصب حکومت کہئے اور عہدہ خلافت و نیابت خیال کیجئے ان لوگون کو ملسکتا ہے جو علم احکام رکھتے ہون یعنی قانون سے واقف ہون فقط حضوری دربار اور مشاہدہ جلال و جمال بادشاہی سے کام نہین چلتا یہ بات تو خدمتگاران و کفش برداران بادشاہی اور چوبداران شاہی کو بھی میسر آجاتی ہے اور پھر وہ خدمتگار اور کفش بردار اور چوبدار ہی رہتے ہین لاٹ یا لفٹنٹ یا صوبہ دار بادشاہی نہین ہوجاتے ایسے ہی خلافت خداوندی بھی انھین لوگونکو میسر آئیگی جو علم قانون شریعت و طریقت مین یکتا ہون اس امر مین فقط حضوری خداوندی سے کام نہین چلتا ورنہ حضرت آدم علیہ السلام خلیفہ خداوندی نہوتے فرشتے ہوتے فرشتے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نکرتے حضرت آدم علیہ السلام فرشتون کو سجدہ کرتے اس تعظیم مین قایم مقام خداوندی وہ ہوتے یہ نہوتے یعنی قبلہ سجدہ فرشتونکو بتاتے حضرت آدمؑ کو نہ بتاتے ہان یہ مسلم کہ حضوری دربار وہ دولت ہے کہ بعض وقت حکام ماتحت بھی اُن سے ملتجی ہوتے ہین لیکن اس حضوری دربار کے ساتھ علم قانون بھی میسر آجائے تو پھر منصب وزارت موجود ہے جسکے اوپر اگر ہے تو بادشاہت ہی ہے ایسے ہی قرب خداوندی

ہو کر علم طریقہ و شریعت خداوندی بھی ہو تو پھر خلافت خداوندی اس کے لئے موجود ہی جس کے اوپر اگر ہے تو رتبہ خدائی ہی ہے انبیاء اور صدیقین کو اگر شرف ہے تو اسی وجہ سے ہے رسول اور اولی الامر کی اطاعت کا اگر حکم ہے تو اسی سبب سے ہے خلافت و نیابت خداوندی مین اور کیا ہوتا ہے یہی ہوتا ہے کہ خدا کی اطاعت کرنیوالون کو انکی بھی اطاعت لازم ہے خدا کے بعد اطاعت اور فرمان برداری مین اگر رتبہ ہے تو خلیفہ کا رتبہ ہے مگر آیہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول اولی الامر منکم کے سمجھنے والون کو یہ بات معلوم ہوگئی ہوگی کہ بعد خدا اطاعت مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رتبہ ہے اور ان کے بعد ان لوگونکا جو نیک باتونکے کہنے والے اور بری باتونسے منع کرنیوالے ہین ان مین سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی یہ وجہ ہے کہ وہ پیغام خداوندی پہنچاتے ہین کہ یہ کرو یہ نکرو اور سب جانتے ہین کہ یہی علم احکام ہے جسے علم طریقۃ و علم شریعۃ کہئے اور اولی الامر کی اطاعۃ کی یہ وجہ ہے کہ وہ اچھی باتین کراتے ہین اور بری باتون سے ڈراتے ہین اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ بے علم احکام متصور نہین غرض خداتعالی کی نیابۃ اور خلافۃ بے علم احکام متصور نہین مگر اس آخری زمانہ مین باین وجہ کہ اہل اسلام کے سر پر کوئی دردمند اسلام نرہا یہ علم خاص کر اس ملک سے بالکل اٹھ گیا اس علم کے سامان سب گم ہوگئے اول تو معیشت مین عام امیر غریب ایسے پریشان کہ اس علم کی تحصیل کی انکو فرصت کہان امیرون کو اپنے اموال کا شغلہ ہی بہت اور غریبونکو نان شبینہ کا خیال جان کا وبال بایں ہمہ باوجود اسکے کسی نے کچھ ہمت کی بھی تو کوئی ٹھکانہ ایسا نہ تھا جہان سبق ہو تو طبق بھی ہو اسلئے جتنا زوال آیا اسی علم پر آیا بلکہ علوم ریاضیہ کی ترقی کا بڑا سامان اگر ہوا تو یہی ہوا کہ سرکاری مدارس مین علاوہ تعلیم و طبعی ملی تنخواہین ملین لگی آئندہ کو امید نوکری نظر آئی سرکاری مدرسہ ایسے آباد ہوئے جیسے تقسیم شیرینی کے وقت مسجدین آدمیون سے بھرجاتی ہین آخر کا نوبت یہان تک پہنچی کہ تعداد عہدہ ہائے سرکاری سے ان لوگون کی تعداد اضعاف مضاعف ہوگئی جو علوم مروجہ سرکار مین امتحان دیکر سارٹیفکٹ حاصل کرئے •

باقی دارد

[illegible]

نوٹ - افسوس کہ باوجود جزو کی ضخامت کے دار العلوم کی تاریخ کا معتد بہ حصہ نہ آسکا اب ارادہ یہ ہے کہ اسی سائز پر چونسٹھ سالہ تاریخ بصورت پمفلٹ شایع کیجائے

دار العلوم دیوبند کا ۶۴ چونسٹھ سالہ تعلیمی و انتظامی و مالی گوشوارہ

(مرتبہ مولوی سید رحمت علی صاحب منتظم کتب خانہ دار العلوم دیوبند)

نمبر	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۱	سنہ ۱۲۸۳ھ	[illegible]	[illegible]	.		۷۸	حضرت مولانا محمد قاسم صاحب	حاجی محمد عابد صاحب	حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب
۲	سنہ ۱۲۸۴ھ	[illegible]	[illegible]	.		۷۶	〃	مولانا محمد رفیع الدین صاحب	〃
۳	سنہ ۱۲۸۵ھ	[illegible]	[illegible]	.		۱۱۴	〃	〃	〃
۴	سنہ ۱۲۸۶ھ	[illegible]	[illegible]	.		۹۲	〃	حاجی محمد حسین صاحب	〃
۵	سنہ ۱۲۸۷ھ	[illegible]	[illegible]	.		۸۷	〃	〃	〃
۶	سنہ ۱۲۸۸ھ	[illegible]	[illegible]	.		۱۰۶	〃	مولانا رفیع الدین صاحب	〃
۷	سنہ ۱۲۸۹ھ	[illegible]	[illegible]	.		۱۴۵	〃	حضرت مولانا محمد رفیع الدین صاحب	〃
۸	سنہ ۱۲۹۰ھ	[illegible]	[illegible]	.			〃	〃	〃
۹	سنہ ۱۲۹۱ھ	[illegible]	[illegible]	.		۱۸۳	〃	〃	〃
۱۰	سنہ ۱۲۹۲ھ	[illegible]	[illegible]	.		۱۷۸	〃	〃	〃
۱۱	سنہ ۱۲۹۳ھ	[illegible]	[illegible]	.		۱۹۸	〃	〃	〃
۱۲	سنہ ۱۲۹۴ھ	[illegible]	[illegible]	.		۲۱۵	〃	〃	〃
۱۳	سنہ ۱۲۹۵ھ	[illegible]	[illegible]	.		۱۸۸	〃	〃	〃
۱۴	سنہ ۱۲۹۶ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]		۱۶۴	〃	〃	〃

نمبر شمار	سنہ	آمد	صرف	صرفہ تعمیرات	تعداد کتب کتب خانہ	تعداد طلبہ	سرپرستی	اہتمام	صدر مدرسی
۱۵	۱۲۹۷ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]		۱۸۶	حضرت مولانا محمد قاسم صاحب و مولانا رشید احمد صاحب	حضرت مولانا رفیع الدین صاحب	حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب
۱۶	۱۲۹۸ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]		۲۲۴	حضرت مولانا رشید احمد صاحب	〃	〃
۱۷	۱۲۹۹ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]		۱۸۷	〃	〃	〃
۱۸	۱۳۰۰ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]		۱۷۰	〃	〃	〃
۱۹	۱۳۰۱ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]		۱۵۲	〃	〃	〃
۲۰	۱۳۰۲ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]		۱۵۹	〃	〃	مولانا محمد یعقوب صاحب و حضرت مولانا سید احمد صاحب
۲۱	۱۳۰۳ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]		۱۷۲	〃	〃	حضرت مولانا سید احمد صاحب
۲۲	۱۳۰۴ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]		۱۹۵	〃	〃	〃
۲۳	۱۳۰۵ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]		۲۱۵	〃	〃	〃
۲۴	۱۳۰۶ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]		۱۹۰	〃	حاجی محمد عابد حسین صاحب مرحوم	〃
۲۵	۱۳۰۷ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]		۱۷۸	〃	〃	〃
۲۶	۱۳۰۸ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]		۲۷۲	〃	〃	حضرت مولانا محمود حسن صاحب
۲۷	۱۳۰۹ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]		۲۶۴	〃	〃	〃
۲۸	۱۳۱۰ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]		۲۸۸	〃	منشی فضل حق صاحب	〃
۲۹	۱۳۱۱ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]		۲۹۸	〃	مولوی محمد منیر صاحب نانوتوی	〃
۳۰	۱۳۱۲ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]		۲۹۳	〃	حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب	〃
۳۱	۱۳۱۳ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۵۲۶۱	۲۲۴	〃	〃	〃

نمبر شمار	سنہ	آمد	صرف	صرفہ تعمیرات	تعداد کتب کتب خانہ	تعداد طلبہ	سرپرستی	اہتمام	صدر مدرسی
۳۲	۱۳۱۴ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۵۳۲۱	۲۴۱	حضرت مولانا رشید احمد صاحب	حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب	حضرت مولانا محمود حسن صاحب
۳۳	۱۳۱۵ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۵۸۷۲	۲۳۹	〃	〃	〃
۳۴	۱۳۱۶ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۶۰۱۵	۲۶۲	〃	〃	〃
۳۵	۱۳۱۷ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۶۳۰۱	۲۴۴	〃	〃	〃
۳۶	۱۳۱۸ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۶۷۷۸	۲۵۴	〃	〃	〃
۳۷	۱۳۱۹ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۷۱۵۳	۱۵۱	〃	〃	〃
۳۸	۱۳۲۰ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۷۳۷۹	۲۸۲	〃	〃	〃
۳۹	۱۳۲۱ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۷۹۹۹	۳۱۰	〃	〃	〃
۴۰	۱۳۲۲ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۸۱۵۷	۲۸۴	〃	〃	〃
۴۱	۱۳۲۳ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۸۳۴۰	۳۲۵	〃	〃	〃
۴۲	۱۳۲۴ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۸۶۶۳	۲۷۴	حضرت گنگوہی کے بعد ... سرپرست ... حضرت شیخ الہند ... [illegible]	〃	〃
۴۳	۱۳۲۵ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۹۰۶۰	۲۹۲		حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب و مولانا حبیب الرحمن صاحب	〃
۴۴	۱۳۲۶ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۹۴۱۰	۲۹۴		〃	〃
۴۵	۱۳۲۷ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۹۶۷۴	۳۶۱		〃	〃
۴۶	۱۳۲۸ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۰۳۱۲	۴۲۵		〃	〃
۴۷	۱۳۲۹ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۱۲۵۱	۴۶۲		〃	〃
۴۸	۱۳۳۰ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۳۹۳۸	۵۶۸		〃	〃

م عبدالرحیم صاحب رائپوری سرپرست مجوزہ

نمبر شمار	سنہ	آمد	صرف	صرف تعمیرات	تعداد کتب کتب خانہ	تعداد طلبہ	سرپرست	مہتمم	صدر مدرس
۴۹	۱۳۳۱ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۳۹۲۴	۶۳۰	[illegible]	حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب	حضرت مولانا محمود حسن صاحب
۵۰	۱۳۳۲ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۵۷۰۸	۵۸۶		//	//
۵۱	۱۳۳۳ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۷۶۸۶	۵۶۲		//	//
۵۲	۱۳۳۴ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۸۲۸۶	۵۹۷		//	حضرت مولانا انور شاہ صاحب قائم مقام صدر
۵۳	۱۳۳۵ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۲۱۱۵۵	۵۹۷		//	//
۵۴	۱۳۳۶ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۲۲۰۵۵	۶۰۱		//	//
۵۵	۱۳۳۷ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۲۴۶۵۳	۶۲۱		//	//
۵۶	۱۳۳۸ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۲۵۳۶۹	۶۰۱	حضرت شیخ الہند رح	//	حضرت مولانا انور شاہ صاحب صدر مدرس
۵۷	۱۳۳۹ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۲۵۶۰۹	۵۵۶	//	//	//
۵۸	۱۳۴۰ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۲۶۲۳۲	۵۸۰		//	//
۵۹	۱۳۴۱ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۲۸۸۵۶	۷۲۲		//	//
۶۰	۱۳۴۲ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۲۹۹۸۱	۷۹۵		//	//
۶۱	۱۳۴۳ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۳۱۱۸۶	۸۳۰		//	//
۶۲	۱۳۴۴ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۰	۵۸۰	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب	//	//
۶۳	۱۳۴۵ھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۰	۵۹۹	//	//	حضرت مولانا حسین احمد صاحب
۶۴	۱۳۴۶ھ	چونکہ اس سال کے حسابات وغیرہ ابھی تک زیر ترتیب ہیں اس لئے وہ آئندہ نقشہ میں دکھلائے جاینگے۔				۵۱۴	//	//	//

کا باعث ہے اس پر ایک محققانہ مضمون قیمت - - - ۵/

اخلاق محمدی تمام مباحث دینی و دنیوی کے بارے میں جسقدر آیات و احادیث موجود ہیں سب کو ابواب وار مدون کیا ہے قیمت ہر سہ حصص ۱۲/ عہ

تاریخ الخلفاء مؤلفہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ عربی بیان الامراء ترجمہ اردو تاریخ الخلفاء قیمت عہ

الفاروق حضرت عمر رض کی معتبر و مقبول سوانحعمری مؤلفہ علامہ شبلی قیمت - - - - ے/

تاریخ حبیب الٰہ حضور انور علیہ السلام کی معتبر سوانحعمری مؤلفہ مولانا مفتی عنایت احمد صاحب قیمت ۸/

فتوح الشام ترجمہ جدید اردو ٹائیٹل رنگین قیمت ے/

الانتباہات المفیدہ عن شبہات الجدیدہ جدید تعلیم یافتہ حضرات کے شکوک کا جواب قیمت ۱۲/

الاسلام جناب مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی کی وہ مشہور و معروف تصنیف کہ جو آج قبولیت عامہ و خاصہ حاصل کرچکی ہے اصول اسلام کے تمام مسائل پر محققانہ بحث قیمت ۶/

العقل والنقل مولانا موصوف کی معرکت الآرا تصنیف کہ جسمیں بدلائل ثابت کیا گیا ہے کہ عقل سلیم اور نقل صحیح میں کبھی تعارض نہیں ہوسکتا، قیمت ۱۰/

تحذیر الناس از حضرت قاسم العلوم والخیرات اس رسالہ میں ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین کی عجیب و غریب تفسیر ہے اور عجیب عجیب مسائل کا بیان ہے قیمت ۳/

تقریر دلپذیر مولانا موصوف کی وہ عجیب و غریب تصنیف کہ جسمیں دین اسلام کے اصول کی حقانیت عقلی طور سے ثابت کیگئی ہے اور بتلایا گیا ہے کہ دنیا میں نجات دہندہ اگر کوئی دین ہے تو وہ صرف اسلام ہے معہ اضافہ عنوانات و فہرست مضامین اس مرتبہ نہایت اہتمام کیساتھ مطبع قاسمی سے طبع کرایا ہے، قیمت ۱۲/

حجۃ الاسلام مولانا موصوف کے علم لدنی کا نمونہ اثبات توحید و رسالت کے بیمثل مضامین نہایت اعلیٰ کتابت و طباعت و کاغذ معہ دیباچہ شیخ الہند قیمت ۸/

سوانح قاسمی حضرت قاسم العلوم والخیرات کی سوانح از حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب، قیمت ۲/

علم الکلام مؤلفہ مولانا محمد ادریس صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند جسمیں وجود باری - توحید و رسالت وغیرہ کو بدلائل عقلی ثابت کرکے ابطال تثلیث و حدوث روح و مادہ وغیرہ ثابت کیا گیا ہے، قیمت ہر سہ حصص کامل ۸/

قبلہ نما انتصار الاسلام کا دوسرا حصہ استقبال قبلہ اور بت پرستی کا باہمی فرق اور حقیقت استقبال قبلہ کی بیان فرماکر آریوں کے اعتراضات کو رد کیا ہے از حضرت قاسم العلوم والخیرات،، قیمت - - ۶/

قصیدہ لامیۃ المعجزات حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کا فصیح و بلیغ قصیدہ جسمیں دنیا کی بے ثباتی اور بعثت نبوی سے پہلے کی عام گمراہی کی حالت اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعض شمائل معہ ایک سو معجزات کے،، معہ شرح از جناب مولانا اعزاز علی صاحب مدظلہ، قیمت - - ۱۲/

لب مثنوی از حضرت مولانا اشرف علی صاحب دام مجدہم دفتر ششم مولانا روم کے ابتدائی حصہ کی شرح، کتابت و طباعت و کاغذ اعلیٰ قیمت ۴/

مباحثہ شاہجہانپور مقام شاہجہانپور میں ایک میلہ بنام خداشناسی بانتظام گورنمنٹ قائم ہوا تھا کہ جسمیں بڑے بڑے پادری اور پنڈت جمع تھے حضرت مولانا بھی وہاں تشریف لیگئے، یہ مباحثہ حضرت کا جس شان کا ہوا اسکے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے،، قیمت ۷/

وجوہ المثانی اس کتاب میں حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے ترتیب وار تمام قرآنی آیات و سُور کے اختلاف قرأت کو بیان فرماکر خاتمہ میں قواعد و اصول متعلقہ ہمزہ واو، نام و اظہار و تفخیم وغیرہ تحریر فرمائے ہیں نہایت مفید کتاب ہے، قیمت - - - ۱۲/

حیات خضر حضرت خضر علیہ السلام کی سوانح قرآن و احادیث و تواریخ صحیحہ سے از حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب مدظلہ، قیمت ۴/

کلمۃ اللہ فی حیات روح اللہ جسمیں نہایت محققانہ انداز میں رفع جسمانی کا امکان ثابت کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کو دلائل قاطع سے ثابت کیا گیا از مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی، - - - - - - قیمت ۶/

سیرت الصدیق صدیق اکبر خلیفہ اول ابوبکر صدیق رض کی انوکھی انداز میں معتبر سوانح مؤلفہ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب شروانی عہ

سوانح امام بخاری حضرت امام بخاری کی مختصر و معتبر سوانح حیات ۸/

اورنگ زیب عالمگیر متعصب ہندوؤں کے اعتراضات کا قلع قمع اور اورنگ زیب کی حق پسندی کے مناظر قیمت ۸/

ترکان احرار جانباز مسلمانان مشرقی (ترکان احرار) کے منتخب و ناموراصحاب کے سبق آموز کارنامہ قابل دید قیمت - - - عہ

آزادی کے سبق ایک عجیب و غریب رسالہ ہے کہ جس میں مذہبی نقطہ نظر سے حریت و آزادی پر تبصرہ کیا گیا ہے قیمت - ۶/

اُردوئے معلّٰی مرزا غالب کے اردو خطوط کا مجموعہ کہ جنکو اگر موجودہ اُردو کے سیکھنے کے لئے استاد کہا جاوے تو بجا ہے قیمت - - - ۱۲/

موازنہ انیس و دبیر جس میں میر انیس و مرزا دبیر کے کمالات شاعری کا موازنہ و مقابلہ کیا گیا ہے قابل دید کتاب ہے قیمت ے/

مقالات شبلی علامہ شبلی کے پندرہ قابل دید مضامین کا مجموعہ جو مختلف علمی رسائل کی زینت بھی بن چکیں ہیں، قیمت - ۱۲/ عہ

بوئے گل علامہ شبلی کی فارسی غزلیات کا مختصر مجموعہ، قیمت ۴/

شب برات جس میں شب برات کے فضائل و رسوم قبیحہ مروجہ کی اصلاح کیگئی ہے

طالبعلم کی زندگی کا مقصد طلباء کے لئے ایک نہایت مفید و قابل قدر لکچر، قابل دید رسالہ قیمت ۴/

آفتاب داغ مرزا داغ دہلوی کا لاجواب دیوان کہ جسکا مدت سے انتظار تھا عہ

شعر العجم شاعری کی حقیقت اور فارسی شاعری کے محاسن اور اس کے مختلف اصناف پر عالمانہ تبصرہ حصہ اول عہ، حصہ دوم عہ، حصہ سوم عہ، حصہ چہارم عہ، حصہ پنجم عہ،

زیارۃ القبور زیارت قبور کا مسنون طریقہ اور قبروں کی پرستش اور پیر کی منت وغیرہ تمام افعال شنیعہ کا رد مصنفہ امام ابن تیمیہ، اس سے بہتر کوئی کتاب اردو میں نہیں لکھی گئی قیمت ۹/

مناجات مقبول مصنفہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ ۱۲/

اعمال قرآنی ہر سہ حصص مصنفہ مولانا اشرف علی صاحب، ۵/

۳

فہرست اسمائے گرامی موجودہ حضرات ممبران دارالعلوم دیوبند

(۱) حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی ممبر سرپرست دارالعلوم دیوبند

(۲) جناب مولانا مولوی محمد محی الدین خانصاحب مرادآبادی سابق قاضی ریاست بھوپال

(۳) جناب مولانا مولوی حکیم مسعود احمد صاحب گنگوہی خلف الصدق حضرت مولانا رشید احمد صاحب

(۴) جناب مولانا مولوی سعید الدین صاحب بہادر رام پوری پنشنر ریاست بھوپال

(۵) جناب مولوی ظہور علی احمد صاحب ساکن پور قاضی وکیل عدالت و سابق ممبر کونسل ریاست بھوپال۔

(۶) جناب مولانا مولوی محمد حسن صاحب مرادآبادی مہتمم اوقاف ریاست بھوپال و رکن مجلس العلماء۔

(۷) جناب مولانا حکیم جمیل الدین صاحب نگینوی مقیم دہلی ممتحن طبیہ کالج۔

(۸) جناب مولانا حکیم محمد اسحٰق صاحب ساکن کٹھور ضلع میرٹھ

(۹) جناب مولانا حکیم مشیت اللہ صاحب بجنوری رئیس بجنور

(۱۰) جناب مولانا مولوی عبدالرحمٰن صاحب سیوہاروی رکن مجلس العلماء بھوپال

(۱۱) جناب مولانا حکیم محمد اشفاق صاحب رائپوری جانشین حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب

(۱۲) جناب حاجی شیخ رشید احمد صاحب سوداگر اسلحہ ساکن میرٹھ

(۱۳) جناب مولانا حکیم محمد رضی الحسن صاحب کاندھلوی رئیس و آنریری مجسٹریٹ قصبہ

(۱۴) جناب مولوی مظہر حسن صاحب دیوبندی

نوٹ: افسوس کہ حافظ فصیح الدین صاحب رئیس میرٹھ کا انتقال ہوگیا۔ اس لئے ان کی جگہ مجلس منتظمہ کے جلسہ سالانہ تک خالی رہے گی۔

فہرست موجودہ کارپردازان دارالعلوم دیوبند

(۱) حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب صدر مہتمم دارالعلوم دیوبند

(۲) حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند

(۳) حضرت شیخ الحدیث مولانا حسین احمد صاحب صدر مدرس

(۴) حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب مدرس دوم و عارضی مفتی

(۵) حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب ناظم تعلیمات و شعبہ تبلیغ

(۶) جناب مولانا محمد رسول خان صاحب مدرس دارالعلوم

(۷) جناب مولانا محمد اعزاز علی صاحب ״

(۸) جناب مولانا محمد ابراہیم صاحب ״

(۹) جناب مولانا عبدالسمیع صاحب ״

(۱۰) جناب مولانا نبیہ حسن صاحب دیوبندی مدرس ہیئت

(۱۱) جناب مولانا گل محمد خان صاحب مدرس فرائض و منتظم امور عامہ

(۱۲) جناب مولانا محمد شفیع صاحب مدرس

(۱۳) مولانا قاری محمد طیب صاحب مدرس و نائب مہتمم

(۱۴) قاضی مسعود احمد صاحب نائب مفتی۔

(۱۵) مولوی سید اختر حسین صاحب معین المدرس

(۱۶) مولوی سعید احمد صاحب گنگوہی ״

(۱۷) مولوی وحید احمد صاحب مدنی ״

(۱۸) مولوی قاری محمد طاہر صاحب معین المدرس و ناظم الانصار

(۱۹) مولوی محمد انور صاحب چاندپوری معین المدرس

(۲۰) مولوی عتیق احمد صاحب صدیقی دیوبندی ״

(۲۱) مولوی حمید حسن صاحب دیوبندی ״

(۲۲) جناب مولانا قاری عبدالوحید خانصاحب مدرس اول درجہ قرأۃ

(۲۳) مولوی قاری محمد یامین صاحب مدرس دوم ״

(۲۴) مولوی محمد یٰسین صاحب مدرس فارسی۔

(۲۵) منشی محمد عاقل صاحب مدرس ریاضی۔

(۲۶) حافظ نور محمد صاحب مدرس درجہ قرآن۔

(۲۷) پیرجی شریف احمد صاحب گنگوہی مدرس قرآن۔

(۲۸) حافظ شریف احمد صاحب دیوبندی۔

(۲۹) جناب مولوی محمود صاحب سردفتر۔

(۳۰) منشی منظور احمد صاحب محاسب۔

(۳۱) منشی امداد الحق صاحب محرر خزانہ۔

(۳۲) میر شتاق حسین صاحب منتظم اوقاف۔

(۳۳) مولوی بشیر حسین صاحب ناظم اہتمام و منتظم دارالاقامۃ۔

(۳۴) مولوی ابوالقاسم صاحب ایڈیٹر "الانصار"۔

(۳۵) مولوی رحمت علی صاحب منتظم کتب خانہ۔

(۳۶) مولوی محمد اسمٰعیل صاحب منتظم مطبخ۔

(۳۷) حاجی محمد قاسم صاحب منتظم تعمیرات۔

خیر الناس من ینفع الناس

لوگوں میں بہتر وہ ہے جو اُن کو فائدہ پہنچائے۔

حضرات ہمدردان اسلام! رسالہ القاسم اکابر دارالعلوم کی زیر ہدایت وسرپرستی اس لیے جاری کیا گیا ہے کہ وہ دارالعلوم کے عملی وعلمی فیوض وبرکات سے ہر مہینہ مسلمانوں کی علمی، مذہبی، اخلاقی، تمدنی، تاریخی صحیح رہنمائی کیا کرے۔ اس کی اشاعت سے مقصود دارالعلوم کی خدمات کا ملک وملت کے سامنے پیش کرکے اُس کی بقا دترقی واستحکام کی طرف مسلمانوں کو متوجہ کرنا ہے اس اہم اور سچے مقصد کو عملی جامہ پہنانے کی وجہ سے ہم کم از کم حسب ذیل طریقوں سے عملی ہمدردی کے مستحق ہوسکتے ہیں۔

(۱) پہلی عملی ہمدردی یہ ہے کہ جناب والا اپنے دوست احباب میں سے کسی کے نام رسالہ جاری کرادیں اور سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر فوراً دفتر القاسم کو بھجوادیں، تاکہ القاسم کو حسب دلخواہ ترقی دی جاسکے۔ آپ کے لیے یہ امر کوئی مشکل نہیں اور ہمارے لیے اس میں بڑی سہولتیں ہوسکتی ہیں۔

(۲) دوسری عملی ہمدردی یہ ہے کہ عہ کے بجائے کم از کم ۵ سالانہ چندہ اعزازی داخل کرکے حسب قواعد دفعہ (۷) اعزازی فہرست میں اپنا نام لکھائیں اور دوسرے بھائیوں کے لیے ایک اچھی مثال قائم کریں۔

(۳) تیسری عملی ہمدردی یہ ہے کہ کم از کم اپنے شہر کے دس معزز دیندار باا ثر حضرات کے مفصل پتے دو پیسہ کے کارڈ پر لکھکر دفتر القاسم میں بھیجدیجیے تاکہ مرسلہ پتوں پر اشتہارات بھیجدیئے جاویں۔

ان میں سے جو ہمدردی بھی آپ فرما سکتے ہوں دریغ نہ فرمادیں۔ بہترین آدمی وہ ہے جو اپنے بھائیوں کو فائدہ پہنچائے اور بالخصوص امر خیر میں پیش پیش ہوکر دین کی اعانت کرے۔

دارالعلوم نمبر مفت

جو صاحب دارالعلوم نمبر کے دس خریدار بناکر اُن سے قیمت وصول کرکے قیمت مع فہرست مفصل پتہ بھیجدیں گے اور یہ مخصوص نمبر اس طرح سے دس اصحاب کے نام جاری کرائیں گے اُن کو دارالعلوم نمبر مفت مل جائیگا۔ قیمت منی آرڈر کے ذریعہ سے آنی چاہیے۔

شرح اجرت اشتہارات ایک مرتبہ

فی صفحہ	۱۰ء
نصف صفحہ	۵ر
¼ صفحہ	۳ر

دوامی مہذب اشتہار دینے والوں کے لیے مزید رعایت بھی ممکن ہے قیمت ہر حال میں پیشگی آنی چاہئے۔

سائز رسالہ القاسم جلد ۴ $\frac{20 \times 26}{8}$

پتہ

طاہر بن احمد القاسمی کان اللہ لہ
معتمد المدیر القاسم دارالعلوم دیوبند
ضلع سہارنپور (یوپی)